کسی کے سینہ سوزاں سے کیا نشہ میں لپٹی ہی + کباب دل کی کچھ کچھ بو ہی کرتی کی مسالے میں

لالے میں پیالے میں زمین ہی اور جان صاحب کے ایک شعر سے

یہ بہی پتا چلتا ہی کہ محلات لکھنو میں بہی یہی بول چال تہی ۔

اے جان ایسا چھاتی سے پٹہا یا بہچ کر انگیا کا میری سارا مسالا مسل گیا

حضرت صفیر بلگرامی سنے تذکرہ جلوۂ خضر میں امیر مرحوم کا حال اور

عظیم آباد میں حضرت شاد کے دولتکدے پر ان سے اپنی ملاقات کا ذکر

درج کرکے ایک خط بہی نقل کیا ہی ہم اس مکتوب کو بہی ۔۔ ش خضر ور فرمائی جاۓ

کئے دیتے ہیں وہو ہذا ۔ امیر آپ کے تخلص سے

حضرت صفیر بلگرامی کے نام

بلبل شیراز و طوطی ہند کے ہمصفیر سلامت ۔

سلام مسنون اخلاص و پیاس تحون سفر سے پلٹ کر بیماریوں اور بیماروں کی پرستاریوں

نے مجہہ سے جی بہر کے اُن آسائشوں کا عوض لیا جو میں سنے ملاقات احباب سے سفر میں

پائی تہیں وہ سرگذشت لکہوں تو خط مرثیہ ہو جاسے کتنے ہی عزیز جل سے خدا مغفرت فرماتے

اس اجمالی اط[illegible] سے مقصود یہ ہی کہ آپ اپنے نقیر ناکام کے امیر کو یہ نہ سمجہیں کہ وطن پہنچکر

آپ کی مہربانیوں اور قدردانیوں کی لذت بہول گیا نہیں نہیں اُسے یاد ہیں

[illegible] سے تے میرے اصول سے متعلق ایک کاپی بہیجکر آپکے دل و دماغ سے جواب باصواب

کی آرز[illegible] ے میرے [illegible] تصدیع نہیں ۔ امیر احمد عفی عنہ

۹ دسمبر سنہ ۱۸۸۸ء

اور میرے سب عزیزوں دوستوں کی عمرونکا خزانہ بھی اپنے انوار رحمت سے بھر دیئے آمین"

مولوی نور الحسن خلف حضرت محسن کاکوروی کے نام سے مسالا معلوم ہوتا ہے کہ مصالح کا مہند ہے جو عربی میں مصلحتہ کی جمع ہے اور فارس والے ہر چیز کی تیاری کے لوازم اور ضروریات کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور یہی محل استعمال ہندیوں کے یہاں بھی ہے جیسے عمارت کے تالیف میں مدد وغیرہ تالیف کے لیے وہ کتابیں وغیرہ جن سے اُس ... کپڑوں کی رونق اور چمک دمک کے لیے گوٹا پٹھا بنت کناری کہانے کے لئے لونگ الائچی دہنیا مرچ بال دہونے کا مسالا محرم کا مسالا مسالے کا تیل ولی والے اصل کی طرف جاتے ہیں مگر چونکہ بالکل پر مصالحہ نہیں ہے یعنی کوئی یہ نہیں بولتا کہ گوشت کا مصالحہ نہیں لیا گرم مصالح ہو گیا کرتی میں مصالح کم پڑا۔ اسکے محرم کا مصالح ہمکو نہیں ملا اسلیے میری راے ہے کہ اردو میں جو بولیں وہی لکھیں جسطرح مسالا بولتے ہیں اسیطرح لکھا بھی جائے اور یہی مشرب متوسطین و متاخرین شعرائے لکھنو کا ہے جیسا رشک نے لغت میں لکھا ہے مسالا میم مفتوح سین مہملہ و لام بالف کشیدہ ضروریات ہر چیز باشد کہ بدون ضروریات رونق و لذت آں چیز نشود ظاہرا ایں لغت از مصالح باشد" اور اسی کی تقلید جلال نے بھی اپنے لغت گلشن فیض میں کی ہے نیز مرحوم نے بھی یہی مشرب اختیار کیا ہے

نمک چھڑکنے کو مانگے جراحت دل پر   جو دیکھے آپ ... مسالا سانپ

کالا سانپ اور پالا سانپ زمین ہی ولہ

پروانہ ہوں ازل سے سراج منیر کا　　قمری ہوں سرو باغ علی کبیر کا
میں نغمہ سنج ہوں چمن بے نظیر کا　　بلبل ہوں بوستاں الخ

جہاں تاریخ میں زہرہ کے ساتھ مشتری کا لفظ آئے گا وہاں مشتری سے دولہا ہی مقصود ہوگا جیسے قمری سے برق کے شعر میں عاشق یا خود متکلم و مصنف مراد ہے"

جامع مکتوبات حضرت ثاقب کے نام "اگر اردو زبان میں کچھ موزوں کرنے کا اتفاق ہوتا ہو تو طرح دامن گلچیں میں طبع آزمائی ضرور فرمائی جائے کہ اس کی رونق بڑھے اور ترتیب حروف تہجی میں آپ کے تخلص سے ثائے مثلثہ کا گھر آباد ہو کہ وہ ویران پڑا ہے" تذکرہ انتخاب یادگار حسب فرمایش سرکار مرتب ہوا اور چھپکر سرکار میں داخل ہوا میں اپنی تالیفات کو اس قابل نہیں جانتا کہ ہدیہ احباب کروں علی الخصوص یہ تذکرہ جس میں مجھکو حالات تاریخی اور انتخاب اشعار میں ایسی مداخلت ہے جیسے قلم کو دست کاتب میں"

فصیح الملک مرزا داغ کے نام "میاں کبھی کسی مزار پر انوار پر جانا ہو تو ذرا اس سیہ کار کے حق میں بھی دعائے حسن ختام کر لو ہر نفس نفس واپسیں ہے دیکھا چاہئے کیا معاملہ پیش آتا ہے" "پیارے داغ! افسوس کہ میں نے حمید سے کوئی ساعت آپ کی خدا کی طرف مشغولی کی نہ سنی" "اے میرے اللہ مجھ ناصح بے معنی کو جو خود فضیحت ہے اور داغ کو نصیحت کر رہا ہے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے مرضیات میں کوشش کی توفیق

زبان ہی اب میرے نزدیک بہی مستحسن الترک ہی مہیں ہیں ہی کی جگہ بول چال
میں چاہیے آجاتا ہو مگر کسی معتبر کلام میں اب تک نظر سے نہیں گزرا، حکم اس
کو استعمال کا نہیں دیا جا سکتا حضرت امیر مرحوم کی نظر سے آپ کے
شعر میں نہیں معلوم کیونکر رہ گیا اور میں نے سنے ہی اسے دیکھا ہی تو سوا اپنے سہو
نظر کے اور کیا کہا جائے "انکھڑیاں" چشم معشوق کے لیے مخصوص ہی اور یہ
لفظ مجھے پسند ہی بہدنا لفظ نہیں ہی، مدہنا ہی اور سرایت کرنے کے معنی میں
مستعمل ہی صباسے

شور جس کا ہی وہ ہی عشق جنوں زا دل میں + بدہ گیا ہی کہیں حسن کا سودا دل میں

حضرت زاہد سہارنپوری کے نام نعیم الانسان وانسان العین پیارے
زاہد حسین صانکم اللہ عن کل شین ۹ ستمبر کی تحریر سعادت خمیر نور افروز نظر
منظر ہوئی "ذلل لفظ عربی ہی دمامیل اس کی جمع ہی دنبل صحیح نہیں آپ کے
قلم سے کسی جگہ یونہیں نکلا لہذا اطلاعاً لکھا گیا" اب بتانے کی یہ بات رہی
کہ مشتری ستارہ مذکر ہی یا مونث واضح ہو کہ یہ ستارہ مونث ہی اور
جہاں کہیں سخندانوں اور سخنوروں نے استعمال تبذکیر کیا ہی وہاں ستارہ
مقصود نہیں ہی جس کو مشتری سے تشبیہہ دی ہی جیسے ناسخ کے اس مطلع پر

بلبل ہوں بوستاں جناب امیر کا روح القدس ہی نام میرے ہمصفیر کا

ان کے شاگرد رشید مرزا محمد رضا برق نے جو مصرع لگائے ہیں
اس میں قمری کو جس کی تانیث میں کسی کو اختلاف نہیں ہی تبذکیر استعمال
کیا ہی تو بات یہی ہی کہ وہاں قمری طائر مقصود نہیں ہی وہ تضمین یہ ہی

"میاں برہم اب خط لکھا ہے تو لکھتے رہو پھر ایسا غوطہ نہ لگانا کہ مہینوں کی خبر نہ لو" "خدا کرے اس خط کے پہنچنے تک تمہاری طبیعت صاف ہو گئی ہو اور مژدہ صحت دلخواہ جلد سامعہ نوازی کرے" "خداوند تعالیٰ ہر جگہ آپ کو رسا اور کامروا رکھے میں بھی حسن یادآوری کا شکر گزار ہوں بارش یہاں بھی دسویں صفر سے جوشا جوش ہے" "صنمخانہ عشق کو نظر ثانی سے میں نے مکمل و مہذب کر لیا ہے کچھ کسر باقی ہے...... یہ دیوان دیوان اول سے بدرجہا اولیٰ تر ہے باعتبار زبان اور مزے کے اور باعتبار بلاغت کے بھی" "حکیم عابد علی صاحب کوثر کے نام" "مدفن بکسر فالغتہ صحیح پھر موزوں کرنے کو کون منع کرتا ہے اچھا نہ معلوم ہو نہ کہیے میں نے بھی کبھی نہیں کہا خلد آشیاں نے موزوں کیا تھا بہت چرچا رہا، مگر جیت انہیں کی تھی کہ لفظ صحیح ہے چپقلش بمعنی جنگ شمشیر غیاث میں بفتح لام ہے اور اردو میں بکسر لام انبوہ کے معنوں میں ہے خانہ کعبہ کا ترجمہ کعبے کا گھر بالکل مستعمل نہیں اور نہایت برا معلوم ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ ترکیب اضافی نہیں ہے ترکیب توصیفی یا بدل مبدل منہ ہے پھر کعبے کا گھر کیونکر درست ہو گا آپ کسی سے تو لڑتے نہیں اور سمجھیے کہ غلط ہے ہاں معتبرین کے کلام میں نکلے تو خیر اگر کوئی آپ سے پوچھتا ہے تو سمجھا دیجئے کہ میرا تو یہ خیال ہے پھر وہ تاویلات کرے تو چپ ہو رہیے"

"گھٹنا" اور "گھٹنا" دونوں صحیح ہیں مگر گھٹنا شعرا کے کلام میں نہیں پایا" فصحائے لکھنؤ گھٹنا کو ترجیح دیتے ہیں "بھاتا پسند آنا کے معنی میں اگلی

صفات کا سبق بھی حاصل ہوگا۔"

مثال کے طور پر ہم مکتوبات امیر سے چند فقرے اور عبارتیں نقل کر کے اس طویل تقریظ کو ختم کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:۔

حکیم برہم کے نام "میں اکثر اوقات دعائے صحت دلخواہ میں مصروف رہتا ہوں، مجیب الدعوات مستجاب فرمائے" "تم سارسا آدمی اور اب تک اس باب میں حسن کارگزاری کا پتہ نہیں" "اب جو تم نے اپنی ملاقات سے مسرور کرنے کا وعدہ کیا ہے، خدا تمہارے وعدہ کو پورا کرے، جو تمہارا وعدہ ہے وہی میری تمنا ہے اور اپنی تمنا کو پورا ہوتے میں نے بہت کم دیکھا ہے اس لیے اس وعدے سے دل کو پوری خوشی نہیں ہو سکتی۔"

"مایقر" کا استعمال خط و کتابت کے ساتھ ہی جیسے کہیں فلاں شخص کا خط مایقر ہے خوشنویس نہیں، اور کسی چیز کے ساتھ استعمال میں نے نہیں سنا بحر نے جو ایک شعر میں سہ

اب مجھ سے اللیام کی باتیں نہ کیجئے　　　دل تم سے پھٹ گیا جگر افگار ہو گیا

مصرع اولیٰ میں کیجئے کے ساتھ خطاب کیا ہے اور دوسرے مصرع میں تم سے یہ بحر پر موقوف نہیں بلکہ اس زمانے تک اکثر معاصرین بحر جن کا شمار اساتذہ میں ہے اس کے تارک نہ تھے ان کے بعد متاخرین نے اس اختلاف خطابات سے احتراز کیا میں بھی انہیں تارکین میں ہوں۔"

سہ شاعرانہ نثر کی یہ پسندیدہ مثال ملاحظہ طلب ہے ۱۲ حسرت

سے کے لحاظ سے دونوں کا رتبہ برابر ہے لیکن کامل الفن ہونے کی حیثیت سے
امیر، ان سے بدرجہا فائق ہیں۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا وہ دیباچۂ مکتوبات سے متعلق تھا،
اصل کتاب کی نسبت ہم کو صرف اس قدر اور کہنا ہے کہ ان مکتوبات کو جمع
کر کے حضرت ثاقب نے اپنے واجب التعظیم استاد کا حق شاگردی ادا کرنے
کے علاوہ اردو زبان کی بھی ایک نمایاں خدمت انجام دی ہے۔

اول اس لحاظ سے کہ بقول مولانا حالی "کسی مصنف کی وفات کے بعد
اس کے مکتوبات کا فراہم کرنا درحقیقت اس کی سوانح عمری کا ایک مہتم بالشان
حصہ قلمبند کر دینا ہے کیونکہ "انسان کے اخلاق اور جذبات کا انکشاف جیسا اس کی
بے تکلفانہ خط و کتابت سے ہو سکتا ہے ایسا کسی اور چیز سے نہیں ہو سکتا؛
اسی واسطے مکتوب کو نصف ملاقات قرار دیا گیا ہے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب
اس کا وجود عنصری خاک میں پنہاں ہو گیا اور اس سے ملنے کا کوئی ذریعہ
باقی نہ رہا اب اس کی ملاقات محض اس کی خط و کتابت پر منحصر ہے اور بس"

دوسرے اس سبب سے کہ بقول حضرت ثاقب "جو لوگ طالبان فن انشا ہیں
ان کے واسطے یہ خطوط استاد شفیق کا کام دیں گے، زبان کی فصاحت
و متانت، معاملہ نگاری، مختصر نویسی، ہر بات کی تحقیق، صحت و خطا کی احتیاط،
یہ تمام باتیں اور غور کرنے والوں کو ان سے بہت زیادہ یہ تحریریں تعلیم دینگی۔

ان امور کے علاوہ احباب سے اخلاص، تلامذہ کے ساتھ شفقت
عزیزوں سے محبت انتہا کی صبر و رضا استقلال اور دوسری پاکیزہ

ع قرار دیا [illegible] ... [illegible] قرار دیا گیا ہے، صحیح نہیں ہے ۱۲ حسرت

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے — ایک میں ہوں یا خدا کی ذات ہے

(۳) بیان کی شوخی، مثلاً

یہ کیا کہا کہ داغ کو پہچانتے نہیں — وہ ایک ہی تو شخص ہے تم جانتے نہیں

گر آج قیامت ہی تو میں دادطلب ہوں — وہ ہوگا تو مجھے روز جدائی نہیں دیتا

یہ طور دل چرا کے ہوا اس نگاہ کا — جیسے قسم کے وقت ہو جھوٹے گواہ کا

مرے پاس وفا کی کاش تم مقدار نہ ڈالو — کہ اتنا مجھ سے ہو سکتا ہی اتنا ہو نہیں سکتا

یہ کیا کہا کہ میری بلا بھی نہ آئے گی — کیا تم نہ آؤ گے تو قضا بھی نہ آئے گی

(۴) الفاظ کی تکرار اور الٹ پلٹ، مثلاً

بیمثل کیا اس بت کافر کو خدا نے — سمجھے کہ نہ سمجھے کوئی جانے کہ نہ جانے

ہم باوفا ہیں یہ کسی نادان سے کہو — ایمان کی جو بات ہی ایمان سے کہو

شکایت دوست کر سکتے ہیں تیری کر نہیں سکتے — کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہی ایسا ہو نہیں سکتا

چلے گی داور محشر کے آگے دو بدو کیا کیا — کہوں گا تجھکو میں کیا کیا کہیگا مجھکو تو کیا کیا

الٰہی عاشقی میں ہم بڑے تقدیر والے ہیں — سنے ہیں خوش گلو کیا کیا چنے ہیں خوبرو کیا کیا

آخر میں ایک بات ہم کو اور کہنا ہی وہ یہ کہ حضرت ثاقب کی تحریر سے نہیں صاف طور پر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ امیر و داغ میں سے بحیثیت مجموعی وہ ترجیح کس کو دیتے ہیں لیکن فحوائے کلام سے اتنا ضرور مترشح ہوتا ہی کہ آپ کا رجحان امیرؔ کی جانب زیادہ ہی ہمارے خیال میں شاعری

سے ہم کو بہت کچھ امید نفع کی ہے" اور یہی وجہ ہے ان کے خواص پسند ہونیکی
رہے مرزا داغ، ان کے کلام کی بھی یہی کیفیت ہے کہ اس کی خوبی و پسندیدگی
کو اظہار جذبات اعلیٰ و ادنیٰ یا سوز گداز سے مطلق سروکار نہیں ہوتا، ہمارا
دعویٰ ہے کہ ان کے اچھے اشعار کی اگر ایک کلیات مرتب ہو تو صاف
ظاہر ہو جائے کہ ان کے پسندیدہ عوام و خواص ہونے کا دارو مدار ہمیشہ
مندرجہ ذیل چار خصوصیات میں سے کسی ایک پر ہوا کرتا ہے یعنی

(۱) زبان کی صفائی

مثلاً

دل کو اس عاجزی سے دیتا ہوں	کوئی جانے سوال کرتا ہے
کس نے کہا کہ داغ وفادار مر گیا	وہ ہاتھ مل کے کہتے ہیں کیا یار مر گیا
کس بیکسی سے داغ نے افسوس جان دی	پڑھکر ترے فراق کے اشعار مر گیا
اب دشنام تو وہ دل سے دعا دیتے ہیں	بھول کر زہر مجھے آپ بتا دیتے ہیں
آکے بازار محبت میں ذرا سیر کرو	لوگ کیا کرتے ہیں کیا لیتے ہیں کیا دیتے ہیں

(۲) محاورۂ اردو کی بے تکلفی

مثلاً

تم سے کہیں نجات ملے جس جگہ ہیں ہم	دل خون میں نہائے تو گنگا نہائیں ہم
کوئی تو محبت میں مجھے صبر دلائے	تیری تو دشمنی ہے کہ میں دل نہ خدا سے
خالی شمار تو ں سے رہے خنجر جیا میں	کیا جانے کوئی دل پہ ترے کیا پڑی کیا نہیں
دیکھتے ہی سب مجھے محفل میں پہنچتا سب ملال	خود کہو تم سے کہے گئے کہتے ہوتے یا باہر

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ دوسرے اور چھٹے شعر کے مقابلہ میں ساتواں شعر کسقدر لطیف اور پسندیدہ ہی سبب اس کا صرف اسقدر ہی کہ ساتویں شعر کا مضمون حقیقت حال سے بہت قریب ہی درآنحالیکہ پہلے دو شعروں کا معاملہ صداقت سے بالکل خالی نظر آتا ہی

وہ مجھے قتل کرکے کہتے ہیں ۸ مانتا ہی نتھا یہ کیا کیجئے

شہر در شہر ہیں ترے عاشق ۹ کہیں دس بیس ہیں سو پچاس کہیں

داغ کو دیکھکر وہ کہتے ہیں ۱۰ یہ مرے گا ہی بیچا کہ نہیں

ہمارے اس طول طویل بیان سے کوئی صاحب یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ ہم امیر و داغ کی شاعری کو کسی حیثیت سے پسند ہی نہیں کرتے یا ہم کو ان دونوں کے استاد ہونے سے انکار ہی درصل ان دونوں میں سے کوئی خیال صحیح نہوگا ہم داغ و امیر دونوں کے استادی کے قائل ہیں اور ان کی شاعری کے دل سے قدرداں ہیں ہمارا دعوی صرف یہ ہی کہ سوز و گداز کے لحاظ سے ان دونوں کا کلام بیرنگ ہی اور عاشقانہ کہلانے کا مستحق نہیں یہاں پر یہ سوال ہوسکتا ہی کہ داغ کی شاعری کو مقبول عوام اور امیر کی سخن سنجی کو مقبول خواص ہونے کی سند کس بنا پر حاصل ہوئی اس کا جواب امیر کے متعلق حضرت ثاقب کے دیباچے میں موجود ہی کہ "جناب امیر کے کلام میں اگرچہ سوز و گداز کم ہی" ..... مگر ان کی "جامعیت اور اصناف سخن پر قدرت ایک امر مسلم ہی اور ان کے کامل الفن ہونے میں کوئی کلام نہیں ان کی شاعری ہمارے لئے دلیل راہ ہوگی اور ان کی تصانیف

آنکھوں کو نور حاصل ہو سکے

اسی طرح داغ کے اشعار میں زبان کی صفائی، محاورہ اردو کی سب بے تکلفی بیان کی شوخی اور الفاظ کی پسندیدہ تکرار یا الٹ پلٹ، غرضکہ شعر کی ظاہری خوبی کا تمام سامان فراہم ہوتا ہے لیکن وہ بات جسے ہم عشق کے جذبات عالیہ کے لیے سرمایہ شادمانی کہہ سکیں اس کا یہاں بھی نشان نہیں ملتا،

جذبات روحانی تو درکنار ہم یہ کہتے ہیں کہ داغ نے خواہشات نفسانی کی بھی صحیح تصویر بہت کم کھینچی ہے جرات و انشا کے ہاں اس قسم کے خیالات ہیں چونکہ صداقت کا رنگ موجود ہوتا ہے اس لیے ان کی غیر متین اور غیر مہذب شاعری بھی حسن سے خالی نہیں ہوتی کیونکہ حسن و صداقت کا لازم ملزوم ہونا مسلم ہے برخلاف اس کے داغ کی معاملہ بندیوں اور عیاشانہ چوچلوں کو تصنع کا عیب بیقدر، مبتذل اور بدنما کر دیتا ہے کہ مذاق صحیح ان سے کسی طرح لذت یاب نہیں ہو سکتا، مثلاً

وہ ہرجائی اگر ہے داغ ہو تم بھی تو آوارہ ۱ تمہیں کب صبر ہے بیٹھے ہوئے تم ایک کی ہا

کسی کے جاتے ہی گھر میں ہوئی وہ تاریکی ۲ چراغ میں نے جلائے ہیں آج سارے دن

تمہاری طرح بھی ہو گا نہ کوئی ہرجائی ۳ تمام رات کہیں ہو کہیں گزارے دن

وہ بھی دن یاد ہیں یہ کہکے مناتے تھے مجھے ۴ آ ادھر میں ترے قربان کہاں جاتا ہے

غیر جاتا تھا وہاں میں نے یہ کہکر روکا ۵ تجھ سے کچھ جان نہ پہچان کہاں جاتا ہے

بزم سے آنکھ چرا کر جو چلا میں تو کہا ۶ نہ ادھر پھر ادھر اے میان کہاں جاتا ہے

داغ تم نے تو بڑی دھوم سے تیاری کی ۷ آج یہ عید کا سامان کہاں جاتا ہے

داغ کے کلام کی نسبت ایک دوسرے مقام پر یہ رائے ظاہر کی ہے "اعلیٰ
جذبات اور خیالات سے استاذ امیر کا کلام مالامال ہے برخلاف اس کے
ادنیٰ جذبات اور خیالات مرزا داغ کی شاعری کا سرمایہ ہیں، داغ نے عشق سے
مراد ہوسناکی اور نفس پرستی لی ہے اس لیے ان کی شاعری میں جذبات
عالیہ نہیں ہے جذبات عالیہ کا تعلق حسن و عشق سے ہے اور داغ کے اشعار
خواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی سے لبریز ہیں"
لیکن امر واقعی یہ ہے کہ جرات و انشا کی طرح نہ داغ کی شاعری عیاشانہ
ہے نہ میر و درد کی مانند امیر کا کلام عارفانہ! اور یہ جو چند شعر داغ و امیر کے بطور
نمونہ نقل کئے گئے ہیں ان کو از قبیل مستثنیات سمجھنا چاہیئے جن کی بنا پر دونوں
کی شاعری پر بحیثیت مجموعی کوئی رائے قائم کرنا خطا ہے سوز و گداز کی دولت
سے عموماً دونوں کا کلام محروم ہے اور عاشقانہ شاعری کا اطلاق ان دونوں
میں سے کسی کی شاعری پر نہیں ہو سکتا۔
امیر کے اشعار میں مضمون کی بلندی، خیال کی نزاکت، بیان کی متانت
اور زبان کی صحت، غرضکہ پختگی کلام کے تمام لوازمات موجود ہوتے ہیں،
لیکن شاعری کی جان یعنی تاثیر کی عدم موجودگی کے باعث سے ان کی
حیثیت ایک حسین مگر بے روح جسد سے زیادہ نہیں قرار پا سکتی جس کو
اس باب میں کچھ شبہ ہو وہ مرآۃ الغیب اور امیر مرحوم کا نعتیہ دیوان
دیکھ لے کہ اس مجموعہ بے لطف و بے رنگ میں دس بیس شعر بھی ایسے
نہ نکلیں گے جن سے اہل دل کے قلوب کو سرور اور ارباب نظر کی

وہم ان کو گزرتے جاتے ہیں　　مٹتے جاتے ہیں ٹھہرتے جاتے ہیں

یہ بھی تم جانتے ہو چند ملاقاتوں میں　　آزمایا ہے تمہیں ہمنے کئی باتوں میں

ادھر جاؤں ادھر جاؤں کدھر جاؤں یہ حالت تھی　　جب اُنکے در پہ اُسنے دیکھ پایا ناگہاں مجھکو

دور ہی دور سے اقرار ہوا کرتے ہیں　　روز اشارے سے سر دیوار ہوا کرتے ہیں

سوال وصل پر اے داغ دلگی رہ گئی دل میں　　کہا منہ پھیر کر ظالم نے ایسا ہو نہیں سکتا

اسی طرح تلاش سے صنمخانۂ عشق، گوہر انتخاب اور جوہر انتخاب سے امیر کے بھی چند شعر ایسے چنے جا سکتے ہیں جن کا انداز میر و مصحفی کے رنگ سے ملتا جلتا ہو مثلاً

روکنا فرقت میں اشکوں کا نہیں اچھا امیر　　چار دن کے ضبط میں دیکھو تو کیا عالم ہوا

جب بن کے وقت نزع نہ بالیں پہ میری بیٹھ　　ہوتا ہے آج خاتمہ گفت و شنید کا

انصاف جو یار خدا سے طلب کیا　　تمنے بھی ہائے امیر بڑا ہی غضب کیا

وہ سرمہ بھری آنکھیں فتنہ ہیں کہ جادو ہیں　　کتنوں کو لگا رکھا کتنوں کو سلا رکھا

وہ آئے کھینچ کے تلوار سب کو شاد کیا　　امیر آج بہت ہمنے تمکو یاد کیا

سمجھے کہ عرض حال کرے گا ضرور امیر　　دربار اس کے آتے ہی برخاست کر دیا

کرتے ہو سوال امیر اس سے حشر میں　　اور اس کو گر جواب نہ آیا تو پھر کہو

ہے آج جو سرگذشت اپنی　　کل اس کی کہانیاں بنیں گی

کچھ شرم نہیں خلق جو انکو نگراں ہے　　سمجھے ہوئے ہیں تاب نظر انکو کہاں ہے

یہ پوچھو نہ اس زمانے میں الفت کا حال کچھ　　اک رسم تھی قدیم سو موقوف ہو گئی

غالباً اسی قسم کی چند مثالوں پر نظر کر کے حضرت ثاقب نے امیرؔ و

کیسے بتو اشارت سے رکھا گہری نظر — سو باتیں سنائیں مجھے منہ پھیر کسی نے

چھپتے ہیں غیروں سے جو کل آپ پڑے پانگے — پڑ گئے سیکڑوں لیس ہم گھر سے پائینچے

جب یہ سنتے ہیں کہ ہمسایہ میں آپ کی ہوئے — کیا در و بام پہ ہم پھرتے ہیں گھبرائے ہوئے

کل واقف راز اپنے سے کہتا تھا وہ برت — جرات کے یہاں رات جو مہمان گئے ہم

کیا جانیے کمبخت نے کیا ہم پہ کیا سحر — جو بات تھی ماننے کی مان گئے ہم

انشا

ابتو انگلی سی طرح کا نہیں گھر ایدا — رہ گیا آپ میں اور ہم میں اکھرا پردا

ترلکے بنا یہ پہنا اس پری نے تاش کا جوڑا — کہ اڑ لاگا فلک پر طائر شاباش کا جوڑا

کچھ اشارہ جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت — ٹال کر کہنے لگے دن ہے ابھی اس کے وقت

کھینچ لے کاش وہ پری اپنے مجھے لحاف میں — یا کہ بلا سے پھینک دے پردہ کوہ قاف میں

دے ایک شب کو اپنی مجھے زرد شال تو — ہے مجھکو سونگھنے کی ہوس مہ جمال تو

کنایہ اور ذہب کا اس بزم کی محفل میں کیجیے — اجی سب تاڑ جائیں گے نہ ایسا تو ستم کیجیے

دیکھکر وہ سب لپٹے گرد اس دہن سے کرولتی — اتنے کھڑے ہوتے ہیں اپنے تو بدن رونگٹے

ان دونوں قسموں کے سوا عاشقانہ شاعری کی اور کوئی قسم نہیں ہے اور صاف ظاہر ہے کہ داغ و امیر کی سخن سنجی کو ہم نہ قسم اول میں شامل کر سکتے ہیں نہ قسم دوم میں۔

اس میں شک نہیں کہ داغ کے چاروں دیوانوں سے چند منتخب شعر ایسے ضرور نکل سکتے ہیں جن پر جرات یا انشا، کی شاعری کا شبہ ہو سکتا ہے مثلاً

دل دے چکا ہوں اس بت کافر کے ہاتھ میں ۔ اب میرے حق میں دیکھئے اللہ کیا کرے

قائم

بیدماغی سے نہ اس تک دل رنجور گیا ۔ مرتبہ عشق کا یاں حسن سے بھی دور گیا
مہر ہی جس کو خبر تیری صبا سے پہنچی ۔ گل کی مانند وہ اس باغ سے مسرور گیا
ہم ہیں جنہوں نے نام چمن بو نہیں گیا ۔ آئی صبا جدھر سے ادھر رو نہیں گیا
اے نزع پھر قریب ہی شام شب فراق ۔ یہ مرحلہ تو اب تئیں یکسو نہیں گیا
قائم آتا ہے مجھے رحم جوانی پہ تری ۔ مر چکے ہیں اسی آزار سے بیمار بہت
قبول عذر تو واں ہو جہاں ملال ہی ہو ۔ بجاں پاک صفایاں جو کچھ خیال ہی ہو

معاصر شعرا میں اگر یہ رنگ سخن دیکھنا ہو تو شاد و صفی، عزیز و محشر، ضامن، وحشت، نظم و ثاقب (مؤلف مکتوبات امیر) کی غزلیں ملاحظہ فرمائے کہ مذاق صحیح انہیں بزرگوں کے دم سے قائم ہے۔

عاشقانہ شاعری کی دوسری قسم وہ ہے جس میں پاک اور بے لوث عشق کے بجائے ہوس پرستی کے جذبات کی صحیح تصویر کھینچی گئی ہو جس کے نمونے جرات، نیاز، نظیر اور انشا کے کلام میں بکثرت ملتے ہیں مثلاً

جرات

دستک اب چھوڑ دیا ہے گھر سے نکل کے آنا ۔ یا وہ راتوں کو منہ بھیس بدل کر آنا
گالیاں دینے لگے نام مرا لیتے ہی تم ۔ کچھ مری چاہ کے کھل جاتے ہی کھل کھیلے تم
مر مٹیں ہم تو رہتے ہیں ساتھ تمہارے ہم تنہا ۔ اور اغیار اسکو غنچی میں تنہا کر لے گئے

جاتا ہی آسماں لیے کوچے سے یار کے　　آتا ہی جی بہر ادر و دیوار دیکھکر

جی ہیں تہا اس سے ملئے تو کیا کیا نہ کہیے میر　　پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھکر

مصحفی

دیکھ اس کو اک آہ ہمنے کر لی　　حسرت سے نگاہ ہم نے کر لی

جب اس نے چلائی تیغ ہم پر　　ہاتوں کی پناہ ہم نے کر لی

حسن اس کا اب سماں کچھ اور دکھلانے لگا　　چاند سا پردے سے وہ مکھڑا نکل آنی لگا

یا وہ عالم تہا کہ کوئی اس سے واقف ہی نہ تہا　　یا یہ عالم ہی کہ عالم اس پہ مر جانے لگا

تم مصحفی کو چھوڑ کے بسمل چلے گئے　　رخصت چلانے اتنی ندی پہر کے دیکھلو

تیرے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا　　کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا

بن دیکھے جسکے پل میں انکھیں بہر آئیاں ہوں　　کیا قہر ہی جو اس سے برسوں جدائیاں ہوں

خواجہ میر درد رح

جان پہ کھیلا ہوں میرا جگر دیکھنا　　جی نہ ہی یار ہے مجھکو ادہر دیکھنا

سو بہی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا ای فلک　　اور تو یاں کچھ نہ تہا ایک مگر دیکھنا

تجہی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا　　برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں　　ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا

ہر چند تجھے صبر نہیں درد و لیکن　　اتنا بھی نہ ملیو کہ وہ بدنام کہیں ہو

درد اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے　　جو سانس بہی نہ لے سکے سو آہ کیا کرے

کے شبہے کو ہم بعید از قیاس نہیں کہہ سکتے لیکن حضرت ثاقب کے قول کا دوسرا حصہ کہ کلام میں تاثیر پیدا کرنے کی کوشش میں بھی امیر و داغ کے مقلد سمجھے صریحاً غلط ہے قیاس یہ چاہتا ہے کہ حضرت ثاقب نے قول عوام کے وثوق پر داغ کی شاعری کو عاشقانہ اور اس لیے پر تاثیر تسلیم کر لیا - حالانکہ ان صفات سے اس قوم کا کلام بالکل معرا ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ عاشقانہ شاعری کی دو قسمیں ہیں اول وہ جس میں جذبات شوق کی صحیح کیفیت نگاہ حق شناس کے روبرو عشق کو خدنمائی کی اس شان میں پیش کرتی ہے جس کی نسبت نظامی نے "ہواللہ" فرمایا اور جسے مولانائے روم نے اپنی تمام علتوں کی دوا اقرار دیا ایسی شاعری کی ایک سرحد تصوف اور عشق حقیقی کے قریب اور دوسری عشق مجازی اور پاک محبت سے ملحق ہوا کرتی ہے

اردو زبان میں تصوف اور عشق کا مذاق شاذ ہے البتہ محبت کے جذبات میر و مصحفی یا درد و قائم کے کلام میں اکثر پائے جاتے ہیں مثلاً

میر

مشہور ہیں عالم میں تو کیا ہیں بھی کہیں ہم — القصہ نہ درپے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

جیتے تھے میر یار کے دیدار کو سو ہم — اپنا یہ حال کر گئے اٹھتے اک نگاہ میں

[illegible]

[illegible]

ہوگئی .... انا للہ وانا الیہ راجعون"۔

موازنۂ امیر و داغ میں ہم کو حضرت ثاقب کی رائے سے یہاں تک بالکل اتفاق ہے کہ "حضرت کی (یعنی امیر مرحوم کی) حسرت طبیعت میں جدت کم ہے اور کلام میں سوز و گداز نہیں البتہ شکوہ الفاظ، متانت بیان اور شاعرانہ لطافت ان کے اشعار میں ایسی ہے کہ جو داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی، وہ اصناف سخن پر قادر اور مسلم استاد ماہر ہیں۔ قصائد با شوکت و فر کہتے ہیں، اور سخنور با سرمایہ صاحب علم و فضل ہیں، داغ ان اوصاف سے معرا ہیں" لیکن جب آگے چلکر آپ یہ کہتے ہیں کہ "آخر عمر میں استاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھکر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی .... تاہم صنمخانۂ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ کی شادابی کو نہیں پہنچی" تو ہم اظہار اختلاف پر مجبور ہو جاتے ہیں ہمارے نزدیک امیر مرحوم کا آخر عمر میں صفائی زبان کی طرف زیادہ متوجہ ہونا اقتضائے وقت کی بنا پر تھا جس نے داغ و امیر کی ملاقات کے قبل ہی سے لکھنؤ کے انداز تصنع اور رعایت پرستی کو نامقبول اور سلاست بیان کو مرغوب اہل نظر بنانا شروع کر دیا تھا۔ ثبوت کیلئے سلسلۂ ناسخ میں عشق و تعشق، جلال اور متاخرین میں کامل لکھنوی، شاق لکھنوی، حبیب کنتوری اور مولوی علی حیدر صاحب نظم لکھنوی کے دیوان اور ہمارے ہمعصروں میں صفی لکھنوی، محشر لکھنوی اور عزیز لکھنوی کی غزلیں ملاحظہ طلب ہیں کہ ان سب کا کلام ناسخ و رشک کے خشک و بے رنگ انداز سے بالکل جدا ہے، درآنحالیکہ ان میں سے کسی کی نسبت تقلید داغ کا شبہ تک نہیں ہو سکتا، پھر بھی صفائی زبان کے باب میں امیر مرحوم کی نسبت تقلید داغ

کہ "وہ نہایت نیک طینت پاک صورت پاکیزہ سیرت ایک عالم نور تھے۔۔۔۔
۔۔۔۔" جامع مکتوبات نے ایک مرتبہ استاد کے حضور میں جناب قبلہ محسن کاکوروی
علیہ الرحمتہ کی سخن آفرینی اور بلاغت کلام کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ان کا کلام
ایک عالم ہی خیالات نادرہ کا کہ اس کو دیکھکر انسان حیران ہوتا ہی اور انکا
ہر شعر معراج بلاغت ہی"

دیوان ناظم والی رامپور کی توصیف ان الفاظ میں کی ہی کہ "شادابی خیال
نوی ترکیب، جدت مضمون، لطافت زبان اور متانت بیان اس دلفریب کا
زیور ہی دیوان نہیں معنی زار خوبی اور نگارستان محبوبی ہی" اس موقع پر
ایک نوٹ بھی دیا ہی جو بجائے خود حسن تحریر کا ایک اچھا نمونہ ہی فرماتے ہیں
کہ "خاکسار کو جولائی ۱۸۷۵ء میں خوابیدگان نزہتگاہ تقدس کی توجہ اور سے

فرخندہ جہاں بے مثالی | ممدوح اورنے والا عالی
پیرایۂ صدق و مایۂ فضل | شمس العلما جناب حالی

کا اشتیاق زیارت پانی پت لے گیا میں ایک روز یہ مسودہ ان کو سنا رہا
تھا جب اس مقام پر پہنچا تو مولانا نے فرمایا کہ "نواب مصطفیٰ خاں صاحب
شیفتہ فرماتے تھے کہ "ایک روز مرزا غالب نے مجھے یہ مطلع سنایا میں نے
بہت تعریف کی تو فرمایا کہ "بھیا میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا" مطلع ؎

خوشی جینے کی کیا مرنے کا غم کیا | ہماری زندگی کیا اور ہم کیا"

آخر میں استاد کی خبر وفات کو ان الفاظ میں ادا کیا ہی کہ "افسوس! وہ نور نظر
پیکر جہان فن و ہنر زیر خاک اور وہ محبت دلآرا وجان پرور خواب فراموش

پارسی میں یادگار ارباب کمال ہیں، وہ مرحوم رسالہ رجوانشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد دوبارہ زندہ ہوگا) جن لوگوں کی نظر سے گزرا ہوگا انہیں راقم حروف کی اس رائے کے تسلیم کرنے میں مطلق تامل نہوگا کہ اسوقت ہندوستان میں کوئی شخص آپ سے بہتر فارسی نثر نہیں لکھہ سکتا۔

جناب موصوف کی اس اعلیٰ قابلیت نے ایک عرصہ دراز تک نگارش نظم و نثر اردو کی جانب متوجہ ہونے نہ دیا، لیکن جب احباب کے اصرار سے آپنے اپنی مادری زبان کیطرف التفات فرمایا تو اس میں بھی اپنے مذاق صحیح کی اعانت سے وہ وہ جوہر دکھاے کہ تھوڑے ہی دنوں میں تمام ارباب نظر کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔

نظم اردو میں آپ کی غزلیں اردوے معلیٰ کے ہر پرچے میں نظر افروز اہل بینش ہوتی رہتی ہیں، رہی نثر اردو اس میں آپ کا تازہ ترین کارنامہ وہ دلچسپ دیباچہ ہے جو آپ نے مکتوبات زیر نظر کے آغاز میں درج کیا ہے، اس دیباچے کے پہلے حصے میں امیر مینائی مرحوم کے سوانح زندگی لکھے ہیں، اور دوسرے میں داغ و امیر کے کلام کا موازنہ ہے۔

یوں تو حضرت ثاقب کی کل تحریر مضمون کے لحاظ سے نہایت دل پزیر اور عبارت کی حیثیت سے بغایت مضبوط و بے عیب ہے لیکن بعض بعض موقعوں پر خیال کی لطافت اور الفاظ کی خوبی نے ایسی دلفریب صورت اختیار کی ہے کہ آپ کے منتخب فقرے اس قابل ہیں کہ اردو لٹریچر کا بہترین نمونہ قرار دئیے جائیں، مثلاً امیر مرحوم کے اخلاق و عادات کی نسبت لکھا ہے

امیر کو شائع کر کے اردو لٹریچر میں ایک مفید کتاب کا اضافہ فرمایا ہے
اس کتاب کا مقدمہ بھی نہایت محققانہ اور منصفانہ تحریر کیا ہے جس طرح جناب امیر مرحوم کے فضل و کمال اور استادی میں شک نہیں ہے اسی طرح مرزا داغ کی رنگین نوائی میں کلام کرنے کی گنجایش نہیں ہے اور حضرت ثاقب کا مضمون اس موضوع پر قابل مدح وثنا ہے
باقی اور امور میں مجھے اپنے دوست مسٹر محمد شعیب صاحب بی اے سے حرفاً حرفاً اتفاق ہے اور انہوں نے جو ریویو مکتوبات امیر پر تحریر کیا ہے وہ بالکل تعصب سے بری ہے اور سراسر انصاف پر مبنی ہے
افسوس ہے کہ میں بوجہ مصروفی امتحان ایل ایل بی مفصل ریویو اس قابل قدر مجموعے پر نہیں لکھ سکتا۔
حضرت مولف دام مجدہم سے معافی کا خواستگار ہوں اور امیدوار ہوں کہ یہ تالیف مقبول اہل قلم و دانش ہو۔

عبدالقوی فانی بی اے

(محمڈن کالج علی گڑھ)

از جناب سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی

بی اے اڈیٹر اردوے معلّیٰ علی گڑھ

مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب مدیر رسالہ قند پارسی نظم و نثر

بہرہ ورنہیں ہے تو ایک زبان ہی کی غلطیوں سے اس کا کلام کسی طرح محفوظ نہیں رہ سکتا چنانچہ پنجاب کے شعرا زبان صحیح نہیں لکھ سکتے، اور محاسن سخن کا تو حاصل ہونا بہت دشوار ہے، مولف تذکرہ خمخانۂ جاوید اور مضطر خیرآبادی کے مذاق اور شاعری کے متعلق حضرت ثاقب نے جو کچھ لکھا ہے وہ بہت کم ہے ورنہ یہ دونوں صاحب اس سے بہت زیادہ تعریف کے مستحق تھے افسوس ہے کہ ہمارے باکمال مخدوم کی غیر معمولی تہذیب اور متانت نے ان کو اس باب میں کچھ اور لکھنے کی اجازت نہیں دی۔

کچھ شک نہیں کہ یہ مجموعۂ خطوط اور اس کا دلچسپ مقدمہ ہمارے عہد کی نہایت مفید اور عمدہ یادگار، اور اہل ادب اردو کے لیے بہترین نمونہ انشاپردازی کا ہے۔

محمد شعیب بی اے

(محمڈن کالج علی گڑھ)

از جناب ابو المعانی مولوی محمد عبد القوی صاحب فانی بی اے لکھنوی خلف الرشید مولانا المرحوم حضرت آسی مدراسی

مخدومی جناب مولوی محمد احسن اللہ خانصاحب ثاقب نے مجموعہ مکتوبات

از جناب محمد شعیب صاحب قریشی بی اے

مخدومی جناب مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب نے مجموعہ مکاتیب امیر کو تالیف کرکے اردو علم ادب پر بڑا احسان کیا ہے جن اصحاب دانش نے رسائل تندپارسی ملاحظہ فرمائے ہیں وہ حضرت مولف کے کمال انشاپردازی اور مبلغ علم سے بخوبی واقف ہیں اس مجموعے کی ابتدا میں حضرت امیر مینائی کی مختصر لائف نہایت دلکش پیرایہ میں جناب ثاقب نے تحریر فرمائی ہے بعدہ ان کے کلام پر ناقدانہ ریویو کیا ہے اور امیر و داغ کا موازنہ بھی بہت بے لاگ لکھا ہے اور ایسی خوش اسلوبی سے اس مبحث پر گفتگو کی ہے کہ اب کسی مخالف کو نکتہ چینی کا کوئی موقع نہیں مل سکتا۔

مرزا داغ کی نسبت جو حضرت مولف نے کم علم ہونا لکھا ہے وہ صحیح ہے داغ کی خوش گوئی میں کلام نہیں لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر جاہل شخص شاعری میں بلند مرتبہ ہو اہل عرب میں شعرائے جاہلیت کا جو کلام مقبول ہے وہ اس کی سادگی اور محاورات اور زباں دانی کے وجہ سے مستند مانا گیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ متنبی کے اشعار میں جو نزاکت خیال تشبیہات بلیغ اور استعارات لطیف ہیں وہ شعرائے قبل اسلام کے کلام میں نہیں ہیں۔

اگرچہ شعر کی غرض معانی عامی اور عالم دونوں قسم کے شعرا کے لئے عام ہے مگر مضمون آفرینی اور دقت نظر اور لطافت شعری اہل فضل ہی کے حصے مخصوص ہیں پھر دو شاعر کے واسطے اگر وہ دولت علم سے

تحریر فرمائی کہ ان کے کسی مخالف کو حرف گیری کا موقع نہیں ہے۔
میں حضرت ثاقب کی اس مفید تالیف کی تعریف کرتا اور ان کی انصاف
پسندی کی داد دیتا ہوں مگر یہ میرے لیے انصاف سے بعید ہے اگر میں اس
تعریظ نگاری میں جادۂ اعتدال سے گزر جاؤں اور یہ نہ کہوں کہ یہ مفید تالیف
فروگذاشتوں سے خالی نہیں۔

امیر و داغ کے موازنہ اشعار میں تقریباً بیس صفحوں کا خون کر دینا اُس
سے بہت زیادہ ہے جتنا کہ کتاب دیکھنے والا بخوشی گوارا کر سکتا؛ اور نیز یہ کہ
مضطر خیر آبادی اور مولف تذکرۂ خمخانۂ جاوید کے متعلق جو الفاظ حضرت
ثاقب کے قلم سے نکلے ہیں وہ اگر اس بیش بہا تالیف میں نظر نہ آتے تو بہتر تھا۔
بہر حال یہ مجموعہ مکتوبات ہمارے عہد کی ایک قابل یادگار تالیف ہے
اور جس خوبی سے اس کی ترتیب کی گئی؛ اور جس عمدگی سے ایک شہنشاہ
سخن کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات (جو در اصل بہت زیادہ
دلچسپ ہوتے ہیں) موتیوں کی طرح اس میں جڑے گئے ہیں وہ اس
کا علمی پایہ "اردوے معلّٰی غالب" کی حد تک پہنچاتے ہیں؛ اور ہم کو نہایت
خلوص سے کہنا پڑتا ہے کہ ؎

این نامہ کہ خامہ کرد بنیاد　　　توقیع قبول روزیش باد

امیر احمد علوی بی اے

اشعار میں ایسی ہے کہ جو داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی وہ اصناف سخن پر قادر اور استاد ماہر ہیں قصائد با شوکت و فر کہتے ہیں اور سخنور با سرمایہ صاحب علم و فضل ہیں داغ ان اوصاف سے معرا ہیں۔ آخر عمر میں استاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھکر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی اور اس میں وہ ایک حد تک کامیاب ہوئے تاہم صنم خانہ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ کی شادابی کو نہیں پہنچی۔ واقعی بات یہ ہے کہ امیر کی استادی میں کوئی کلام نہیں کر سکتا لیکن امیر کا تلمذ اساتذہ لکھنؤ کی ہمسبزمی اہل لکھنؤ کے کلام کا پیش نظر رہنا پھر لکھنؤ کی صحبت کا اثر یہ سب امور مانع ترقی و کامیابی ہوئے۔ اگر وہ دلی میں پیدا ہوتے دلی کے ارباب کمال کی ہم نشینی میسر آتی اساتذہ دہلی کا کلام سامنے رہتا اور شاہجہاں کی سوسائٹی سے مستفید ہوتے تو وہ سخنور بے مانند اور استاد ارجمند ہوتے۔ . . . . . . یہ سب ہی مگر کوئی شک نہیں کہ لکھنؤ کی شاعری بعد آتش و ناسخ کے جناب مرحوم سے اور دلی کی شاعری ذوق و غالب کے بعد مرزا داغ سے زندہ تھی، اب شاعری مر چکی اور ماتم باقی ہے"

کیا یہ الفاظ کسی فریق کو ناگوار ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ تنقید لفظاً بلفظ صحیح نہیں ہے؟

حضرت ثاقب کو مبارکباد دینا چاہئے کہ انہوں نے اس سخت مہم کو نہایت خوبی سے سر کیا اور اپنے استاد کی تعریف اپنے مناسب الفاظ میں

عبرتناک محل سرا میں گوشہ نشیں ہو چکے ہیں جہاں شاہ وگدا کی کوئی تمیز نہیں، مگر ان کے شاگرد اور معتقد آج تک ایک دوسرے کے قدر شناس نہ بن سکے اور اپنا بیشتر وقت اس فضول محاربہ جنگی میں ضائع کر رہے ہیں کہ ان میں سے کون افضل تھا، اور کس کا کلام سقم و نقص سے پاک تھا۔

آنسو بہانے کی بات ہے کہ دہلی اور لکھنو کے حسرتناک کھنڈروں میں جو دو چار سخن فہم باقی رہ گئے ہیں وہ بجائے اس کے کہ ایک دوسرے کے جوہر شناس ہوں ہمیشہ حریف مقابل کی تحقیر کی فکر میں سرگرم رہتے ہیں، اور اس راستی مصلحت آمیز سے ان کو تسلی نہیں ہوتی کہ امیر و داغ دونوں اس آخری دور میں آسمان سخن کے آفتاب و ماہتاب تھے، اور دنیا کو دونوں کی ضرورت ہے کسی کو دن کو اور کسی کو رات کو۔

حضرت ثاقب نے جو محققانہ راے ان دونوں ممتاز شاعروں کے متعلق ظاہر فرمائی ہے اور جس صلاحیت سے اس خاردار مسئلہ پر محاکمہ لکھا ہے وہ بالکل انصاف اور راستی پر مبنی ہے، اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ اُس مہلک غلطی سے پاک رہے جس میں ہمارے ملک کے اکثر انشاپرداز مبتلا ہو جاتے ہیں یعنی اپنے ہیرو کی مدح سرائی میں غلو کو مذہب سعادت مندی کا ایک رکن عظیم فرض کر لیتے ہیں۔

حضرت ثاقب کے دیباچے کا بہترین حصہ میری نظر میں وہ ہے جہاں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت کی طبیعت میں جدت تھی اور کلام میں سوز و گداز نہیں۔ البتہ شکوہ الفاظ، متانت بیان اور شاعرانہ لطافت ان کے

ان کے زہد و اتقا کی شہرت ان کے مرتبۂ شاعری سے کسی طرح کم نتھی یہ دیکھکر
حیرت ہوتی ہے کہ فطرتی جذبات کو دبا کر انہوں نے وثاقت و متانت کو ترک کیا
اور پسند عام کی خاطر سے اپنے کلام میں آوارگی کی چاشنی بڑہائی اور
اُس میں ایک حد تک کامیابی حاصل کی -

ایسے بزرگ کے سوانح عمری اور ملفوظات پر جس قدر روشنی پڑ سکے
وہ فلسفۂ اخلاق کے طلباء کے لیئے ایک ضروری اور مفید سبق ہے
اور ہمارے موجودہ طرز معاشرت میں اصلاح کے حامیوں کے لیئے ایک
نہایت کارآمد داستان -

درستی اخلاق کے حمایت کرنے والوں پر حضرت ثاقب کا یہ ایک
احسان عظیم ہے کہ انہوں نے اپنے اُستاد کے مکتوبات کا مجموعہ مرتب کر کے
ایک مفصل دیباچے کے ساتھ شائع کیا ہے جس میں امیر مینائی کی پرائویٹ
زندگی کے نہایت دلچسپ حالات بکمال تحقیق و تفتیش جمع کیئے ہیں جن پر
غور کرنے سے دریافت ہو سکتا ہے کہ وہ کیا تغیرات و حادثات تھے جنہوں
نے اس مشہور دیار استاد کو تبدیل وضع پر مجبور کیا -

مکتوبات کے فراہم کرنے میں جو محنت وقت حضرت مولف کو پیش آئی
ہوگی اس کا صحیح اندازہ صرف اسی شخص کو ہو سکتا ہے کہ جسے یہی مصیبت گزرنا
آئے لیکن اس کا دیباچہ جس قابلیت اور انصاف پسندی سے لکھا گیا
وہ ہر دشمن و دوست کی تعریف کا مستحق ہے -

ع جس سے معلوم ہوا کہ امیر و داغ جو [illegible] زمانے کے بادشاہ سخن تھے [illegible]

قوم کی اخلاقی حالت پستی کے انتہائی درجے تک پہنچ چکی تھی نیکی و بدی میں تمیز کرنے کی قابلیت باقی نہ رہی تھی مذاق بگڑ گیا تھا اور اردو زبان کے بولنے والے بحیثیت ایک قوم کے فنا ہو چکے تھے لہذا شاعری کو مقبولیت عام حاصل کرنے کے لیے وہی جامۂ عریانی اختیار کرنا پڑتا تھا جو اہل مجلس کی شرمناک وضع تھی۔

یہ تھی ابتدا ہماری سرمایۂ ناز اردو شاعری کی ؎

سنبھالا ہوش قوم نے لگے حسینوں پر
ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

نظم اردو نے اگرچہ چند شاعر ایسے پیدا کیے جن کا کلام فحش و بدمذاقی سے پاک رہا تو یہ ان شعرا کی ذاتی پاکیزگی اور نکوکرداری کا نتیجہ تھا، نہ کہ سوسائٹی کا اثر

سنجیدہ سوسائٹی اگرچہ چرکین و یار علی کے کلیات کو نظرانداز کرتی تھی لیکن میر سوز و جرات، رند و صبا، میر حسن و شوق کو سر آنکھوں پر جگہ دی جاتی تھی، اور اس قدر افزائی کا ثمرہ تھا کہ اردو زبان کے بہترین شاعر غالب کو وہ عام مقبولیت کبھی حاصل نہ ہو سکی جو آج کے "روشن خیال" زمانے میں بھی داغ کو حاصل ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آوارگی اور تماش بینی کے ناپاک مضامین اس قدر مقبول عوام تھے کہ ثقہ بزرگوں کو اپنی پاک روش اور صالح وضع ترک کر کے اس پستی کی طرف رجوع کرنا پڑا تھا جس کا شاہد عادل امیر مینائی کا ابتدائی اور انتہائی کلام ہے:-

امیر مینائی نے تمام عمر مولویانہ زندگی بسر کی اور آخر وقت میں تو

کہ قوم کی اخلاقی حالت بالکل بگڑ چکی تھی، ترقی اور عروج کی منزلیں تمام ہو چکی تھیں اور تنزل و فنا کے آثار در و دیوار سے ہویدا ہو چکے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ نظم اردو کا کوئی دور ایسا صاف اور بے داغ نہیں گزرا جس میں آسمان سخن کے سب درخشاں ستارے خیالات کی پاکیزگی سے منور ہوتے اور فحش اور گندہ مضامین سے غبار سے اردو شاعری کا دامن پاک ہوتا۔

دیکھو جس وقت میر تقی اور میر درد سوز و گداز حقیقت و معرفت کی ترانہ سنجی میں مشغول تھے اسی وقت سودا ضاحک کی ہزلیات کی دہوم تھی۔ جس وقت مرزا مظہر جان جاناں نظم اردو میں تصوف کی چاشنی دینا چاہتے تھے اسی وقت سید انشا اور رنگین ریختی کا بنیادی پتھر رکھ رہے تھے اور شیخ قلندر بخش جرأت عاشقی کو آوارگی کا مرادف بنانے میں سرگرم تھے۔

جس وقت ایک پاکباز عاشق کہتا تھا کہ ؎

چشم نامحرم کو برق حسن کر دیتی تھی بند ** دامن عصمت ترا آلودگی سے پاک تھا

اسی وقت بعض معشوقوں کو اس نصیحت کی ضرورت ہی پیش آتی تھی کہ ؎

لوگ بدوضع کہیں گے تم کو ** میلے ٹھیلے کبھی جایا نہ کرو

ہندوؤں سے باہم ملنے سے ایک نئی زبان پیدا ہوگئی ہے لہذا اس زبان کی نشوونما بھی کسی خاص قوم کی طفولیت، شباب، و پیری کے کبھی تابع نہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب اردو زبان کی ایجاد کرنے والی قوم کا عالم پیری تھا اسوقت شاعری گھٹنوں کے بل چلنا سیکھ رہی تھی ۱۲

کہ وہ ضرور تہذیب کی ایک اعلیٰ منزل تک پہنچ چکی ہے۔

یہ بھی فطرت کا ایک قانون ہے کہ اس عالم ایجاد میں جب تک فنا عالم اجرام واجسام سے نجات نہ دے ہر ایک ذی روح کو طفلی، شباب اور پیری کی ناہموار منزلیں طے کرنا ہوتی ہیں اور ایک مستقل حالت پر قیام نصیب نہیں ہوتا،

قوم افراد انسانی کے اجتماع کا نام ہے، اور اس لیے یہ بھی فطرت کے اس سخت قانون کی مجبوراً پابند ہے، اور اس تبدیل حالت کو زمانہ حال میں عروج و ترقی تنزل و فنا کے ناموں سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔

ہر ایک قوم کی ترقی و تنزل کی سچی حالت اس کے اخلاق و عادات حرکات و سکنات سے معلوم ہوتی ہے، اور اس ذی مراتب کو اظہار جذبات کے معمولی ذرائع یعنی شاعری، مصوری، نقاشی اور موسیقی آئینہ کی طرح روشن کر دیتے ہیں۔

چونکہ شاعری تمدن انسانی سے خاص طور پر وابستہ اور اظہار جذبات کا سب سے زیادہ سہل الحصول ذریعہ ہے اس لیے قوم کی اخلاقی حالت جس قدر صحیح طور پر اس کے سرمایہ انشا پردازی کے معائنے اور مطالعے سے ظاہر ہوتی ہے اتنی کسی اور ذریعے سے واضح نہیں ہو سکتی

افسوس ہے کہ اردو شاعری نے ایسے تباہی کے وقت نشو و نما پایا

ف اردو کسی خاص قوم یا ملک کی زبان نہیں ہے بلکہ مختلف ممالک کے مختلف المذاہب

تنی ہے ترک کیا ہے۔

یہ تبصرہ بھی میرے تکدر خاطر کا موجب ہوا کہ "امیر کا تلمذ اور اہل لکھنؤ کی صحبت مانع ترقی و کامیابی ہوئی" اگر دلی میں پیدا ہوتے اور اساتذۂ دہلی کا کلام سامنے رہتا تو وہ استاد ارجمند ہوتے۔

اور یہ قول بھی صحیح نہیں کہ "اب شاعری مر چکی" ابھی شعر کے کتنے ہی میدان ہیں کہ اردو گویوں نے ادھر قدم نہیں اٹھایا ہے۔ جو شخص فارسی میں وسعت نظر رکھتا ہو اُس کے قلم سے اس فقرے کا نکلنا تعجب ہے۔

نیازمند

علی حیدر طباطبائی

از جناب منشی امیر احمد صاحب علوی بی اے نبیرہ حضرت محسن کاکوروی طاب ثراہ

دانایان فرنگ کا قول ہے کہ شاعری بنی نوع انسان کا ایک فطرتی جذبہ ہے اور اس کا تعلق تہذیب و تمدن سے اسقدر مضبوط ہے کہ جس قوم میں کوئی روشن خیال اور بالکمال شاعر نہ ہو وہ متمدن نہیں کہی جا سکتی اور جس گروہ نے ایک شاعر بھی ایسا بلند مرتبہ پیدا کیا ہو جس کی بلند نظری کے سامنے سخن فہموں کو سر تسلیم خم کرنا پڑے اس کی نسبت سمجھنا چاہئے

ملاحظہ فرمانے لگے ہیں۔

میں بہ سبب پیرانہ سالی ومشغولی بعض تصانیف نہایت عدیم الفرصت ہوں اس لیے اس سے زیادہ اس بیان میں طوالت نہیں دے سکتا۔

آخر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ مکتوبات امیر ہر طرح پسندیدہ اور مہذب سخن سنجوں کیلئے ایک گلدستۂ روح افزا ہی۔

خداوند عالم اس کے باکمال مولف کی عمر وجمعیت خاطر میں ترقی عطا کرے آمین۔ وقد کتبہ بیمناہ۔

علی محمد شاد

از پٹنہ

رقم زدہ جناب مولوی سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی لکھنوی پروفیسر نظام کالج حیدرآباد دکن

مکتوبات امیر مینائی مرحوم کو جمع کر کے حضرت ثاقب نے زبان اردو کی بڑی خدمت کی ہی جزاہ اللہ خیرا لجزاء

ان مکتوبات کا مقدمہ بھی نہایت دلچسپ لکھا ہی کہ میں نے جب تک سب پڑھ نہ لیا ہاتھ سے نہ رکھا۔

داغ وامیر کے موازنے میں استدلال وتوجیہات کی جا بجا ضرورت

وہ حضرت ثاقب کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت اور زور قلم کے ضرور قائل ہوں گے۔
میں نے اس مسودہ کو پڑھا اور ان کی محنت و قدر شناسی و قابلیت و
آزادہ روشی پر بے اختیار عش عش کیا۔

ابتداء میں انہوں نے میرے باکمال و واجب الاحترام دوست
منشی امیر احمد صاحب مرحوم کے جو حالات قلم بند فرمائے ہیں افسوس
ہے کہ وہ بہت کم اور ناکافی ہیں لیکن تاہم بہت کچھ غنیمت ہیں ان کے
مکتوبات سے ان کے خصائل حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ اور معلومات
فن پر روشنی پڑتی ہے

امید ہے کہ یہ مکاتیب رہروان جادۂ تکمیل کے لیے چراغ ہدایت
ہوں گے۔

حضرت ثاقب نے بیشک منشی صاحب کے کلام پر بھی آزادانہ ریویو
فرمایا ہے اور پھر جناب داغ کے کلام سے موازنہ کر کے جابجا فرق دکھایا ہے
اس آزادانہ روش کی میں حضرت ثاقب کو مبارکباد دیتا ہوں۔ مگر دبی
زبان سے اتنا عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت امیر کا پہلا دیوان
جس قدر ان کی پختہ کلامی و استادی و باکمالی پر روشنی ڈالتا ہے اس قدر
جدید روش کا دیوان روشنی نہیں ڈالتا۔

بہر کیف موازنے کو میں ہر طرح پسند کرتا ہوں اور اس کو دیکھکر ایک گونہ
تسکین ہوتی ہے کہ اب انتقاد ان سخن لفظ و معانی اور اعلیت مضمون و
واقعیت بیان و ما حصل شاعری کا اپنی دو بینا نگاہوں سے بہت کچھ

لکھتا ہے مولوی صاحب موصوف نے جناب منشی صاحب کے خطوط جا بجا سے بہم پہنچا کر ایک خاص طریقے سے مرتب کئے ہیں جن سے اگر کوئی چاہے تو سوانح عمری کا بہت کچھ سامان حاصل کر سکتا ہے۔

کسی مصنف کے سوانح کا دوسرا ضروری حصہ اس کے کلام کی تقریظ و تنقید ہے۔

مولوی صاحب موصوف نے ان خطوط کے دیباچے میں مختصر حالات کے ساتھ کلام پر ناقدانہ ریویو کیا ہے اور اس فرض کو ایسے بے لاگ طریقے سے ادا کیا ہے کہ استادی کے حقوق بھی نظر انداز کر دیئے ہیں میری رائے جناب منشی صاحب مرحوم کے کلام کے متعلق ممکن ہے کہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو لیکن میں اگر ان کا شاگرد ہوتا تو ایسی بے لاگ بیدردانہ تنقید نہ کر سکتا۔

منشی صاحب مرحوم کی پیشانی میں مرزا داغ بھی آ گئے ہیں اور جب ہمارے دوست کو استادی کا حق اظہار حق سے مانع نہ ہوا تو داغ کا کیا پاس کرتے اس بنا پر داغ کی کمزوریاں اور غلطیاں دکھائی ہیں اور اس میں اس بات سے مدد لی ہے کہ داغ کا علمی سرمایہ کچھ نہ تھا۔

لیکن [illegible] کہ شاعر جس قدر علوم [illegible] سے بے بہرہ ہو گا [illegible] بات ہے کہ شعر [illegible] کی برابر [illegible] شعر [illegible]

[illegible]

ریویوز

نوشتہ شمس العلماء حضرت مولانا شبلی نعمانی

اردو شاعری کے اخیر تاجدار دو شخص تسلیم کئے گئے ہیں، امیر و داغ امیر یعنی منشی امیر احمد صاحب مرحوم شاعری کے علاوہ بہت سے کمالات کے جامع تھے یعنی اگر وہ شاعر نہ ہوتے تب ہی ایک نامور شخص ہوتے، اس بنا پر اور نیز ان کے کمال شاعری کے لحاظ سے ضرور ہی کہ ان کی مفصل اور جامع سوانح عمری لکھی جائے۔ افسوس ہی کہ اب تک کسی نے اس ضروری کام کی طرف توجہ نہیں کی، یہ افسوس اس لحاظ سے اور زیادہ بڑھ جاتا ہی کہ منشی صاحب موصوف کا سلسلۂ تلامذہ نہایت وسیع ہی، جس میں متعدد ایسے حضرات موجود ہیں کہ جو اس فرض کو خوبی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں۔

ہم اپنے معزز دوست مولوی محمد احسن اللہ خانصاحب ثاقب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے گو سوانح عمری لکھنے کی تکلیف نہیں اٹھائی، لیکن اس کے لیے ایک بہت ضروری مصالحہ مہیا کر دیا۔

سوانح کا بڑا ضروری اور دلچسپ حصہ اس شخص کے روزمرہ کے حالات و مقالات و خیالات ہوتے ہیں، انسان کے خیالات اور انداز طبیعت کا پتا زیادہ تر اس کی خط کتابت اور مراسلت سے

ولہ

پنجہ تو استاد کے خط جمع ہوئے — شکر صد شکر خدا سے یہ تو ہم
عود ہندی کی طرح ہند میں سب ہے — اب ان اردوی معلیٰ کی بھی دہوم
سال ترتیب یہ لکھو ز آہ — واہ رقعات امیر مرحوم
۱۳۲۸ھ

از جناب مولوی رضا علی صاحب وحشت ارشد تلامذہ حضرت امیر (کلکتہ)

یادگار از امیر مینائی — آں سخن پرور ستودہ صفات
بود ایں دفتر مکاتیبش — کہ ز تا تب دوبارہ یافت حیات
فکر تاریخ داشتم وحشت — گفت ہاتف، بلیغ مکتوبات
۱۹۱۱ع

از حضرت خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز لکھنوی (مصنف کلیات نظم و نثر)

فارسی

امیر احمد امیر آں میر مینو جائے مینائی — کہ با حوراں بود صبح و مسا در بادہ پیمائی
سخن دیر مغان و بود او پیر مغاں گویا — کہ طبعش کرد مینائی بدور اشعار صہبائی
سخن دانی سخن گوئے کہ اندر عرصۂ اردو — ربودہ گوئے از خیل سخن گویاں بگویائی
فراہم کرد مکتوبات او را احسن اللہ خاں — بکار احسن حسنت آفریں بر کار فرمائی
ز قند پارسی بود آنکہ چندی در شکر ریزی — ز قند ہندی اکنوں کرد چوں طوطی شکر خائی
ز نیرنگ مضامینی کہ دیدا از نظم و نثر او — طلسمے دلکشائی بست با صد زیب و زیبائی
عزیز از روئے ایمائے نو گفت سنہ بخش — بچشم اہل مینائی سپہرے ہست مینائی
۱۳۲۸ ہجری

قطعات تاریخ

از جناب سید زاہد حسین صاحب زاہد مہوی الکاظمی (صاحب دیوان)

۱۳۲۸ھ

سلے زہے نثر دلفروز امیر — جو ہے مانند نظم پر تاثیر
جب کوئی واقعہ کیا تحریر — صاف لفظوں میں کھینچدی تصویر
فوج مضمون کے ساتھ ساتھ رہی — لفظ و معنی کی بیشمار کثیر
نقش پائے امیر پر وہ چلے — جو پرانی لکیر کے تھے فقیر
رنگ تحریر خوشتر از تقریر — طرز تقریر بہتر از تحریر
نقطۂ نون خط ہر اک نقطہ — اور خط جوہری ہر اک لکیر
نثر اور نظم دونوں یکتا ہیں — دونوں ہموزن طرز غالب و میر
مایۂ ناز لکھنؤ کے لیے — باعث فخر مصحفی و اسیر
ایک نمبر بڑی ہوئی نکلی — میر سے بھی امیر کی توقیر
خان ذی شان جناب ثاقب نے — جو کہ ہیں قندپارسی کے مدیر
جمع یکجا کئے ہیں چند خطوط — پاسے جو کچھ نظیر اور قطمیر
ہے وہ ہر خط میں نور کی تحریر — جس سے روشن ہو عقل اور ضمیر
بہر تعلیم اور سبق آموز — بہر ہر طفلک و جوان و پیر
سال ترتیب یہ خرد نے کہا — ہیں خرد نامہ نامہ ہائے امیر

۱۳۲۸ھ

جانیں ۔ آدمی متین اور مستقل مزاج اور متمول ہیں مضطرب الحال نہیں نواب مرزا خاں صاحب داغ سے کارخانہ اصطبل پہلے نکل گیا تھا فراشخانہ کی موجودات وہ خود دیکھا کر مستعفی ہوئے استعفا منظور اور رخصت دو ماہ کی منظور ہو گئی ۔ وزیر ہوئے کہ وہ بھی چلے گئے احتمال آنے کا ضعیف ہی ہے میں بھی نہایت ہی دل برداشتہ ہوں معمولی وقت پر حسب حکم سرکار تسلیم گاہ میں جاکر تسلیم بجا لاتا ہوں دگر ہیچ .... اگرچہ میں نہایت ہی شکستہ خاطر و افسردہ دل ہوں مگر آپ اپنے بھائی کا دیوان ضرور بھیجئے بسر و چشم لیتے ہونگا ۔ السلام خیر ختام ۲۷ شوال سنہ ۱۳۰۵ھ

۱۹ جولائی سنہ ۱۸۸۸ء رامپور متصل مراد آباد

کچھ معترض ہو جاتا تھا تو میری ناواقفی ہیں وا اُن کو ادا کر کے دستاویز پھیر لیتے تھے پھر مجھے علم آتا تھا جلوت کی ملاقات ہیں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم نوکر اور یہ آقا ہیں مگر خلوت ہیں وہ برتاؤ تھا کہ جیسے بے تکلف سچے احباب ہیں ہوتا ہی خصوصیات روزافزوں تھے اب ان امور کا پتا کہاں رام پور ہی اور مڈل پاس مدار المہام بہادر ایک بڑے جفاکش اور مدبر و منتظم آدمی ہیں اصول انتظامی کو انگریزی رنگ پر لاتے جاتے ہیں سب بے خدمت بنظر استحقاق یا خصوصیت و پرورش کسی کو رکھنا یا تنخواہ دینا اصول انتظامی انگلشیہ کے مخالف ہی میری تنخواہیں بھی بلا سبب ماہ کی کمی ہو گئی سرکار گردوں وقار نے اختیارات سپید و سیاہ مدالمہام بہادر کو دے رکھے ہیں ایشیائی باغ جو انہوں نے دنیا بھر سے گل بوٹے چنکر لگایا تھا خزاں کے ہاتھوں اجڑ رہا ہی میں بھی اس باغ کا ایک کملایا ہوا شجر ہوں جس کے بہت سے پھول اور بہت سی شاخیں ہیں پھیلی ہوئی ہیں اب جب اصل شجر ہیں نقصان ہی تو پھول پنکھڑی کی طراوت معلوم مڈل پاس آ آکر ملازم ہو رہی ہیں اور انتظامی گروہ ہیں جگہ پا رہی ہیں حکیم عبدالعلی صاحب ما رکے ملازم ہوے تھے اور ما کی ترقی کر کے تک انہوں نے جگہ پالی تھی اب یہاں کا رنگ دیکھکر وہ ہجرت کر گئی طبیب خاندانی ہیں آدمی معقول ہیں زیادہ حذاقت کا مجھے تجربہ نہیں ہوا ہیں نے سنا ہی کہ مایا ماصہ ماہوار کے قریب وہ آزادی سے اپنے وطن لکھنو ہیں پیدا کر لیتے ہیں۔ دیکھنا چاہئیے کہیں اور جائیں یا نہ

لہذا سب کچھ لکھہ جاتا ہوں جواب جلد لطف ہو

امیر فقیر عفی عنہ

چہ می پرسی زا حوال دل غمدیدہ ام چون شد
دلم شد خون و خون شد آب و آب از دیدہ بیرون شد

قدر دانا دلنوازا! زاد حشمتکم سلام سنۃ الاسلام مدت دراز کے بعد محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا اچھا الثاالزام آپ نے دیا سبحان اللہ رحلت نواب خلد آشیاں کے بعد کئی خط میں نے روانہ کئے اور لخت جگر محمد احمد کا بیان ہے کہ تین خط میں نے بھیجے ایک رجسٹرڈ اور دو بیرنگ مگر کسی کا جواب نہ پایا مجموع پانچ خط ہوئے اور آپ کا ایک عنایت نامہ آج پہنچا ایک پیشتر آیا تھا اس کا جواب جاچکا اس کا جواب یہ ہے میرا حال آپ نے پوچھا اس کا شکر گزار ہوں مگر دکھا ہوا دل زیادہ دکھا بالاجمال تو عنوان کے شعر میں حال موجود ہے تفصیل یہ ہے کہ آقا اور محسن شفیق اور عزیز دوست اور قدر افزا شاگرد و ہنرشناس دنیا سے اٹھ گیا ایک تو اس کی مفارقت دائمی کا غم اس پر طرہ افکار و تشاویش کی زیادتی اس سے قیاس کر لیجئے میرے ساتھ خاص جو اُن کا برتاؤ تھا وہ سوا میرے اور ان کے کسی کو معلوم نہ تھا ۱۰۰؎ ماہوار تو تنخواہ وہ مجکو دیا کرتے تھے اور ہر سال ختم سال پر چار پانچ ہزار روپیا دیتے تھے اور اس طرح دیتے تھے کہ وہ جانتے تھے اور میں اور خدا بس اور کسی کو خبر نہوتی تھی یوں پانچ چھہ سو روپیہ ماہوار مجھے ملتے تھے جس میں میں بسر کرتا تھا اگر کسی وجہ سے

وہ حاصل نہیں ہوئی اب قصد کیا جاتا ہے تو محمد احمد کا مقتضائے عمر نہیں۔
بایں ہمہ وہ ارادہ کرتے ہیں کہ میں تین برس متصل کوشش کروں
اس بارے میں ارباب فہم سے رائیں لی جاتی ہیں چونکہ آپ سرتاج
اہل آرائے سلیم اور اس کے مربی اور میرے مہربان و قدر دان قدیم
ہیں لہذا آپ سے استفادہ و استمداد و استشارہ واجب ہے شرح وبسط
سے اس کا جواب باصواب کہ اس کو کیا کرنا مناسب ہے جو جلد موصل
الی المقصود ہو مرحمت ہو یہ بھی ضرور ارشاد ہو کہ محمد احمد اگر اس ملک میں
رہ کر قانون وکالت یاد کرنے میں یا اور جس ذریعے سے آپ تجویز فرمائیں
فلاح حاصل کرنے میں برس دو برس تین برس کوشش کریں تو مجھے
کس قدر ماہوار کفالت ان کی آسایش رہی کے واسطے ضرور ہوگی نسبت
زمان اطمینان کی جو تین برس اس طرف تھا میں ہنوز پریشاں ہوں مگر ان
تین برس میں جو پریشانیاں رہیں بحمد اللہ کہ ان کے اعتبار سے میرا حال اب
اچھا ہے اور خداوند تعالیٰ آقائے ولی نعمت کو سلامت اور صحیح رکھے تو امید
ہے کہ تلافی افات ہو جائے اگر محمد احمد کے لیے وہاں آپ کی اعانت اور
آپ کی ہدایت آپ کی دستگیری آپ کی سفارش آپ کی عنایت
سے کوئی اچھی صورت رونما ہوئی تو عجب نہیں کہ میری زندگی نے اگر جلد
بیوفائی نہ کی تو کبھی میں بھی ادھر آنکلوں اور زیر سایہ خدام کرام کبھی کسی زمانہ
میں چندے راحت اٹھاؤں یہ ایک معاسے خیالی ہے جس کا حل کرنا
اس وقت مناسب نہیں چونکہ آپ سے کمال خصوصیت معنوی حاصل ہے

مخصوص اشیا کی نسبت مرضی دریافت کی تھی اس کا جواب بھی قلم انداز ہوا پنجوں حقیوں چلموں سے ہیں نے بالکل قطع نظر کی انکا آپ اب ذرا خیال نفرمائیں جب کاریگر اس قدر مجیل ہیں تو آپ بھی مطلق التفات نکریں یہ ہیں نے اس واسطے عرض کیا کہ مبادا آپ کو نصیب دشمنان یہ حجاب خط لکھنے سے روکتا ہو تو اس کو بالکل الفت کیجئے اوروں کے افعال کے ذمہ دار آپ کیونکر ہو سکتے ہیں اور یہ خفیف سا جزئی امر کیوں باعث حجاب ہو میں کبھی آپ کی کم توجہی پر اس کو حمل نہیں کر سکتا حاشا ثم حاشا وکالت کی نسبت لکھنو میں آپنے کچھ مجکو تحریر فرمایا تھا جس کی تفصیل میں بھول گیا لہذا امیدوار ہوں کہ پھر مفصل ارشاد ہو کہ کتنے زمانہ میں اس ملک میں ذہین آدمی جو نا واقف انگریزی ہو اور عربی فارسی اردو سے آگاہ ہو وکالت کی لیاقت حاصل کر سکتا ہے اور کیا کیا مدد اس کو آپ کے سرکار سے مل سکتی ہے محمد احمد کو اس ریاست میں پچاس روپے ماہواری تک کی نوکری مل سکتی ہے مگر ترقی معتدبہ کی امید نہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ میں فراخور حوصلہ فلاح حاصل کروں اور میں بھی اس کو بخیال حاجات آئندہ پسند کرتا ہوں اس لیے کہ میرا ہر نفس واپسیں ہے اور اعقاب کا قافلہ بڑا ہے اور کوئی پیدا نہیں ہوئی پھر اس قافلے کی خدمت گزاری بغیر عمدہ وجہ معاش سے کیونکر ہو سکے گی میں نے تو وقت اچھا پایا دس برس تو میں سے اچھی گذر گئی اب صرف ہندوستانی لیاقت کو کوئی پوچھتا ہی نہیں وہ سلطنت انگشیہ بے ریاست کے قیام سے

فرمائیں اور جس جگہ جو خدشہ ہو وہ لکھدیں میری نظر میں خود بجا بجا مخدوش ہی جس کی
اصلاح وقت تالیف لغت کی جائے گی دامن گلچیں سے ہیں سنے مدت ہوئی
کنارہ کیا ایک سال پورا کر دیا تھا تاکہ زر واجب خریدار ونکا اپنے ذمے نرہے
جب پارسال میں لکھنؤ سے رامپور چلنے لگا تو اپنے ایک عزیز شاگرد واحد علی
بسمل کو سپرد کیا کہ وہ اپنے شوق سے بقدر امکان اس کو سنبھالتے ہیں مگر سنبھل
نہیں سکتا اس لیے کہ مجھے یہاں مطلق فرصت نہیں جو خود کچھ کہوں یا
شاگردوں کا کلام بنا سکوں اور محنت کے بغیر کوئی کام ہو نہیں سکتا میرے
سب اطفال بکمال ادب تسلیم گزار ہیں کم فرصتی میں یہ چند سطریں لکھیں اور
مکرمت نامہ عالی محمد احمد کو دیدیا غالباً وہ کچھ لکھیں گے امید ہی کہ سلسلہ
رسل و رسائل جاری رہے اور تغافل نفرمایا جاسے فقط

امیر فقیر عفی عنہ

۱۹ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ ہجری روز جمعہ

مخدوم مخلص نواز سلامت ۔ تسلیم و تکریم ایک مدت سے آپنے مخلص
نوازی کے خلاف یہ شیوہ تغافل شعاری اختیار کیا ہی کہ جب تک آرزومندان
اخلاص نقش اچھی طرح تڑپ نہ لیں تب تک ان کی طرف التفات
ہوتا ہی نہیں ہر نامہ نیاز کا بصیغۂ رجسٹری روانہ کرنا تکلف سے خالی نہیں
اور بغیر اس کے جواب لطف نہیں ہوتا براسے خدا یہ رنگ اب بدل دیجئے
اور بوضع قدیم مہربانی فرمایا کیجئے کچھ تحائف جرائد و کتب مطلوبہ کے قسم سے
بھیجنے کو آپ نے لکھا تھا اُن کا بھی انتظار رہا میں نے یہاں کی چند

کیوں کر ملاحظہ ہوتے سوا آپ کے چند احباب کے کسی کو بھیجا ہی نہیں سر
الفرڈ لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی جن کی فرمایش
سے یہ نمونہ درست کیا ہی وہ ابھی اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتے
محمد احمد نے ان کی رائے کے موافق سفر عمدہ مقامات ہندوستان کا ارادہ
کیا ہی چنانچہ علیگڈہ میں آنربل سید احمد خاں سے ملکر دہلی سہارنپور انبالہ
پٹیالہ امرتسر لاہور وغیرہ کی سیر کی اور ان مقامات کے لایق یورپین اور
ہندوستانیوں سے ملکر رائیں لیں اور جن کو لایق سمجھے ان سے ممبری
کی درخواست کی اور جن کو اہل اور متوجہ نہ پایا ان سے ہاتھ اٹھایا فہرست
مشیر اور انتظامی کمیٹی کی جو اس میں ہی وہ قابل اعتبار نہیں بہت لوگ گھٹ
جائیں گے اور بعض بڑہ جائیں گے کسب زر اس گردش سے مقصود
نہیں اس کی بصورت جو کچھہ صاحب فرمایش کو منظور ہوگی وہ کریں گے
مقصود اس سیر و سیاحت سے لایق ممبروں کی تجویز اور ملک کو متوجہ کرنا ہی
البتہ اس سفر میں جو مصارف پڑتے ہیں وہ میری زیرباری کا باعث ہونگی
اور شہر بہ شہر کئی برس سے ایسے پیچ پڑے ہیں کہ متحمل ایسے مصارف کا ہونا
دشواری سے خالی نہیں دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے محمد احمد اب کی مرتبہ جائیں گے
تو غالباً آپ ہی کی طرف کا سفر کریں تاکہ آپ سے ملیں بھی اور علاوہ حصول
زیارت بر لانے کے اس کی پوری حقیقت من اولہ الی آخرہ عرض کر
دیں اور بہر عنوان استمداد کریں مگر وہ استمداد ہرگز کسی ایسے نہ ہوگا
سے مقصود نہیں جو بار خاطر ہو امید ہی کہ آپ پورے نمونے کو ملاحظہ

رہتی ہے آپ لوگوں کی سعی جمیل بہت باعث شکر گزاری ہوگی ۔ اعزہ جان مولوی محمد اعجاز حسن خاں اور اقبال نشان منشی محمد محبوب حسن خاں اعلیٰ اللہ شانہما کو سلام و دعا بوحدت مضمون فقط

امیر فقیر

۱۶ ۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء

مولوی محمد مہدی حسن خاں صاحب شاداب رئیس رسول پور کے نام ؀

میرے قدر افزا دلنوازی میں یکتا سلامت ۔ سلام نیاز مکرمت نامہ عالی کے جواب میں ۶ ؍ اپریل ۱۹ دسمبر ۱۸۹۲ء کو رسول پور بھیجا تھا پہنچا تو ہوگا مگر رسید نہ آنے سے ذرا تردد ہے کئی دن ہوئے ایک نمونہ امیر اللغات کا روانہ خدمت عالی کیا ہے امید ہے کہ نوبستہ ملاحظہ ہو کر پوری ممبری اس کی قبول فرماکر سند قبول الطاف ہوا ہوگا ۔ ایسے دیکھا ہے محمد احمد نے صحت پاکر پنجاب کا سفر کیا ہے ایک ہفتہ میں واپس آنے کا ارادہ ہے اس سفر کا نتیجہ اگر اس لغت کے حق میں اچھا ہوا تو دوسرا سفر اور کسی [illegible] پر کریں گے [illegible] سفر کیا جائے گا مگر جناب لفٹنٹ گورنر [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

کی وجہ سے جواب بھی نہیں دے سکا۔ جبس قولنج کا دورہ پڑ جانے سے طبیعت بہت سست ہے۔ علاوہ بریں اکثر اعزہ کی بیماری سے نہایت تشویش اور پریشانی رہتی۔ آپ کا کلام میں نے بحفاظت رکھوا دیا کہ ذرا طبیعت کو سکون اور اطمینان ہو جائے تو اُسے منگوا کر دیکھوں۔ امید کہ آپ اس تاخیر کو بے التفاتی پر محمول نہ کریں گے۔ کبھی کبھی اپنی اور سب کی خیریت سے مسرور کرتے رہیں۔ عزیزی محمد ابوالحسن خاں کو دعا۔ میں محمد امجاد حسن خاں کو دعا و حبیب

امیر بیگم

عزیز از جان اقبال نشان زاد عمرکم دعا سے ترقیات دارین تحریر سعادت تحریر موجب افزائشِ دید و دل ہوئی۔ دوسرا حصہ جلوہ خضر کا بھی پہنچا۔ اس محبت و سعادت کا شکرگزار ہوں۔ حق تعالیٰ تمہاری عمر دراز اور تم کو اقران و امثال میں ممتاز رکھے۔ افسوس کہ یہ کتاب بہت ہی بری چھپی۔ بہرکیف مجھے جو اس کی نسبت فکر تھی وہ تمہاری عنایت سے رفع ہو گئی۔ صفیر مرحوم کے پاس شاعری سے متعلق کتابیں خصوصاً کلیات و دواوین شعرائے سلف بہت تھے۔ معلوم نہیں ان کے اعقاب میں کوئی ان سے منتفع ہوتا ہو گا یا نہیں اور مجھ سا مشتاق ان کتابوں میں سے کوئی کتاب مستعار یا ستانا ہی پا جیسے۔ اگر ممکن ہو تو ان کے کتب خانے کی فہرست منگوا کر ایک نقل اسکی مجھے بھیج دیجیے اور بعد مطالعہ فہرست جن کتابوں کا میں طالب ہوں اپنی توجہ داری سے ان کو مستعار دلوانے میں کوشش کیجیے۔ دفتر امیر اللغات میں کمیاب و نایاب دواوین سے شعرائے گزشتہ کی بہت حاجت

دیوان پاکر سلام اور شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اپنے بھائیوں کو میری طرف سے بہت بہت دعا کہو فقط

امیر فقیر

ریاست رامپور ۲۶ جون ۱۸۹۹ء

گرامی شان سعادت و اقبال نشان زاد عمرکم و اقبالکم دعائے ترقیات روز افزوں۔ نامہ سعادت شمامہ آیا پارسل موصول ہوئی چار پیچے ڈیڑھ جمے اور ایک فتح پیچ پہنچا میں نے خوش ہو کر آپ کو دعائیں دیں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور اس دلنوازی کا اجر دے دیوان نایاب ہے کے نسخوں میں اس شعر کی تصحیح کر دی گئی باقی خیریت ان سطروں کو پارسل کی رسید اور شکریہ سمجھیئے۔

امیر فقیر

مولوی محمد ریاض حسن خاں صاحب المتخلص بہ خیال در ریختہ و دانش در پارسی رئیس رسولپور ضلع مظفر پور کے نام

رامپور۔

۷۔ نومبر ۱۸۹۳ء

اعزبجان معادت و اقبال نشان زادت مراتبکم۔ سلام و دعا۔ آپکا محبت نامہ مع کلام اصلاح طلب آیا تھا افسوس کہ میں اپنی معذوریوں

وقت بنظر رفع نگرانی یہ مختصر تحریر دست رعشہ دار سے لکھکر بھیجتا ہوں جس
وقت وہ عبارت آجاسے گی فوراً بھیجونگا - جلوہ خضر کے دو حصے اور
ہونا اس حصہ دوم سے معلوم ہوا شاید ان کے چھپنے کی نوبت نہ آئی
ہو گی اگر آپ کی کوشش سے قلمی دونوں حصے نقل کے واسطے مل سکیں
تو بہت ہی جی خوش ہو اور اگر صفیر مرحوم کے جانشین مستعار ندیں تو وہیں
نقل لینے کا بندوبست کیا جاسے اور ان کے کتب خانے کی فہرست
بہم پہنچانے میں بھی سعی کرنا باعث منت ہوگا اعزیجان منشی محمد ریاض حسن
خاں کو دعائیں فقط

امیر فقیر مینائی ۱۰ نومبر ۱۸۹۹ء

رامپور ۱۵ - مارچ ۱۸۹۹ء

اعزیجان سعادت و اقبال نشان زاد عمرکم و اقبالکم سلام مسنون
دعاے ترقیات مشحون سعادت نامہ پہنچا اور دس نسخے دیوان نایاب کے
آے باعث سرور موفور ہوئے دیوان کی چھپائی اور خوش اسلوبی دیکھکر
بہت جی خوش ہوا خداوند تعالیٰ تمہاری محنت وحسن کارگزاری ٹھکانے
لگاٸے کہ یہ دیوان محبوب و مرغوب ہو کر قبول عام کا خلعت پاٸے
میری تاریخ جو تمہیں اسقدر پسند آئی اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ تم کو میرے
ساتھ ایک قلبی علاقہ ہے اور میں بھی تمہاری سعادت ولیاقت سے اس
قدر خوش ہوں کہ اس کو بیان کر نہیں سکتا ہمیشہ دعاے خیر سے یاد
کیا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تم کو جمیع مقاصد پر فائز کرے - سعید بندہ زاد

وسرسبزی نشائتیں مشتر نامہ سعادت شمامہ نور بصر و افزائے دیدہ و دل ہوا
بلٹی بھی پہنچی بچوں کا بکس بھی ریل سے وصول ہوا ابھی کھولا نہیں یقیناً نیچے
اچھے ہی ہوں گے۔ میں آپ کی محبت و عنایت کا شکر گزار ہوں نصیب
اعدا طبیعت کیا ناچاق تھی سب مجھے نہایت تردد رہے گا جب تک حسب دلخواہ
صحت کی خبر نہ آئے گی۔ محض استمداد حال کے واسطے یہ تحریر
مختصر نیچے دیکھنے سے پیشتر روانہ کرتا ہوں خدا کرے مژدۂ صحت میرے
دل افسردہ منزل کو جلد شگفتہ کرے اس کے بعد تحریر مفصل بچوں سے
متعلق بھیجونگا سب عزیزوں کو حسب مراتب سلام و دعا۔ محب دلنواز
گرامی شان بابو محبوب حسن خاں ہیر سٹرانیٹ لا کا خط بہت دنوں سے
نہیں آیا ان کو بھی سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون اور دوستانہ
شکایت کوتاہ قلمی پہنچے۔ برخوردار سعادت آثار بابو ظفر حسن خاں کو ادعیہ کثیرہ
کے بعد یہ پیام پہنچے کہ اپنی کیفیت خصوصاً تعلیمی حالت اپنے ہاتھ سے
لکھکر مسرور کریں فقط

فقیر امیر احمد مینائی القلم یکے از اہل دفتر

عزیز از جان من منشی محمد اعجاز حسن صاحب زاد عمرکم و اقبالکم دعائے
سرسبزی نشائتیں و سرخروئی دارین محبت نامہ سعادت شمامہ نور و سرور
افزائے دیدہ و دل ہوا مقاصد حسنہ کا نسخہ میرا مملوک نہ تھا ایک دوست
سے مستعار منگوا لیا تھا وہ اب یہاں نہیں ہیں میں نے ان کو خط لکھا ہے کہ عبارت
مطلوبہ کی نقل بھیجدیں اب تک ان کی جواب کا انتظار رہا اب

پہنچی ہوگی۔ اس کی رسید کا مجھے انتظار ہے پنچوں کے بارے میں جو تم نے دریافت کیا ہے مجھے قفلی دار چند پیچے مطلوب ہیں اور ایک پنچہ پیچوان کا۔ باقی خیریت اپنے بھائیوں کو میری طرف سے دعا پہنچاؤ

امیر فقیر

۲۱۔ اپریل ۱۸۹۸ء رامپور

عزیز از جان گرامی شان اقبال نشان زاد عمرکم دعا کے بعد مدعا یہ ہے کہ تحریر سعادت تحمیر مشعر صحت پہنچکر سرور افزاے خاطر فاتر ہوئی خداوند تعالیٰ ہمیشہ ہمدوش صحت و ہم آغوش راحت رکھے آہنی پنچوں کا بکس کھلوایا گیا تینوں پیچے باعتبار کپڑے اور حسن بندش کے بہت اچھے ہیں کلابتونی پنچوں کی کچھ حاجت نہیں البتہ ان پنچوں میں کوئی پنچہ صرف نے کا جس میں قفلی نہیں ہوتی اور وہیں بنتے ہیں نہیں ہے چند پیچے ویسے مطلوب تھے۔

حافظ جلیل حسن صاحب کو جو تذکرہ لکھنا ہے اس میں قید حیات شاعر نہیں ہے جلوۂ خضر کا پہلا حصہ میرے پاس ہے دوسرا حصہ مطلوب ہے میں بہت ہی مسرور ہونگا اگر آپ اس کا دوسرا حصہ تلاش کر کے مجھے بھیجدیں گے سب عزیزوں کو ما وجب۔

امیر احمد امیر مینائی

رامپور دفتر امیر اللغات

۲۸۔ ستمبر ۱۸۹۸ء

عزیز از جان اقبال نشان زاد عمرکم و اقبالکم دعائے سرخروئی دارین

چکا ہوں اس کی رسید اب تک نہیں آئی۔ عظیم آبادی تاروں کے پہنچنے کے لیے لکھا تھا ان کا بھی انتظار ہے۔ اس قطعہ تاریخ کی رسید بھی آنا چاہیئے کہ نگرانی رفع ہو۔ مدت سے نورچشم سید ظفر حسن کا حال معلوم نہیں میری طرف سے بعد دعا کے کہو کہ کبھی کبھی خط لکھا کریں اور اپنے مشاغل و حالات سے مسرور کیا کریں۔ حجی بابو محبوب حسن خاں بھی کبھی یاد نہیں کرتے ان سے بھی خصوصیت کے ساتھ شکایت ہے

امیر احمد امیر مینائی

کل ہوا اک گلشن شاداب میں اگزار — کتنے دیکھے گلستان کتنے دیکھے لالہ زار
صفحۂ روئے پری دکھلا رہی تھی برگ گل — سطر زلف حور آتی تھی نظر ہر شاخسار
تھا جو بلبل بلبل شیراز کا تھا ہم زباں — تھا جو طوطی طوطی ہندوستاں کی یادگار
تھی بڑی حیرت مجھے یارب کسکا ہے چمن — دیکھکر حیران مجھکو چہچہا اٹھی ہزار
گلفشانی ہے یہ طبع نازک نایاب کی — رنگ لائی ہے یہ تازہ فکر رنگیں کی بہار
چھپ رہا ہے آگرے میں آجکل انکا کلام — فکر سال طبع میں ہیں شاعران روزگار

سن کے یہ مژدہ کہی تاریخ میں نے بھی امیر
ہے یہ دیوان شاعر شیوا زباں کی یادگار
۱۳۲۱

گرامی شان اقبال نشان زاد عمرکم و اقبالکم: دعاے ترقیات روز افزون سرور۔ دست نامہ مورخہ ۔۔ ذیقعدہ آیا مضمون خیر و محبت کے دیکھنے سے بہت ہی مسرور ہوا اللہ تعالیٰ تمہاری عمر و اقبال میں برکت دے اور متاع حمد دارین پر نظر کرے تاریخ طبع دیوان نایاب میں نے لکھکر بھیجی تھی اب تم کو

اکثر جگہ پڑھا نہیں جاتا جس مطبع میں چھپا ہے غالب ہے کہ اس کی اصل منقول عنہ وہاں ہو اگر وہ نسخہ ملجاتا تو اس کی تصحیح ہو جاتی یہ کتاب تو مسخ ہو جانے کی وجہ سے مفید نہ رہی کتاب مصنف مرحوم نے بہت اچھی لکھی ہے مگر افسوس کہ بہت ہی بری چھپی ہے اور اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مابعد کے دو حصے اور بھی ہیں خدا کرے یہ تصنیفات ان کے ضائع نہوئے ہوں اور آپ کی کوشش سے ملجائیں افسوس کہ ان کے صاحبزادے بھی جو ہوشیار تھے قضا کر گئے چھوٹے چھوٹے دو بچے جو باقی ہیں ان سے کیا کام نکلے گا ہاں وہ شاگرد وصغیر مرحوم کے جن کو آپ نے استدراک کیفیت کے واسطے لکھا ہے حسب دلخواہ کوشش کریں تو کام چلے بہرکیف آپ اس باب میں کما حقہ توجہ کیجئے اور مطبع سے اصل جلد ثانی جادہ خضر اگر وہاں ہو تو لیجئے۔

مقاصد حسنہ کا نسخہ ابتک مجھے نہیں ملا تلاش میں ہوں عزیز از جان مولوی محمد ریاض حسن خاں اور محمد ابوالحسن خاں سلمہا اللہ تعالی کو دعائیں فقط

امیر فقیر۔

۱۷۔ اپریل ۹۸ء

ریاست رام پور

گرامی شان اقبال نشان زاد عمرکم حسب وعدہ تاریخ بھیجتا ہوں غالب ہے کہ پسند آئے۔ اس سے پہلے جو تاریخ تم نے بھیجی تھی وہ دیکھکر بہج

آپ بجمیع الوجوہ مطمئن و مسرور ہوں۔ سخندان پارس کا ذکر آگے آپ نے
لکھا تھا چونکہ دفتر امیر اللغات میں اس کی حاجت ہے اس لیے چاہتا ہوں
کہ جس مطبع سے اسکا ملنا ممکن ہو مجھے آگاہ کیجئے کہ میں طلب کر لوں جواب
مفصل دیجئے باقی خیریت سب عزیزوں کو دعا واجب

امیر فقیر

گرامی شان اقبال نشان اعلی اللہ شانکم دعائے ترقیات روز افزوں
نامہ سعادت پہنچا او ممنون کیا دیوان نایاب کا زیر طبع ہونا باعث سرور
ہوا تاریخ طبع اس سنہ کے موافق جو آپ نے مجھ سے طلب کی ہے
میں انشاء اللہ فکر کرونگا اور حسب دلخواہ تاریخ ہو گئی تو آپ کو بھیجدوں گا
وہ تاریخ تو بہت اچھی ہے اگر ممکن ہو تاریخ ترتیب قرار دیکر چھپوا دی جائے
ورنہ خیر۔

عزیزی محمد ابو الحسن خاں کی تاریخ دیکھکر بھیجتا ہوں پورا قطعہ اچھا ہے
میرا جی بہت خوش ہوا طبیعت ہونہار معلوم ہوتی ہے بارک اللہ فی عمرہم
و اقبالہم۔

ضمیمہ دخشق کے صفحات بوجوہ اب تک طبع نہیں ہوئے جس وقت
چھپیں گے آپ کو اطلاع دیجائے گی تاروں سے بنے ہوئے پنکھے جو
شاہجہان آباد میں بنتے ہیں مجھے درکار ہیں اگر آپ مہربانی کرکے بھیجدیں
تو باعث منت پذیری ہے عزیزان سعادت نشان محمد ابو الحسن خاں و محمد
ریاض حسن کو بہت دعائیں۔

رامپور ۲۸ ۔ مارچ ۱۸۹۸ء

عزیزازجان سعادت نشان دعا تمہارا سعادت نامہ پہنچکر کاشف مدعا ہوا تھا دیوان چھپکر مطبع سے آگیا اب جس پتے سے کہو پانچ جلدیں تمہارے لکھنے کے موافق تمہارے نام بھیجی جائیں باقی خیریت امیر تحریر۔

مکرر یہ کہ کوشش کرکے خریدار بہت سے پیدا کرو ہزار جلدیں چھپوائی گئی ہیں بغیر اس کے کہ تم سے دلسوز دل سے کوشش کریں ان کا نکلنا دشوار ہے۔

رامپور ۲۴ ۔ رمضان المبارک ۱۴ھ

سعید کونین سلکم اللہ تعالیٰ فی الدارین دعائے ترقیات روز افزوں قصیدہ آپکا مرسلہ آیا تھا بسبب موسم سرما کے کہ میرے مرض کے نہایت مخالف ہے اس کے دیکھنے کی اب تک نوبت نہیں آئی تھی آج وہ قصیدہ نکلوا کر اور نظر اصلاح سے دیکھکر بھیجتا ہوں تاخیر کی تقصیر معاف کیجئے اور اس کی رسید اور اپنی خیریت سے مطمئن کیجئے۔

احتیاطاً قصیدے کا بیرنگ بھیجنا مناسب سمجھا گیا اعزیجان محمد ریاض حسن خاں و محمد ابوالحسن خاں کو دعائیں۔

امیر فقیر۔

رامپور ۳ مئی ۱۸۹۹ء

گرامی شان اقبال نشان زاد عمرہم و اقبالہم دعائے ترقیات روز افزوں عرصہ سے کوئی تحریر مشعر خیریت نہیں آئی تعلق سبب ہے خدا کرے

مخدوم مکرم بندہ رشید ابدکم اللہ الصمد سلام و دعا آپ کی طرف سے آج تک
یہ بھی مجھے خجالت ہے کہ بن نہیں پڑا کیا لکھوں، اور آج تک کچھ نہ لکھنے کا کیا عذر
کروں آپ کے بہت سے سعادت صحائف آئے اور میری خوشی و شکرگزاری
کے باعث ہوئے اُن تھا کہ میں جواب لکھوا دیتا لیکن اجزائے دیوان
نایاب مرحوم جو آج تک دیکھ نہ سکا لہذا کچھ لکھ ہی نہ سکا اور اس کے نہ
دیکھنے کی علت اپنی علالت کے سوا اور کچھ نہیں ہے خصوصاً اس زمانے
میں بہت ہی غیر صحیح رہا جس بوں کے دورے کثرت سے اور شدت
سے پڑے رات جو دورہ پڑا ہے اس کی ایذا سے اس وقت بیقراری ہے
معدہ اپ وغیرہ کی بھی شکایت ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے آگے ان اجزا
کو دیکھنا شروع کیا تھا اسی سبب سے رہ گیا اب پھر تھوڑا تھوڑا دیکھنا شروع
کیا ہے آپ بھی دعا کیجئے کہ میں صحیح ہوں اور اس سے جلد فراغت کر کے
آپ کے پاس بھیجدوں سب عزیز با وصف گزار ہیں آپ کا دعاگو خیر

[illegible]

اے جان من۔ سلام و دعا لیجئے اور اپنے محبت نامہ مورخہ ۱۱ جنوری
کا جواب لو دیوان نایاب کا پمفلٹ مجھے پہنچ گیا اور اس کے ساتھ
جو خط تم نے لکھا تھا وہ بھی پہنچا تمہاری تحریر پڑھ کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے
آنکھوں کا نور بڑا پانی ہے بارک اللہ وجزاک اللہ میں دیوان کو دیکھنے لگا
دیکھنے کب سے دیکھنا شروع ہوتا تھا ابھی کچھ بھی نہیں دیکھا مجھے اس کی
فکر ہے اور خیال ہے اللہ تعالیٰ میرے خیال کو پورا کرے بیماروں کی بھی

لکھنو کٹرہ ابو تراب خاں۔ ڈاک خانہ چوک

مولوی محمد اعجاز حسن خاں صاحب رئیس رسولپور ضلع مظفرپور کے نام

دفتر امیر اللغات رامپور سٹیٹ

۱۵۔ جولائی ۱۸۹۳ء

عزیزی و سعیدی زاد عمرکم صلاح و فلاح دارین کی دعائیں مدت کے بعد تمہارا نجیفہ سعادت سرو نوا افزائے دل و دیدہ ہوا عمرت دراز باد کہ اس ہم غنیمت ہے اگر اپنا بوڑھا دعا گو سمجھکر کبھی کبھی پتہ سیتے رہو تو تمہاری محبت و سعادت ہے ورنہ کیا شکایت ہے۔ میرا استحقاق جو کچھ تھا وہ نایاب و شاداب کے ساتھ گیا میں صرف تم لوگوں کے تصور سے اپنے دل کو خوش کر لیا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ زندہ اور خوش رکھے باقی دعا کے سوا کیا لکھوں خداوند کریم کہ حافظ حقیقی ہے بخیر و خوبی مسافروں کو واپس لائے آمین تم آپ نور چشم ابو ظفر حسن کو دعائیں اور باتوں کا جواب نور چشم ممتاز علی دیں گے کہ وہ ان سے متعلق ہیں آپ اور ابو ظفر حسن خاں اب کیا پڑھتے لکھتے ہیں کنا تک تحصیل علم کی ہے مشغلہ کیا رہتا ہے براہ سعادت مفصل طور پر اطلاع کیجئے گا

امیر فقیر

رامپور ۱۵ ستمبر ۹۵ء

کا زنگ چھوٹا اور نئی جلادی گئی یعنی آپ کا عنایت نامہ جسمیں کچھ فقیر کا ذکر ہی ملا۔ میں نے سوچکر آپ کی تصویر خیالی ذہن میں کھینچی اور محبت دیرینہ کا مزا اٹھایا سہ اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی۔

رہنما اخبار بندہ زادہ کلاں نے بے شغلی سے تنگ آکر جاری کرنے کا قصد کیا ہی دو اشتہار اسکے بہی بہیجتا ہوں اور گلدستہ بعض احباب نے شائع کرنے کا ارادہ کیا ہی میں نے بہی بتقاضائے سہ

خیال خاطر احباب چاہئیے ہر دم　　انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

ان کے پاس خاطر سے حتی الوسع اعانت کرنے کا وعدہ کرلیا ہی فقیر زادہ یعنی منشی محمد احمد میرے حکم کے موافق اس کے انصرام کا کفیل ہوا ہی اس کے بہی چند قطعہ اشتہار بہیجتا ہوں۔ کساد بازار ان چیزوں کی قدردانی کا بیشک آپ کی تحریر سے بہی زیادہ ہی مگر تاہم سہ

ہنوز آن ابر رحمت درفشان ست　　خم و خمخانہ با مہر و نشان ست

تلاش و کوشش ہوگی تو بہت نہ سہی تھوڑے ہی بہی قدرشناس پیدا ہو جائیں گے۔ یہ تحریر فرمانا آپ کا کہ میرا کلام اساتذہ کے اشعار کے سامنے کیا وقعت پیدا کرے گا دلیل کمال ہے اس لیے کہ کمال آدمی کو ضرور ہی منکسر کردیتا ہی۔ امید ہی کہ اس گلدستے کو اپنا ذاتی گلدستہ تصور فرماکر ہمیشہ اس کی حسن افزائی ملحوظ رہے اور کلام تازہ انتخاب کے بعد عنایت ہوا کرے تم التسلیم

آثم امیر احمد عفی عنہ۔ محمد احمد تسلیم گزار ہی۔

واطمینان کا ملتا ہی ہو وہ امیر اللغات کی تالیف وتصنیف میں صرف ہوتا ہی
شعر وسخن کا مشغلہ مجھ سے بالکل چھوٹ گیا ہی۔ آپ کے حسن اخلاق سے
امید ہی کہ عذر میرا قبول کر کے مجھکو معاف فرمائیں گے۔

امیر فقیر

حضرت طاہر فرخ آبادی کے نام

۲۰۔ ربیع الاول ۱۳۰۲ہجری۔ ۸۔ جنوری ۱۸۸۵ء

شفیق یاد آور مخلصان سلامت۔ سلام مسنون۔ غدر میں اموال
بھی تلف ہو گئے جائیں بھی سیکڑوں ضائع گئیں یہ تو ادنیٰ کیفیات
تھے۔ مگر تجربے سے معلوم ہوا کہ غارتگروں نے ہمتیں بھی لوٹ لیں صفات
قدیمہ بھی خیرباد کہکر سدھار گئے، محبت کا نشان بھی نہ باقی رہا ہمدردی
ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی، قوتیں سلب ہو گئیں، حافظے کام کے نہیں
باقی رہے۔ میرا بھی یہی حال ہوا، حافظے میں مطلق قوت نہیں رہی۔ اسی
زمانے سے ریاست رامپور کو چلا جانا ہوا۔ وہاں جاکر دنیا ہی نئی دیکھی
اور اُس کے التفات نے شب و روز میں کسی ساعت کو خالی نہ چھوڑا۔
معہذا اب جب تاہل کے اپنے افکار نے بھی کچھ حصہ وقت کا دبا لیا۔
اسوجہ سے فرصت نہ ملی کہ یاران قدیم و مخلصان صمیم کو یاد کرتا اور یہی
باعث ہوا کہ آپ کو بھی کبھی کچھ نہ لکھ سکا۔ اب مخدومی و محترمی جناب حکیم
محتشم علی صاحب کے ذریعے سے مدت دراز کے بعد آئینۂ رابطۂ قدیم

نیاز مشحون ۔ نہایت صحیفہ آیا اور اپنے ساتھ عجا بہ ہدیہ لایا ۔ نصاب کا نسخہ جو تحفتہ آپ نے مرحمت کیا میں نے خوش ہو کر اسکو قبول کیا میں نے دو ایک ورق الٹ کر دیکھے ۔ کتاب آپ نے بہت اچھی اور مفید لکھی ہے مرزا غالب مرحوم کا قادر نامہ بھی میری نظر سے گزرا ہے آپ کے یہاں بہت سی باتیں بڑھی ہوئی ہیں ۔ حسن و انسجام کے علاوہ بڑی خوبی یہ ہے کہ الفاظ زوائد بہت ہی کم آئے ہیں ۔ انشاءاللہ یہ کتاب مقبول خاص و عام ہوگی ۔ میری رنجوری و معذوری کی وہی حالت ہے جو لکھ چکا ہوں ۔ مجھے ذرا بھی صحت و اطمینان ہوتا تو آپ کی فرمائش کی خوشی سے تعمیل کرتا ۔ آپ کے اصرار اور اپنی ندامت سے نہایت محجوب ہوں اخلاق سامی سے امید ہے کہ میرا عذر قبول کر کے میری خجالت مرتفع فرمائیں گے ۔ فرزندان و احباب فقیر ما و حسب گزار ہیں ۔

منت پذیر امیر فقیر

رامپور ۔

۲۰ نومبر ۱۸۹۵ء

دلنواز ۔ سلام مسنون اخلاص مشحون ۔ مہربانی نامہ ممنون یاد آوری کیا ۔ آپ نے اپنے مشاعرے کے لیے مجھ سے غزل طلب فرمائی ہے مگر ان دنوں میں بہت ہی رنجور اور معذور ہو رہا ہوں ۔ خود بیمار اور تیمارداروں کا پرسا رہتا ہوں ۔ جو وقت فرصت

یا عدم کارروائی کی تجالات۔ وزیر صاحب سے جواب خط ملنے کی تو پہلے ہی امید نہ تھی۔ آخر وہی ہوا خیر کوئی لکھے یا نہ لکھے تم تو تسکین افزائی میں لگے رہو میں کس حالت کے ساتھ زندہ ہوں اور تمہارے حق میں دعا کرتا ہوں قیمت دیوان کے واسطے پھر ملتمس ہوں کہ جسقدر فراہم ہوگئی ہو جلد بھیجدو باقی خیریت۔ سب چھوٹے بڑے واجب رسان ہیں پانی نہ برسنے سے یہاں کی خلقت تباہ ہورہی ہے الله۔ تم کب ے۔

تمہارا ۱۰ مئی خیر امیر فقیر

پیارے راز۔ منظوم و ناقص و شمع کا رجسٹری شدہ پمفلٹ مجھے ملا اور تمہاری تحریر محبت خیز بھی بشمول پہنچی۔ میں تمہاری سعادت مندی سے مسرور اور نقش وشمع کے بھیجنے سے حضرت برہم اور تمہارا دونوں کا ممنون ہوں۔ حافظ جلیل حسن وطن میں سخت بیمار ہو گئے ہیں۔ میرا دل ہر وقت ہے دعا کے سوا کیا چارہ ہے۔ بھائی تم بھی دعا کرو سب دوست عزیز واجب گزار ہیں۔ حضرت برہم کو سلام اور سپاسگزاری فقط

امیر فقیر

حافظ غلام احمد صاحب فروغی کے نام

ریاست رامپور۔ ۲۰ نومبر ۵۳ء

دلنواز دبستان زادت اخلاقکم بسلام مسنون اخلاص و

دستیاب ہوا۔ ورنہ اس زمانے میں جس کرایہ کو ملتا بناچاری لیتا۔
بناچاری میں اپنی ذات سے خانقاہ معصومی کا مجاور ہوا اور اہل و عیال
کو حافظ عبدالحی والے مکان میں جو میاں صاحب کے مکان سے
جانب جنوب متصل سڑک ہے بھر دیا۔ اسباب حتیٰ کہ کتابوں کی الماریاں
بھی سب کھنڈسار کی زمین پر کھلے میدان میں ہیں اور جہاں تک ممکن
ہی کوشش کر رہا ہوں کہ اسی زمین کی تعمیرات کہنہ میں کسی عنوان سے
صلاحیت برسات بسر کرنے کی نکلے مگر روپیہ بہم پہنچانے میں کچھ
بس نہیں چلتا۔ حرکات مذبوحی اور تپش بسملانہ ہے اب تک اس قدر
ہوا ہی کہ اس احاطے کی چار دیواری خام بن گئی ہے۔ ہر وقت تمہاری اور
جیمس صاحب کی تحریر کا انتظار رہتا ہی۔ باسباب ظاہر مسدود
اور کہیں سے امید گرہ کشائی معلوم نہیں ہوتی فقط

امیر مینائی۔ یکم جون ۱۸۹۶ء

ریاست رامپور

پیارے راز۔ عمر دراز۔ اب تو تمہاری تحریر بھی شاہد مقصود کی طرح
منہ چھپانے لگی، ایک تسکین کا سہارا تھا وہ بھی گیا۔ باوصف اس بات
کے جاننے کے کہ میں تمہارے خط کا کس قدر مشتاق رہتا ہوں اور پھر
خط نہ لکھنا تمہیں ہو ستم ہے کہ نہیں۔ خدا کرے مانع بخیر ہو اور تم خیر و عافیت
سے ہو جیمس صاحب نے تو کوئی تحریر مجھے نہ بھیجی نہ آئندہ بھیجنے
کی امید نظر آتی ہے۔ خدا جانے اس کی علت کیا ہی۔ بیسا اتفاقی ہے

پیارے راز عمردراز۔ نامہ سعادت شمامہ آیا۔ میں نے تمہاری جگہ اس کو پیار کیا آنکھوں سے لگایا۔ خداوند تعالیٰ تمہارے عمر و اقبال میں برکت دے۔ اور صحت و عافیت دارین نصیب کرے۔ نصیب اعدا تمہاری علالت دریافت ہونے سے پریشانی ایک سے ہزار ہو گئی خط میں جو معمولی دیر ہوئی سبھے تردد تھا کہ علت کیا ہے آخر علت نکلی جو حالت تشویش میں باعث مزید تشویش ہوئی۔ جس وقت سے خط آیا ہے ہمہ تن مصروف دعائے صحت ہوں۔ شافی برحق سے امید ہے کہ اب شفا حاصل ہو چکی ہوگی۔ امید کہ جسقدر جلد ممکن ہو اپنی حالت اور مژدہ عافیت سے داعی خیر کو مطمئن کرو جیمس صاحب شکار سے آجائیں تو اب حالت میری اس کی مقتضی ہے کہ جس طرح ممکن ہو ان سے کام نکالنے میں کوشش کرو۔ حاجت جسقدر ہے اور جو حال ہے تم سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے جیسا مناسب سمجھو ان سے کہو۔ تمہاری ہی رائے پر اور تمہاری ہی کوشش پر میں نے اپنے کام کو حوالہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری سعی مشکور کرے۔

تعجب ہے کہ سرکار عالیہ نے گزارش کی عبارت لغور ملاحظہ فرمائی اور پھر کچھ نفرمایا۔ تہنیت عید اضحیٰ میں ایک قصیدہ جناب وزیر صاحب کے توسط سے میں نے پھر بھیجا ہے اس کے پہنچنے اور پیش ہونے کا کچھ حال ابتک معلوم نہیں ہوا۔ تم اگر صحیح ہوتے تو کھوج نکالتے۔ اللہ کرے تمہاری طبیعت اب بالکل اچھی ہو۔

وسیع مکان میری گزر کے قابل باوجود کمال کوشش کہیں

یادگار سلطنت حامیٔ اسلام دلنواز عام کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ ایک بڑی خوش نصیبی ان مرحوم کی یہ ہے کہ آپ سا سعید تابع الرشید دنیا میں یادگار چھوڑا۔ اب آپ کی ذات کریم الصفات ان کی قائم مقام ہے۔ حق تعالیٰ ان مغفور کو غریق دریائے رحمت فرمائے اور آپ کی عمر اقبال کے ساتھ بڑھائے اسوقت افسردہ دلی اور کچھ لکھنے نہیں دیتی۔

فقیر امیر احمد امیر

منشی امتیاز احمد خانصاحب راز کے نام

پیارے۔ خدا کرے تمہاری طبیعت اچھی ہو اور تم حالت سرور و عافیت میں ہو یہ شکایت نامہ دیکھکر منتظروں پر ترس کھاؤ۔ شکایت مجھے اس کی ہے کہ کار برآری درکنار آپکے صاحب نے وہ کوتہ قلمی اختیار کی جس کی مردان ذی مروت و ذی ہمت سے امید نہیں ہوسکتی۔ اگر میں جانتا کہ اظہار مطلب مجھکو ایسا مبتذل کردے گا تو رجوع ہی نکرتا اس واسطے کہ رجوع کا محصل اپنا مبتذل ہوجانا اللھم احفظنا من ہذہ الذلہ۔ اسی کے ساتھ تم سے بھی شکایت ہے کہ کیسا ضروری خط بھیجا مگر جواب ندارد۔ میرے عجز کی حالت اس بے پروائی کو مقتضی نہیں۔ جواب باصواب جلد بھیجو اور جس پیرایہ میں مناسب ہو اپنے صاحب سے بھی دوستانہ شکایت کرو فقط

امیر فقیر ریاست رامپور۔ ۱۴۔ اکتوبر ۹۲ء

غنہ کی تصحیح یوں ہو سکتی ہے کہ شعرا نے گوشہ دامن کو بھی آنچل کہا ہے چنانچہ اس کو میں نے امیر اللغات میں کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے اور یہ دو شعر سند کے بھی آنچل کے لغت میں درج کیے ہیں۔

میر۔ آنچل اس دامن کا ہاتھ آیا نہیں + میر دریا کا سا اس کا پھیر ہے
نسیم۔ دھجیاں دانتوں کا جو آیا تو یہ سوجھی تشبیہہ + صبح نے منہ پہ لیا دامن شب کا آنچل

ساعت اور گھڑی ساعت کے قافیے میں احتیاط تو مقتضی اس کی ہے کہ . . . شاعر بلا ضرورت شدید وہم التباس سے بھی بچے مگر جواز ثابت کرنے کے لیے بہت سے اشعار شعرائے فارسی و اردو کے ملیں گے جن میں انہوں نے جائز کر لیا ہے جیسا کہ بحر نے یہ مطلع کہا ہے
بحر درویشی طریقہ ہے رسول اللہ کا باندھیے تسمہ کمر میں مد بسم اللہ کا
جناب قاضی صاحب کی خدمت میں میری طرف سے تسلیم۔

امیر احمد عفی عنہ۔

رامپور۔ ۲۲ محرم سنہ ۱۵ ہجری

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

گرامی شان رشد و سعادت آئیں قاضی خلیل الدین صاحب سلمکم اللہ الواہب۔ دعائے صلاح و فلاح دارین۔ اس وقت سید جواد علی صاحب کے کارڈ سے وفات قاضی محمد عبد الجمیل صاحب معلوم ہوئی۔ اس خبر نے مجھکو دنیا سے بیخبر کر دیا۔ ایسا قلق ہوا کہ اس کی تعبیر کو الفاظ نہیں ملتے۔ جناب مرحوم سے کریم النفس

نہایت ناتواں ہو رہا ہے۔ کوئی عنوان اس کی راحت اکل و شرب کا اس سے بہتر نظر نہیں آتا کہ اگرچہ وہ بورڈنگ ہوس میں رہے مگر باعتبار ماکل و مشارب کے آپ ہی کا مہمان ہو۔ کسی طرح کا تکلف اس کیلئے نہ فرمایا جائے صرف سالن اور روٹی اور تیسرے کے واسطے کچھ پاؤ دودھ میں نان پاؤ ہو۔

لاڈلا ! جسطرح میں نے بنظر اخلاص و نیازمندی بے تکلفانہ آپ کو اس امر کی تکلیف دی ہے امید کرتا ہوں کہ اسی طرح آپ بھی تکلف نہ فرمائیں اور اپنے ناتوان بچوں کے مثل تصور فرما کر یہ چیزیں کھانا اپنے آدمی کے ہاتھ اوقات معینہ پر کالج میں بھجوا دیا کریں محل التماس خود آپ کو آگاہ کریگا زیادہ سوائے منت پذیری کے کیا عرض کیا جائے۔ آپ کے فرزند ارجمند قاضی خلیل الدین صاحب کو سلام مسنون دعا سمجھیں۔ اطفال بعقیدت خصال تسلیم گزارتے ہیں

فقیر امیر احمد امیر مینائی

قاضی محمد خلیل صاحب حیراں رئیس بریلی کے نام

معدن سر خلیلی قاضی محمد خلیل صاحب سلمہ اللہ الجلیل۔ سلام شوق

کا [illegible] ممنون بنایا [illegible] کیا۔ آجکل اور دامن کے [illegible] میری [illegible]

[illegible]

[illegible]

وسپاس انضمام کے بعد مدعا نگار ہوں کہ نور چشم لطیف احمد مع قافلہ آپ کے اشفاق کریمانہ کے شکر گزار آئے۔ الحق آپ کی ذات ستودہ صفات اخلاق محمدی واشتقاق اسلامی ہیں یادگار اسلاف کرام ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کے انفاس میں برکات روز افزوں عطا فرمائے اور ہمیشہ مکروہات سے محفوظ اور مرغوبات سے محظوظ رکھے۔ یہی سپاسنامہ آپ کے فرزند ارجمند کی نظر سعادت اثر سے ہی گزرے اور دعا سے ترقی عمر وعلم واقبال پہنچے ؎

از دست فقیر بینوا ناید ہیچ — جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

آپ کا منت پذیر
امیر فقیر

ریاست رامپور
۲۸ دسمبر ۹۵ء روز پنجشنبہ

جناب قاضی صاحب مجمع مکارم فراوان سراپا لطف و امتنان دام بالمجد والکرم۔ سلام نیاز انضمام کے بعد التماس ہے کہ بندہ زادہ کوچک محمد مسعود احمد انٹرنس میں امتحان دینے کی ضرورت سے کالج کے بورڈنگ ہوس میں ۱۲۔ دسمبر سے ۱۰۔ جنوری تک مقیم رہے گا۔ میری خوشی تو یہ تھی کہ آپ ہی کے مکان راحت نشان پر قیام ہوتا مگر اسکے مصالح متعلق امتحان اسکو بورڈنگ ہوس کے قیام پر مجبور کر رہے ہیں اور وہ ضعیف البنیان اور اس زمانے میں محنت کی وجہ سے

رامپور افغانان

۱۵ ستمبر ۱۸۹۲ء

مکرم و محترم جناب قاضی صاحب زادت مکارمکم۔ سلام مسنون اخلاص و نیاز مشحون۔ مکرمت نامہ میرے نامہ ہائے نیاز کے جواب میں صادر ہوا تھا۔ اب مجھے انتظار تھا کہ جن عزیزوں کے اتارنے کا بریلی میں بندوبست کرنا ہے انکا تار تعین وقت کے ساتھ آجائے تو آپ کی خدمت میں اطلاع کروں۔ اس وقت راہ سے تار آیا کہ منگل کا دن گزر کر شب کی ریل میں بریلی پہنچیں گے۔ میں احتیاطاً میر ناصر علی اپنے ایک معتمد کو کہ مثل میرے عزیزوں کے ہیں یہ نامہ نیاز دیکر آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں جس جس قسم کی ضرورت مزدوں اور کہاروں اور مکان فرودگی در پیش ہو ان سب کا تکفل آپ کی توجہ سے ہونا چاہیے اور مستعدی سے اسٹیشن پر مع سواریوں کے حاضر باشی اور دو تین وقت تک ریل گاڑیوں کی نگرانی میاں ناصر علی کے ذمہ ہے۔ مزید احتیاط کے واسطے ایک تار ڈاک پر بھی آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔ آخر میں آپ کی مزاج پرسی اور آپ کی عنایتوں کی شکر گزاری کرتا ہوں۔ صاحبزادہ بلند اقبال کو دعائیں۔ بندہ زادگان عقیدت نشان تسلیم رساں ہیں۔

امیر احمد عفی عنہ

رامپور سٹیٹ۔ دفتر امیر اللغات۔ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۴ء

مجمع اخلاق مکرم جناب قاضی صاحب زاد عنایتکم۔ سلام و اخلاص

آنے والی ہے اس کے ساتھ اور بھی اس کے ہمراہی پانچ سات عورتیں ہوں گی ایک چھوٹا بچا ہے منجملہ اُن آدمیوں کے اسکی انا بھی ہے۔ لطیف احمد بندہ زادہ اوسط سواریاں لینے گیا ہے۔ اس وجہ سے کہ مراد آباد سے رامپور تک کی راہ میں دو دریا پڑتے ہیں جن پر اس موسم میں پل نہیں ہے اور بریلی سے یہاں تک راہ مامون ہے۔ میں نے لطیف احمد سے کہدیا ہے کہ بریلی کے اسٹیشن پر اتریں اور ایک منزل کی جگہ دو منزل خشکی کی گوارا کریں۔ اگر وہاں بھی صلاح قرار پائی تو راہ سے مجھے تار آئے گا اور میں بذریعہ خط خواہ بذریعہ تار آپ کی خدمت میں اطلاع دونگا کہ آپ براہ نوازش قدردانہ چند باتوں کا بندوبست فرمادیں۔ ایک ہلکا اور مضبوط میانہ جس پر دو زنانی سواریاں باآسایش بیٹھ سکیں اور ایک کافی وسعت کی ڈولی جسپر بچے کی انا بچے کو لیکر بیٹھ سکے وقت معہود پر اسٹیشن پر مہیا فرمادیں اور احتیاطاً ایک مکان مختصر خالی رکھیں کہ اگر یہ مسافران منزل دور و دراز و چار پہر آسایش لینے کے واسطے اترنا چاہیں تو اس میں اتر پڑیں اور جس قسم کی مدد یہاں آنے کے واسطے کہار وغیرہ کی ان کو درکار ہو اس میں توجہ فرمانے کی بھی آپ سے امید واثق ہے۔ زیادہ تصدیع کی حاجت نہیں۔ صاحبزادہ بلند اقبال کو دعائیں۔ عزیز زادہ نقیر تسلیم رسائی ہیں۔ امید ہے کہ جواب سے جلد مطمئن فرمایا جاہیں۔

فقیر حقیر امیر احمد امیر۔

و تکریم. مکرمت نامہ صادر ہوا اور سرموں کی پارسل بھی پہنچی. سپاس گزار ہوں اور ہمیشہ الطاف و اعطاف کا امیدوار۔

سرموں کا امتحان اپنی آنکھوں کے ساتھ کر رہا ہوں جو سرمہ آنکھ سے موافق ہوگا آپ کی خدمت میں اطلاع دونگا. تین دن میں نے کحل الجواہر کا استعمال کیا اس سے تو کوئی نفع نہ معلوم ہوا - آج سے آپ کے دوست کا دیا ہوا سرمہ لگانا شروع کیا ہی تین دن اس کو بھی لگا کر دیکھوں گا - آنکھوں میں نمی اور چرک لطیف کہ فوراً پلکوں پر آ کر خشک ہو جاتا ہی اور ضعف بصر اور حالت کمینت جو ایک مرض خاص ہی اور کتب طبیہ میں مذکور ہی ان سب کی شکایت مجھکو ایک برس سے ہی. دو چار مہینے سے یہ بجود کیفیات کم ہو گئی تھیں آغاز موسم برشگال سے پھر زیادتی ہی. اشتہار سرمہ کا جو مرحمت ہوا اس کو باحتیاط رکھ لیا ہی. کئی اشتہاروں کے سرمے تو منگوا چکا ہوں اسکو بھی منگواؤنگا. زیادہ مولے شکر گزاری کے کیا لکھوں. فرزند ارجمند کی خدمت میں سلام و دعا پہنچے. اطفال تسلیم گزارہیں فقط

آپ کا منت پذیر - امیر فقیر عفی عنہ

رامپور سٹیٹ. دفتر امیر اللغات

۱۵. اگست ۱۸۹۲ء. روز شنبہ

مکرم و محترم جناب قاضی عبد الجمیل صاحب زاد لطفکم. سلام مسنون! خلاصہ و نیاز مشحون. فقیر حقیر کی ایک لڑکی تیرہ برس ...

جناب قاضی عبدالجمیل صاحب مرحوم رئیس بریلی کے نام

مکرم و محترم مجمع الطاف اکرم دام بالمجد والکرم تسلیم و نیاز پذیرا ہو۔
نورچشم محمد احمد سلمہ ربہ کے ایک بچے کی آنکھ میں مدت سے کچھ ایسی خرابی ہے
کہ باوجود متواتر علاج کے صحت نہیں ہوتی۔ فی الحال یہاں کے ایک
ہندوستانی ڈاکٹر نے تجویز کیا ہے کہ گوشہ چشم کے قریب کا ایک سوراخ
بند ہو گیا ہے جس سے رطوبات دماغ کی طرف نکلتے ہیں اور وہ بغیر سلائی
ڈالے ہوئے کھل نہیں سکتا چونکہ ڈاکٹر موصوف کی تشخیص پر اطمینان
کلی نہیں ہے لہذا ان کی رائے پر عمل کرنے کی مبادرت نہیں ہو سکتی بلکہ
بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی اعلیٰ قسم کے ڈاکٹر کو دکھلا کر ان کی رائے لیجائے
لہذا ملتمس خدمت عالی ہوں کہ اس امر سے مطلع فرمائیے کہ بریلی میں
آنکھ کے علاج کرنے والے کوئی صاحب عمدہ لیاقت اور صداقت کے
موجود ہیں یا نہیں اور آپ سے ان سے اسقدر رسم ہی ہے کہ میں ایک
روز کے واسطے اس بچے کو بھیجدوں اور وہ تشخیص کر دیں۔ بعد تشخیص
ہونے کے پھر ممکن ہے کہ تعمیل کیجائے۔

امیر احمد امیر مینائی ۱۷۔ شوال سنہ ۱۵ ہجری

از ریاست رامپور رہیل کھنڈ

۲۴۔ جولائی سنہ ۹۲ء

مخدوم و مکرم معظم و محترم جناب قاضی صاحبزادہ اشفاقکم تسلیم

دیکھنے کی نوبت آئے گی اسوقت یہ مثنوی بھی دیکھی جائے گی۔ میں آپ کے اخلاق کا حسبقدر شکرگزار ہوں اس سے کئی حصے اپنے قصور خدمتگزاری سے شرمسار ہوں۔ زیادہ دعا کے سوا کیا لکھوں۔

امیر فقیر۔ ۳۱۔ دسمبر ۱۸۹۴ء رامپور

منشی جمیل احمد صاحب شاداں شیخپوری کے نام

مجبی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ فقیر ناتواں بیمار ہے کئی بیماروں کا پرستار ہے۔ شاعری صحت و طاقت کی طرح پیرانہ سالی میں رخصت ہوگئی۔ آپ کی غزل دیکھکر بھیجتا ہوں۔ ماشاءاللہ آپ کی طبیعت اچھی ہے۔ بارک اللہ فی عمرکم۔ رسید مطلع کیجئے گا

امیر فقیر۔ ۱۱۔ ربیع الآخرہ ۱۳۱۲ھ

مجبی۔ دعا و سلام میں آجکل مریض ہوں اور امراض ایسے ہیں کہ سخت بے چین ہوں۔ چونکہ یہ غزل طرح گلچیں کی تھی اس لیے میں نے اس حالت میں بھی دیکھکر اصلاح دی۔ ماشاءاللہ غزل اچھی کہی ہے۔ صاف دو شعر صاف کرکے گلدستے میں بھیجے جائیں۔ کاغذ آپ نے بہت بڑا اور کھترا اختیار کیا ہے۔ آیندہ سے سفید اور چکنے کاغذ پر لکھا کیجئے۔ لفافہ آپ کا بیرنگ ہوگیا تھا۔ دوسری غزل وقت صحت دیکھی جائے گی۔

امیر فقیر

۱۱۔ نومبر ۱۸۹۴ء

کس کے یہاں اچھی ہی۔ آپ کی غزل میں بھی جو شعر متوارد ہوں گے ان کو نکال ڈالیے گا اس لیے کہ جن لوگوں کی غزلیں جا چکیں ان کے کلام سے اب نکالنا ممکن نہیں۔ احتیاطاً یہ مضمون آپ کو لکھدیا۔

۷ نومبر سنہ ۱۸۹۲ء - امیر فقیر

دل کی افسردگی کے وقت امیر　　سیر خلوت ہی سیر کے قابل
عیسوی ہی یہ مصرع تاریخ　　سیر خلوت گرہ کشائے دل

مجبی سلام مسنون اخلاص مشحون۔ اپنی مثنوی کی تاریخ لیجیے اور تاخیر کا عذر قبول کیجیے۔ علاوہ امراض مزمنہ کے لسبب ماہ مبارک رمضان کے کوئی کام مجھ سے نہیں ہوسکتا ہی اس پر بھی کام سے کسی وقت فرصت نہیں ہوتی۔

میرا دوسرا عاشقانہ دیوان زیر طبع ہی۔ آغاز شوال میں چھپکر تیار ہوجائگا اس کا اشتہار بندہ زادہ کوچک کی طرف سے دیا گیا ہی۔ چند قطعے آپ کو بھی بھیجتا ہوں۔ امید کہ حتی الامکان اشاعت و شہرت و تشویق و ترغیب میں کوشش کر کے مجھے ممنون کیجئے اس سے زیادہ آپ سے دلسوز کو لکھنے کی حاجت نہیں۔

امیر فقیر رامپور۔ ۲۸۔ فروری سنہ ۹۵ء

رامپور۔ ۱۲۔ جنوری سنہ ۹۵ء

مجبی۔ کارڈ پہنچا۔ مثنوی کا چھپوانا مبارک ہو۔ سرسری نظر میں ایک تاریخ تاسیف کی نکلی ہی بھیجتا ہوں۔ امیر فقیر۔

بعض جو سے یا سے معروف دونوں کے ۲۰ قرار دئیے ہیں۔ اگر آپ کو یہ مشرب پسند آئے تو آپ بھی اختیار کیجئے۔ اور جلال نے آئی ہیں ۱۰ عدد نہیں لئے ہیں بلکہ ۲۰ عدد لئے ہیں البتہ یوں ہی نہیں لکھی ہے واؤ کو اضافت دی ہے چنانچہ دیوان میں بھی بغیری کے چھپوایا ہے اور افادۂ تاریخ میں بھی اس سے بحث کی ہے مگر میں اسکو پسند نہیں کرتا۔

امیر فقیر۔ ۲۱۔ اپریل ۱۸۹۳ء

رامپور اسٹیٹ۔ دفتر امیر اللغات

دلنواز امیر فقیر محمد نعیم الحق صاحب آزاد سلمکم اللہ القدیر۔ سلام مسنون

میں اس زمانے میں سخت علیل رہا اور اب تک ان عوارض صعبہ سے نجات نہیں۔ آپ کی تحریریں آئیں ضرور مگر پریشانی خاطر سے نہیں معلوم کہ کے قطعہ خط آئے اور ان میں کیا کیا کلام تھا۔ اہل دفتر نے اس زمانے میں میرے نام کی تحریریں لیں بعد صحت جو کچھ مجھے ملیں گی ان کو بسر و چشم دیکھوں گا۔ امید ہے کہ حالت ناسازی طبیعت میں آپ مجھے معاف رکھیں۔ طرح گلچیں کی غزل البتہ مجھے سر دست سن لینا ضروری ہے اس کو انشاء اللہ جلد سنوں گا۔ خوبصورت بنا تخلص بغیر قید تاریخ کے بھی کم ملتا ہے آپ اس میں اور قید تاریخ کی لگاتے ہیں۔

اس زمین میں میرے پاس بکثرت غزلیں آئیں اور یہاں بھی جو لوگ مجھے کلام دکھاتے ہیں انہوں نے کہیں آپس میں شعرا در مصرع متوارد جو دیکھے گئے انکو کبھی کسی کی غزل میں کاٹ دیا کبھی کسی غزل میں وجوہ ترجیح پر یہی نظر کیگئی کہ بندش

سے آیا ممنون سرور کیا۔ غزلیں دیکھی بھیجی جاتی ہیں۔ یہ بات دریافت ہونے سے بہت خوش ہوا کہ آپ تذکرۂ شعرا۔ موسوم بہ چشمۂ خضر لکھ رہے ہیں۔ خداوند تعالیٰ اس کو حسن و خوبی کے ساتھ اختتام کو پہنچائے۔

اس ریاست میں ایک تاریخ لکھی جاتی ہے اس میں کسی قدر میرا حال بھی قلمبند کیا گیا ہے میں حسب فرمایش آپ کے اس سے نقل کرا کے متاقعب بھیجونگا۔ فرصت ہوتی نہیں کہ چشمۂ خضر کی تاریخ ہوں اگر موقع ملے گا اور موانع مرتفع ہوں گے تو فکر کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔

امیر فقیر۔ ۹ دسمبر ۱۸۹۱ء

بھی ز دلطفکم بعد سلام مسنون۔ میرخلوت کے پہنچنے کی اجازت کیا دوں اور اس کے دیکھنے کا اقرار کیونکر کروں جب افکار و آلام و امراض سے ایک غزل بھی دیکھ لینا دشوار ہوتا ہے۔ مجھے مجبور اور معذور سمجھکر معاف فرمائیے آپ کی غزل اگر بھیجی ہوگی تو اصلاح کے بستے میں رکھی ہوگی اب مجھے اب تک اس کے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ جب گلچیں کے چھپنے کا وقت آئے گا دیکھ کر بھیجدی جائے گی۔

میں نے تو اب یہ مشرب اختیار کر لیا ہے کہ آئی اور آئے اور گئی اور گئے سب تیں ذہن کی تو خیال کیجانے اور ۲۰ عدد لیے جائیں پہلے میرا خیال تھا کہ ... عدد شمار کیے جائیں مگر اب

بعض شعر تو بہت ہی اچھے کہے ہیں۔ بارک اللہ۔

امیر فقیر۔ ۲۰۔ دسمبر سنہ ۹۶ء ریاست رامپور

منشی نعیم الحق صاحب آزاد شیخپوری کے نام

مجبی۔ غزلیں آئیں بیماری اور بیماروں کی پرستاری کی حالت
میں دیکھیں۔ ماشاءاللہ طبیعت آپ کی اچھی ہے، خدا عمر میں برکت دے
رشک مرحوم نے کس کتاب میں تانیث و تذکیر حروف تہجی کا ذکر
کیا ہے، اس کتاب کا نام و نشان ضرور لکھیئے اور اگر آپ کے پاس ہو
تو چند روز کو مستعار مجھے دیجئے۔ میرے نزدیک میم ضرور مذکر ہے
اور میں نے مذکر ہی کہا ہے۔ سن بمعنی سال کہیں نہیں نکلتا، فارسی میں بہت
تلاش کیا کوئی سند قابل اعتبار نہ ملی۔ ان معنی میں سنہ ہے، اردو میں
بغیر ترکیب اگر سن بمعنی سال کوئی کہے تو تاویل ہو سکتی ہے، محققین
اس کی جگہ سال کہتے ہیں۔ مردم دیدہ مذکر ہے۔
ولایتی کاغذ پر امیر اللغات کے حصہ اول کی قیمت سات روپے معہ
اور دیسی کاغذ پر چھ روپے ہیں۔ امید کہ غزلوں اور خط کی رسید سے
مطمئن کیجئے۔ داغ کی کیفیت کامیابی دکن مجھے بخوبی معلوم ہے۔
ان کے خطوط اکثر آتے رہتے ہیں۔

امیر فقیر۔ ۱۴۔ نومبر سنہ ۹۱ء

مجبی سلام مسنون۔ مہربانی نامہ مع دو غزل اصلاح طلب

نامہ آیا، آنکھوں کا نور دل کا سرور بڑھایا۔ آپ سات برس کے بعد اپنے
چوکنے پر اظہار ندامت فرماتے ہیں واے بر حال اس غفلت کی نیند سونے
والے کے جس کی عمر قریب ستر برس کے ہوئی اور وہ ایسی غفلت کی نیند
سو رہا ہے کہ کروٹ بھی نہیں لیتا، وہ غافل کون ہے، سراپا التقصیر فقیر امیر جس کی
موت کا وقت قریب آیا اور وہ روز بروز اپنے مولا سے دور ہوتا جاتا ہے
اس کو توبہ و انابت کا خیال آتا ہے تو اس طرح، جیسے خواب میں کسی سرمست
خواب کو کوئی لہر سی آجائے اور آنکھ کھلتے ہی اسے یہ بھی یاد نہ آئے
کہ کچھ دیکھا تھا ایسے سراپا التقصیر سے معذرت خواہ ہونا اور بھی اسکو منفعل
کرنا ہے۔ میں اپنی کوتہ قلمی سے خجل ہوں آپ کی عذر خواہی اور بھی مجھے
نادم کر رہی ہے۔ میری کوتہ قلمی کی علت شدائد امراض عسر بول و حبس
بول ہیں۔ دورے ایسے جلد جلد پڑتے ہیں کہ سلامت افعال میں بہت
فرق آگیا ہے، دل و دماغ سے فکر کا کام کوئی نہیں ہوسکتا۔ شاعری کا
مشغلہ بہت دنوں سے ترک تھا، اب تلامذہ کے کلام کی اصلاح بھی متروک
ہے الا ماشاء اللہ۔ رعشہ اپنے ہاتھ سے لکھنے نہیں دیتا لہذا یہ خط دوسرے
سے لکھوایا گیا۔

مہر۔ امیر احمد سنہ ۱۲۹۹ع بخط طغرا۔

مکرم دوستان۔ ملازم مسنون اخلاص مشحون۔ نامہ عنایت آیا
اور نامہ منظوم اپنے ساتھ لایا۔ آپ کے اصرار نے مجھے مجبور کیا کہ باوجود
نادرستی طبیعت میں نے اسے دیکھا اور کہیں کہیں محو و اثبات کیا بعض

تو آگاہ کیجئے کہ سفر اور سفر میں چند سے اقامت ممکن ہے یا غیر ممکن اور دشوار ہے
یا آسان ۔

امیر احمد بقلم محمد احمد ۱۲ ۔ جون سنہ ۹۵ء

بارک اللہ فی عمرکم و علمکم و عملکم و اقبالکم ۔ محبت نامہ سعادت تصویر یعنی
غزلوں کے ساتھ تحریر پر تنویر آئی اور مسرور کیا ۔ بحمد اللہ کہ اس وقت تک
زندہ ہوں ۔ آب و ہوا کا وہی رنگ ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور اپنی محبت
بڑھائے تو یہ تشویش جائے آمین فآمین ۔

غزلیں دیکھیں دو تین جگہ تصرف کیا ۔ پہنچتی ہیں رسید ضرور لکھئے گا
اور اپنے بزرگوں کو میرا سلام و نیاز تمام کہئے گا ۔ گو ملاقات مجھ سے نہیں ہے
مگر ان کے صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ مشہور ہیں، اور اوصاف
جود و ہمت و کرم سے نزدیک و دور کے لوگ سب مسرور ہیں میں
بھی ایسے حامیان اسلام عالی ہمان والا مقام کا داعی خیر رہتا ہوں
مجیب الدعوات قبول فرمائے ۔ اور عمر و اقبال بڑھائے ۔ ارباب دفتر
امیر اللغات خصوصاً آہ و وسیم کہ میرے عزیز بھی ہیں بجلم خواجہ تاشی
سلام شوق کہتے ہیں ۔

امیر احمد عفی عنہ ۔ ۱۴ ۔ محرم سنہ ۱۳۱۴ ہجری

رامپور دفتر امیر اللغات ۔
۱۱ ۔ دسمبر سنہ ۹۶ء ۔

یاد آور مخلصاں ۔ سلام مسنون اخلاص مشحون ۔ محبت نامہ ملفوفت

دلنواز روحی فداک محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا۔ الفاظ انگریزی کی نسبت یہی رائے میری ہی ہے اور یہی مشرب میر سے موجودہ مشہروں کا ہے۔ کمیٹی میں بھی یہی امر طے ہوا ہے۔ میں بہت خوش ہوا کہ آپ بھی ہمراہی نکلے۔ سلامت نیم آپ کی ہر بات سے پیدا ہے۔ اللہ عمر دراز کرے اور اقبال بڑھائے۔

چند اشتہار بھیجتا ہوں اگر آپ کے التفات سے اس نواح میں بہت سے خریدار پیدا ہوں تو احسان ہے۔

فہرست کتب دیکھی یہ سب کتابیں ا . دفتر میں موجود ہیں اور ان سب سے زیادہ میرا ذخیرہ ہی سالہ ہے کہ وقتاً فوقتاً جمع ہوا۔ آپ کی لیاقتوں سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ اپنو رمضان المبارک پیچ گزرا قریب ہے تو عید میں دیکھا جائے گا سفر کی فرصت مطلق نہ ہو پھر ان سے کرنا معلوم نہیں آسان ہے یا مشکل دیکھا چاہیئے حسرت وعدہ تم ہے۔ غزل کے خیال سے خط بیرنگ بھیجتا ہوں سید ضرور

امیر فقیر ۳۰ اپریل سنہ ۸۹ء

روحی فداک۔ سلام و دعا۔ عین انتظار میں محبت نامہ آیا۔ وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی بشفق فرصت سے جان چھڑا کر نولیں دیکھ لیں یہ سب شعر اچھے ہیں۔ ایک آدھ جگہ دخل دیا باقی ضرورت اصلاح کی نہ تھی۔ میں بھی آپ سے ملنے کا بہت آرزو مند ہوں دیکھا چاہیئے کب یہ آرزو بر آتی ہے۔ آپ اپنی مفصل کیفیات و مشاغل سے

میرے قدردان میرے مہربان، سلام مسنون اخلاص ودہا مشحون لو۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا۔ پیاری نظم و نثر نے مسرور کیا۔ مر کے پاؤں بڑی زمین تھی آپ نے غزل زور طبیعت سے بہت اچھی کہی۔ ایسی زمین میں تکلف اور بناوٹ کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ اثر باقی مرے کی زمین تھی اس میں مزے کے شعر نکلے ہیں۔ دونوں غزلوں کو فوراً دیکھا اور بہ ایسی ڈاک بھیجتا ہوں۔ امید ہے کہ مجھکو ہمیشہ اپنا خیر خواہ سمجھکر کبھی کبھی خط لکھا کیجئے اور ادہر سے جواب میں تاخیر ہو تو کم فرصتی کا عذر قبول کر لیا کیجئے۔

لغت اردو کی نسبت بھی توجہ چلی جائے اس کی فکر کیجئے کہ یہ لغت محبوب ہو کر نکلے۔ اب تک جو لغات اردو میں ہیں انشا، اللہ ان سے تو مفید تر ہونے کی امید قوی ہے مگر انکا رسالہ ادہر متوجہ رہیں کہ جمعیت بڑہے اور نفع عام تر ہو تو کیا عجب ہے کہ ایسی باتیں بڑہتی جائیں آپ گھڑی دو گھڑی روز ادہر بھی توجہ رکھیں تو آپ کی جوان فکر ضرور عمدہ باتیں پیدا کرے گی۔ اصول جو جو خیال میں آیا کریں ان کو ضبط کرتے جائیے اور مجھے لکھتے جائیے۔ وہ مثل لغت عربی ایک رسالہ لغت اردو کا ہو جائے گا۔ کلیات اور الکثریات مضبوط جمع ہو جائیں گے اپنے کتب خانہ کی فہرست بھیجئے تو شاید کوئی کتاب مفید مجھکو مستعار مطلوب ہو۔ مثمر اللغات خان آرزو کا کوئی صحیح نسخہ ہو تو ضرورت ہے۔

امیر فقیر۔ ۱۹۔ اپریل ۱۸۹۹ء

تھی واقف ہو جائیے والسلام بالاکرام ۔

سراپا تقصیر امیر فقیر

۹۔ دسمبر ۹۸ء

گرامی گوہرا ! سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون ۔ سواد تحریر سراپا تنویر سرمہ کش دیدہ منتظر ہوئی ۔ کم فرصتی سے جلد جواب نہ دے سکا ۔ کیفیت آپ کی معلوم ہونے سے بہت مسرور ہوا کہ تم بڑی سے عمر میں چشم بددور بہت کچھ آپ نے سیکھا ہے اللہم زد ۔ اگرچہ مجھکو کثرت کار سے فرصت نہ تھی مگر یہ غزل اور سہرا میں نے دیکھ دیا اور کچھ محو و اثبات کیا کہ پہلی بار آپ نے بھیجا ہے اگر عذر کروں تو شاید خاطر نازک پر گراں گزرے ۔ امید ہے کہ مجھ پیرانہ سال خستہ حال کو آپ اپنی عمر اپنے اقبال اپنے کمال کا ترقی خواہ تصور کریں اور کبھی کبھی یاد فرمایا کریں اور اپنے اب و عم زاد مجدہا کی خدمت میں میرا سلام کہیں والدعا

امیر فقیر مینائی ۔ ۱۹۔ دسمبر ۹۸ء

بندہ نواز ! غزل کی نقل اس لیے بھجوائی کہ آپ نے غزل اپنے خط کی پشت پر لکھی تھی اور وہ پیارا خط میں کیونکر پھیر دیتا ۔ آیندہ جب کبھی کچھ بھیجئے [illegible] لطف ہوتا کہ اطمینان ہو ۔

مکرما ۔ نہایت کم فرصتی ہوں ۔ سہرا سہرے کی غزل دیکھی ۔ [illegible] اصلاح کیا ۔ [illegible] ہی نہیں ۔ امید ہے کہ مجھکو اپنا واقف سمجھکر ہمیشہ [illegible] یاد کرتے رہیں گے ۔

[illegible] ۹۸ء

ان کے علاوہ تین خدمتگار ہیں۔

آپ نے حضور میں میرے آنے کی خبر کر دی بہت اچھا کیا میں ممنون ہوا اور مسرور خداوند تعالیٰ آپ کو اس مرض تبخیر وضعف دماغ و دوران سر سے نجات اور پرہیز کامل کی توفیق دے۔ آج میں نے پھر درخواست رخصت کی سرکار عالیہ کو بھیجی ہے۔ خدا کرے جلد ملازمت و رخصت ہو جائے۔ عزیزاں و رفیقان ہمراہی ما وحب رساں ہیں والسلام

۲۳۔ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

امیر فقیر۔

۴ محمد حبیب الرحمن خاں صاحب حسرت شروانی کے نام

سخنور گرامی گہر۔ سلام مسنون اخلاص و سپاس مشحون۔ مکرمت نامہ آیا ممنون التفات فرمایا۔ سب سے مقدم آپ کی تحریر جواب مسئولات میں آئی جس کو دیکھکر پھر ان نہایت مسرور ہوا اور واجب ہوا کہ دل سے شکر گزاری کرے۔ اہل الرائے کی رائیں کمیٹی میں پیش ہو کر رد و قبول کا فیصلہ ہوگا۔ ابھی دفتر امیر اللغات میں سکرٹری ان کو جمع کرتا جاتا ہے گا۔ کمیٹی جب فیصلہ کرلے گی تو امر منفصل مختار مولف ہوگا۔ میں آخر میں آپ کی عمدہ توجہ کی سپاسگزاری کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ اپنی عمر اور عنوان معاشرت اور جملہ کیفیات سے مجھکو آگاہ فرمائیں اس لیے کہ ممنون اپنے محسن کے حالات سے بیخبر رہے اور غیر کے حالات سے

پاس نابد ہوگا اگرچہ مکان اس قابل نہیں مگر شاید باید زیستن۔ میرے پیارے
اپنی غربت میں میری راحت کے سامان سے فارغ اس سے زیادہ مجھے کیا خوشی
ہوگی کہ غریب الوطن ہو کر ایسے مانوس الطبع ہمدرد کے پاس ٹھہروں۔ مگر میرے
حالات باعتبار عوارض کے ہرگز اس قابل نہیں کہ تنگ مکان میں تھوڑی
دیر بھی بسر کر سکوں۔ اشد ضرورت یہ ہی کہ ایک درجہ مکان جس کی راہ سکونت
گاہ سے اندر ہی اندر ہو اور آدمیوں سے وہاں قریب بھی نہو مجھے خاص اپنے
واسطے چوکی لگانے کو چاہیئے۔ مرض کی وجہ سے گھڑی گھڑی چوکی پر
جانا ہوتا ہی تب زندہ رہ سکتا ہوں۔ تا شاید باید زیستن اگر ممکن ہوتا تو میں
تمہاری یکجائی سے اسکو شاید باید زیستن سمجھتا۔ میرے ساتھ جو میرے فرزند
ہیں وہ بھی بسبب عادات کے تکلیفات شاقۂ تنگی مکان کے متحمل نہیں اور
سب تکلیفیں چند روز گوارا ہو سکتی ہیں مگر جس طرح ممکن ہو کوئی وسیع مکان
جس میں متعدد درجات ہوں میرے واسطے پہلے سے مرتب کر دیجئے
کہ جب تک مہمان سرکاری ہونے کی صورت نہ نکلے وہاں رہوں اور زندہ
رہوں اور کسی قسم کی تکلیف زائد از مکان تم کو دینا نہیں چاہتا۔ یار شاطر ہو کر
رہنا چاہتا ہوں نہ بار خاطر۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ آپ کا دل و دماغ
ہوا رض ہو امراض اور بکثرت فکر سخن سے ضعیف ہو رہا ہی۔ میرے ہمراہی
یہ ہیں۔

لطیف احمد۔ مسعود احمد۔ لیاقت حسین برادر زادہ و داماد بندہ۔ ثابت
علی فرزند خواہر زادہ حقیقی۔ حافظ جلیل حسن جلیل۔ خان علی خاں برادر زادہ

اب غزل کہدینا آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے لہذا خواستگار ہوں
کہ اپنی طبع نازک پر جبر کرکے بالالتزام غزل دینے کا وعدہ کیجئے۔ مگر یہ
پہلے سے کہے رکھتا ہوں کہ غزل ایسی کہا کیجئے گا کہ ہم سے غریبوں کو بھی
کہنے کی گنجایش رہے۔ یہ نہو کہ پہلے ہی سے دنیا بھر کے قلم توڑ دئے جائیں۔
پرچہ ابتداے جنوری میں نکلے گا۔ طرح سے آپ کو پہلے اطلاع دی جاتی
ہے تاکہ عشرہ اولین دسمبر تک آپ کی غزل آجائے اشتہار بھی چھپ کر عنقریب
آپ کی خدمت میں پہنچے گا خدا کرے یہ تحریر آپ کو حالت جمعیت و سرور
خاطر میں پہنچے۔ آپ کی طبیعت بھی صحیح ہو اور خاتون خانہ کو بھی افاقہ ہو
ہر وقت تعلق خاطر ان کی شدت علالت سے رہتا ہے فقط

امیر احمد امیر مینائی

از رامپور۔ ۲۱۔ نومبر ۹۸ء

مصرع طرح بابت جنوری ۱۸۹۹ء

گیسوے پیچاں کی ہیں گلیاں مری چھانی ہوئی۔ مہمانی قافیہ

جناب عم معظم۔ تسلیم و تکریم کے بعد بصد ادب التماس ہے کہ کمترین
عن قریب اشتہار کے ساتھ عریضہ نگار ہوگا۔

لطیف احمد مینائی۔

دلنواز امیر فقیر سلمکم اللہ القدیر و صححکم اللہ عن التبخیر۔ سلام مسنون تملا تر
مشحون۔ نوازشنامہ مورخہ ۱۷۔ اگست اس وقت آیا۔ میں ہمہ تن امتنان
بنا ہوا شکر گزار ہوں کہ جلد جواب پایا۔ آپ نے لکھا ہے کہ قیام میرے

فرمائیے۔ سرکار کے پسند آنے سے مقصود تو یہ ہی کہ اس پر کوئی حسبِ دلخواہ
نتیجہ مترتب ہو۔ عزیزان و احباب موجودہ کو ماوجب فقط ایک خط درخواست
تاریخ دیوان نواب نیاز حسین خاں بہادر جاہ میں کئی دن ہوئے
بھیجا ہی اس کے جواب باصواب کا منتظر ہوں۔

سراپا تقصیر امیر فقیر

از ریاست رامپور ۲۰ - اکتوبر ۱۸۹۵ء

معظم و محترم دام بالعنایتہ والکرم۔ سلام نیاز کے بعد مدعا نگار ہوں
کہ نورِ چشم محمد احمد کے چھوٹے بھائی برخوردار لطیف احمد کی طبیعت شعر سے
بہت مناسب واقع ہوئی ہی۔ اس زمانے میں بسبب بے شغلی کے ان
کو خیال پیدا ہوا کہ دامن گلچیں کے قالب بے جان میں پھر نئے سر سے
سے روح پھونکی جائے۔ مجھ سے اصرار کیا گیا کہ اس گلدستے کی نگرانی
پر مثل سابق پھر توجہ کی جائے اگرچہ میں اپنے آلام و اسقام کی وجہ سے
نکما ہو رہا ہوں مگر ان کی خاطر سے منظور کرنا پڑا۔ گلدستوں کی کثرت
ایسی ہی کہ اب یہ شغلہ بھی ابتذال سے خالی نہیں اور زیادہ تر اسی ابتذال کی
وجہ سے طبیعت گریز کرتی ہی اور پرچے کی رونق بھی مشکل معلوم ہوتی ہی۔ موجودہ
گلدستوں سے فرق کی صورت اگر ہی تو یہی کہ محاسن معنوی میں کوشش کی
جائے اس کا مدار صرف اس بات پر ہی کہ معدودے چند عمدہ نامور
شعرائے خوش فکر و خوش مذاق کا کلام ہمیشہ اس میں چھپے۔ آپ
کی ذات سراپا صفات سے اس طبقۂ نامور کی افسر ہی اور نہایت مشتاق سے

حضرت داغ نازک دماغ ۔ سلام لیجئے ۔ محمد احمد نے جو خط آپ کو لکھا وہ میں نے دیکھا مجھ پر جو آپ برسے ہیں غالب ہی اس کا سبب یہ ہو کہ مرض سے صحت پانے کے بعد مزاج میں جھلا پن آجاتا ہی ورنہ مجھے اپنا کوئی قصور معلوم نہیں ہوتا سہرے نہ بھیجنے کا عذر تو بے جا جب ہوتا کہ ریاض الاخبار میں آپ کے دلی آنے کی خبر نہ چھپی ہوتی آپ خفا ہوں یا خوش ہوں ہم یہی دعا کریں گے کہ ہر حال میں آپ خوش رہیں ۔ دبدبۂ سکندری میں آپ کا سہرا میں نے اپنے سہرے بھیج چکنے کے بعد دیکھا ۔ یہ اخبار میرے یہاں تو آتا نہیں ایک دوست نے مجھے دکھایا ہوں تو سب شعر آپ کے اچھے ہیں مگر مجھکو بھی وہی شعر بہت پسند آیا جس کا مصرع یہ ہی کشتیٔ چشم میں مژگاں کا لگا کر سہرا ۔ محمد احمد کے سامنے ہی میں نے اس کی تعریف کی تھی شاید اس شعر کو محمد احمد نے لکھا ہو گا ۔ معلوم نہیں میرے سہرے آپ کی نظر سے گزرے یا نہیں ۔ حضور میں پیش ہوئے تو غالب ہی کہ آپ تک پہنچے ہوں ۔ مگر میں احتیاطاً نقل بھیجتا ہوں ۔ خانساماں صاحب کا کوئی خط نہیں آیا جس سے پیشی کی کچھ کیفیت معلوم ہوتی کہ سرکار دولتمدار نے توجہ سے ان سہروں کو ملاحظہ فرمایا یا نہیں ۔ قسمت لگی کری ہی اس کی امید کہاں کہ آپ کے سہرے کے سامنے میرے سہروں کے شعر نظر کیمیا اثر میں بچے ہوں ۔ آپ کو کچھ کیفیت معلوم ہو تو آگاہ

٭ پورا شعر یہ ہی ؎ مردم دیدہ بھی یہ چاہتے ہیں پیش کریں ٭ کشتیٔ چشم میں مژگاں کا لگا کر سہرا

تو دوزخی عذاب نار سے بے خبر ہو جائیں۔ پھر دوسرے خزانے کا دروازہ کھلے گا
اس میں ایسی ظلمت اور عفونت ہوگی کہ اس کو اس سے سخت نفرت ہوگی اور ایسا
مغموم ہوگا کہ اگر اس غم کو اہل جنت پر تقسیم کر دے تو جنتی لوگ دوزخیوں کی طرح
پریشان ہونے لگیں۔ پھر ایک تیسرا دروازہ تیسری ساعت عمر کا کھلے گا وہ بالکل خالی
ہوگا نہ اس میں نور ہوگا نہ ظلمت نہ خوشبو ہوگی نہ عفونت اسکو دیکھکر اسے
نہایت حسرت ہوگی۔ الغرض اس حدیث سے ثابت ہے کہ ہر انسان کی دولت
عمر گرانمایہ عمر کی ہر ساعت اک خزانہ۔ ساعت طاعت وعبادت وہ خزانہ ہے
جسمیں انوار نظر آئے اور ساعت معصیت وہ خزانہ ہے جسمیں ظلمت اور عفونت
کا ذکر ہوا۔ اور جو ساعت عمر طاعت ومعصیت دونوں سے خالی تھی اس کا
خزانہ خالی دیکھا گیا جس کے رائگاں ہونے کی حسرت ہمیشہ رہی گی۔ اے
میرے اللہ مجھ ناصح بے معنی کو جو خود نصیحت ہے اور داغ کو نصیحت کر رہا ہے
محض اپنے فضل وکرم سے اپنے مرضیات میں کوشش کی توفیق دے اور میرے
سب عزیزوں دوستوں کی عمروں کا خزانہ بھی اپنے انوار رحمت سے بھر دے
آمین۔ پیارے داغ میرے لکھنے کا برا نہ ماننا خوشامد کرنے والے تمہارے
سیکڑوں ہیں ملامت کرنے والوں میں ایک مجھی کو رہنے دو۔ میرا خطاب
تمہاری طرف ہے مگر درحقیقت اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوں۔ بڑھاپے میں
بجز منعم حقیقی کی نعمتوں کا شکر ضرور کرنا چاہئیے خلق کے حق میں بھلائی کرنا بڑا
عمدہ شکر ہے اسپر بھی قلم زبان دل کبھی نہ رہے۔ فرزندان اہتمر اور جملہ عزیزا
واحباب تسلیم گزارہیں فقط

اپنا بقیہ نجم... ۹۳ مئی

امید کہ اس کا جواب آتا ہوگا۔ آج حمید آپ کا ملازم قدیم میرے پاس
آیا مجھے اس کے دیکھتے ہی وہ زمانہ یاد آگیا جب آپ یہاں تھے اور اس کو
یاد کی لذت میں میں نے اسے گلے لگایا اور اس کی آنکھوں کو جن سے
وہ دس بارہ دن بیشتر آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھا کرتا تھا میں دیر تک
حسرت کی نگاہ سے دیکھا کیا اور بار بار آپ کے حالات اور ضبط اوقات
کی کیفیات پوچھا اور سنا کیا اثنائے سخن میں معلوم ہوا کہ آپ کے
داماد جن کا نام مجھے اسوقت یاد نہیں کہ انھوں نے قضا کی۔ ان کی جوانمرگی
اور اس نو عمر دختر نیک اختر نیک بخت کے صدمے نے میرے دل کو چور
کردیا انا للہ و انا الیہ راجعون کے سوا اس داغ کا کوئی مرہم نہیں اسلئے
آج وہ نہیں کہ ہم تم ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس بیوہ اور سب اعزا
کو صبر و جزائے صبر عنایت فرمائے اور اسوقت کیا لکھوں۔ بارگاہ
ارحم الراحمین میں رحم کی التجا کرتا ہوں اپنے اور آپ کے اور سب عزیزوں
دوستوں کے واسطے دعائیں مانگا کرتا ہوں اس کی رحمت سے امید
ہے کہ بگڑے کام دین و دنیا کے سب بن جائیں۔ پیارے داغ افسوس
کہ میں نے حمید سے کوئی ساعت آپ کی خدا کی طرف مشغولی کی نہ سنی
میں نے حدیث میں دیکھا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کی عمر کی ساعتیں
فی ساعت ایک خزانے کے طور پر اس کے سامنے پیش کی جائیں
اگر کسی ساعت کے خزانے کو تو وہ دیکھنے والا گوناگوں انوار سے لبریز
دیکھے گا اور ایسا خوش ہوگا کہ اگر اسی خوشی کو دوزخیوں پر تقسیم کردے

گلدستے والوں سے جدا تاک میں دم ہے۔ گلدستے برساتی کیڑوں کی طرح بے انتہا نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ کہاں تک آدمی خاطر کرے ہاں ایک امیر اللغات کی تکمیل کا خیال کئی وجہوں سے ہے ایک تو یہ کہ جنرل صاحب مرحوم کے اصرار سے عہد عرش آشیاں میں ریاست سے روپیہ قرض لیا اور وہ قرض بڑھتے بڑھتے حد سے بڑھ گیا۔ اب اگر اس کو چھوڑ دوں تو اس کے ادا کی امید بھی ہاتھ سے جائے دوسرے یہ کہ ملک میں کیسی بدنامی ہو۔ تیسرے ایک عمدہ سرمایۂ معلومات رائگاں ہو۔ چوتھے یہ جو خیال ہے کہ دین کی کتابیں بھی اردو میں ترجمہ ہوتی چلی جاتی ہیں اُن میں بھی اردو کا جامع لغت مدد دے گا۔ اگر ایسا ہوا تو مجھے ثواب بھی ملے گا ترک کرنے میں یہ ثواب بھی ہاتھ سے جائےگا۔ الغرض ایسے ہی خیالات ہیں جو رؤسا سے التجا پر آمادہ کراتے ہیں۔ ریاست بھوپال سے قدر دانی ہوئی اور میری حیثیت سے بڑھکر ہوئی مگر یہ کام اتنا بڑا ہے کہ اس کے واسطے وہ مدد کافی نہیں سب سے بڑی سرکار اللہ رکھے وہی سرکار آصفیہ ہے وہاں سے لاکھوں کے وارے نیارے بھی ہو سکنا ممکن ہے بشرطیکہ بن پڑے۔ بڑے دربار سے مدد بھی بڑی ہی ہونا چاہیئے۔ آپ اپنی فراخ حوصلگی سے کوئی عمدہ رائے فلاح نکالئے تو بات ہے زیادہ کیا لکھوں۔

امیر مینائی۔ ۵۔ جون ۱۸۹۳ء

بندہ نواز سلام نیاز۔ ایک تحریر آپ کی تحریر کے جواب میں بھیج چکا ہوں

تحریر تالیف ہی فقط

یادآوری کا منت پذیر امیر فقیر

از ریاست رامپور۔ ۲۶ جولائی ۱۹۰۰ء

بندہ نواز۔ میری ناتوانی و اضمحلال اور افسردہ دلی پر آپ کو تاسف نہ ہوگا
تو اور کسکو ہوگا۔ میں آپ کی ہمدردی کا شکر گزار ہوں اور ہمیشہ دعائے
حسن خاتمہ کا خواستگار رہوں دنیا سے اگر ایمان کامل کے ساتھ توشہ
راہِ عقبیٰ لیکر عقبیٰ کی طرف جانا ہو تو دنیا کی ان تلخیوں کا جو پیرانہ سالی میں
درپیش ہیں کچھ ڈر نہیں۔ افسردہ خاطری کی تو یہ کیفیت ہی کہ موت کا تصور ہر
ہر وقت سر پر سوار رہتا ہی شاعری سی محبوب چیز اس سے بھی گویا سروکار
نہ رہا۔ آگے تو ایسا ہوتا تھا کہ کبھی کچھ پھر پچے سے کوئی موج آجاتی تھی اور
کچھ کہہ اٹھتا تھا اب وہ بھی نہ رہی۔ تمہاری طرح کی ہوئی زمین سے بگاڑ
ڈال دیا آدمی بنا کے مجھے پچیس میں دیکھی اور بہت سے خط گورکھپور سے
تقاضے کے آئے کہ غزل دیجئے مگر اسوقت تک ایک مصرع بھی نہ کہا اور
نہ آئندہ امید ہی کہ کچھ کہوں۔ اصلاح کے واسطے ممالک نزدیک و دور
سے بہت کثرت سے کلام آتا ہی اور مجبور ہوکر کبھی روز کبھی دوسرے تیسرے
دن کچھ کچھ بناتا بھی ہوں مگر وہی اچاٹ طبیعت سے میری افسردہ دلی
سے میرے دوست عزیز شاگرد بھی اس فن کی طرف توجہ نہیں بڑھا سکتے
آپ نے جو لکھا ہی کہ اصلاح کی وجہ سے فرصت نہیں ملتی جان غضب
میں ہی مجھے اس کا خوب یقین ہی اس لئے کہ مجھپر بھی یہی گزر رہی ہی

سفارش کی اس کا شکر گزار ہوا اگر میرے حق میں مساعی جمیلہ کا اثر اگر
یہ ہو کہ امیر اللغات کے باب میں کافی مدد ملے تو البتہ مزید منت کا باعث
ہے اس لئے کہ اب مجھ میں پیرانہ سالی اور عوارض و خستہ حالی نے
وہ طاقت نہیں چھوڑی کہ میں وہاں پہنچے اور اعزاز حاصل کرنے کا حوصلہ
کروں یہ جامہ اولوالعزمی آپ ہی پر قطع ہے۔ حق تعالیٰ چشم بد سے محفوظ
رکھے۔ آمین۔ اساڑھ ادھر یوں گزرا ساون میں برسات شروع ہوئی
ردیف الف میں چند نہیں جو آپ نے طلب کی ہیں متعاقب فکر کر کے
بھیجونگا۔ مگر نہیں تو آپ ایسی خوبصورت نکالتے ہیں کہ کبھی کبھی مجھ سا
افسردہ خاطر بھی ان میں کچھ کچھ کہہ اٹھتا ہے میرے اطفال اور عزیزان
و احباب بہ کمال اخلاص و نیاز ما وجب گزار ہیں اور ہمیشہ نظر لطف
کے امیدوار۔

ریاض کو میں نے نصیحت نامہ لکھا تھا عجب نہیں کہ اس کا اثر
کچھ ظاہر ہو کچھ نہیں تاہم گلدستہ نسیم نے اس دفتر سے علاحدہ ہو کر
گورکھپور میں نکلا ہے اور نہایت اصرار کر کے ریاض کو اس کی رونق
دینے کی کوشش پر مجبور کیا ہے اس میں کبھی کبھی آپ بھی غزل بھیج دیا کیجئے
مجھ سے بھی غزل کے لیے اصرار ہے عجب نہیں کہ تشنے سے مجبور ہو کر بعد
شاعری کے متروک و ترک ہونے کے میں بھی کبھی کچھ کہوں اور تو اگلے پر
شہید ان میں ہوں۔ سلسلہ خط و کتابت آپ سے جاری رکھو تو دل کی
قوت بڑھے۔ دوسرا حصہ میر نغمات کا زیر طبع ہے [illegible]

جو تاریخیں لکھیں وہ آپ کے پسند کرنے سے سرفراز و مسرور ہوے۔
بندگان عالی کی توجہ فن شعر کی طرف معلوم ہونے سے آپ کی
طرف مزید التفات اور ترقیات مراتب کی امید کو قوت ہوئی خداوند تعالے
روز افزوں آپ کے اعزاز کو بڑھائے اور اس فن کو چمکائے۔ ملک کو قدر ہو
یا نہ ہو میری نظر میں تو جسقدر ہے اس کو آپ کا دل بخوبی جانتا ہوگا۔ آپ
حاسدان کوتہ اندیش کا کچھ خیال نہ کریں۔ ارباب کمال خصوصاً وہ
جن سے زمانہ کچھ موافقت کرتا ہے ہمیشہ محسود ہوا کرتے ہیں۔ محسود ہونا
سرمایۂ فخر و ناز ہے حاسد ہونے سے خدا محفوظ رکھے۔ میرا جی یہی چاہتا ہے
کہ آپ جسقدر اپنے کمال اور قدر کمال میں ترقی کریں اسی قدر انکسار و
تواضع میں بھی ترقی کریں اس لئے کہ شجر میوہ دار کی شاخیں ہمیشہ جھکتی
ہیں سہ
تواضع ز گردن فرازاں نکوست ؛ گدا گر تواضع کند خوے اوست
میں نے اپنی تحریر اولین میں ناصحانہ جو کچھ آپ کو لکھا وہ محض درد
مندی اور خیر اندیشی سے تھا آپ اس کا برا نہ مانئے گا۔ دلسوز دوست
کا جی جب سلگتا ہے تو وہ دلسوزی کی راہ سے دوست کو اس راہ چلنے
سے روکتا ہے جو اس کی بدنامی کا باعث ہو۔ یہ زمانہ بہت غنیمت ہے جہاں
تک ہو سکے لوگوں کے ساتھ احسان کیجئے۔ اس سے میرا مقصود
اپنے حق میں سعی اور احسان نہیں ہے میں تو بغیر اس کے بھی آپ کا
ممنون ہوں۔ خانساماں صاحب سے جو آپ نے میرے حق میں

اخلاص نواب احمد سعید خاں بہادر قبول فرمائیں آپ کے اخوانِ گرامی شان کو سلام مسنون، دعا مقرون۔

میاں کبھی کسی مزار پرانوار پر جانا ہو تو ذرا اس سیہ کار کے حق میں بھی دعائے حسن خاتمہ کرنا ہر نفس نفس واپسیں ہے۔ دیکھا چاہیئے کیا معاملہ پیش آتا ہے ؎

کیا کہونگا کوئی محشر میں جو پوچھیگا امیرؔ ٭ کیوں نہ بگڑی ہوئی باتوں کو بنا آئے ہوتے

امیر دلگیر حسرت خمیر یاس تصویر۔

میرے پرانے یارِ غمگسار حضرت داغ سلامت۔ سلام اخلاص و نیاز التضام۔ پہلا نوازش نامہ ۱۶۔ ذی الحجہ کا لکھا ہوا اور دوسرا عنایت نامہ ۲۲۔ ذی الحجہ کا تحریر کیا ہوا دونوں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے آئے تخرجے والی تاریخ میں آپ نے حوصلے سے متعلق کیا کیا لطیفے لکھے کہ جی خوش ہوگیا میں ایسے تخرجے کی تاریخ نہ کہتا تو ایسے لطیفے کیونکر سنتا۔ دوسری تاریخ اس ڈر سے جلد بھیجی کہ شاید پہلی تاریخ تخرجے کی وجہ سے پسند نہ آئے۔ برخورداراں کامگار و شاگرداں سعادت اطوار نے

---

[1] یہ اشارہ اسی تاریخ کی طرف ہے جو حضرت منشی صاحب نے جناب داغ کے طبع میں فرمائی تھی جس کا مصرع آخر [illegible] ہے [illegible] حوصلے جناب داغ سے۔ تاریخ صرف لفظ جناب داغ [illegible] ہے جس میں سے حوصلے کے عدد نکال کر تعمیہ تاریخ کیا ہے اور [illegible] ۱۳۰۵ھ آمد ہے [illegible]۔

جو پرسوں ۵ نومبر کو دلی جانے والے ہیں معلوم ہوگی اور بہت سے اخبار ان
سے آپ سنیں گے جو سب آپ کی خوشی کے باعث ہوں گے ۔ میں
لکھوں تو خط دفتر ہو جائے اور ایک وقت میں لکھ بھی نہ سکوں فیروز کو سلام
لکھوں گا اور ملامت بھی کروں گا اعتقاد تو ان کا آپ کے ساتھ جیسے بڑھا
ہوا ہے اور خود ان کو ابھی آیا کیا ہے جو بد اعتقاد ہوں گے خدا جانے کن حالات
میں ہیں جو خط نہیں لکھا ۔ یہاں بھی ایک ہفتے سے تحریر نہیں آئی ۔ آپ کی
پریشانی اور حیرانی سے جو تعلق ہے اسکو دل ہی جانتا ہے میں بھی اس حالت میں
ہوں کہ خدا رحم فرمائے تو بیڑا پار ہو ۔ پانسو روپے ماہوار کا خرچ اور دوسو
کی آمدنی ہے رحلت خلد آشیاں سے اب تک تین ہزار روپے کے
مصارف آمدنی سے علاوہ بڑھ چکے ہیں اپنی بساط کیا تھی انہیں سات
مہینے میں حیثیت بھی مٹ گئی قرض داری بھی بڑھ گئی خدا ہی سبکدوشی
کا سامان کرے ۔ افسوس ہم سب مسافروں کو کیا بے محل شام ہوئی ہے
تتمہ خط میں آپ نے لکھا ہے کہ یہ پرچہ منشی صاحب کو دے دیجئے گا حالانکہ
کوئی پرچہ ملفوف نہیں شاید سہواً آپ سے رہ گیا اب بھیج دیجئے وہ آپ کو بہت
یاد کرتے ہیں اور مجھ سے زیادہ ان کو یہ گمان ہے کہ آپ خوشحال ہیں ۔ مجھ سی
آپ کی کیفیت سنکر متعجب اور متاسف ہوئے میرے سب اطفال
تسلیم گزار ہیں ۔ آپ مجھکو جب تک میں یہاں ہوں خط لکھا کیجئے ۔ میری
تاریخ روانگی بوجہ موانع چند در چند ٹلتی جاتی ہے مشیت الہی سے کسی کا
زور نہیں چلتا ۔ اوست سلطان ہرچہ خواہد آں کند ۔ میرا سلام نیاز بکمال

فرمائے اور آپ کو صبر اور جزائے صبر عطا کرے۔ ایسی حالت ضعف قلب و ضعف بصر میں آپ نے میرے واسطے اس کلام کی اپنے دست و قلم سے لکھنے میں تکلیف اٹھائی اس تکلیف نے مجھے راحت تو پہنچائی مگر شرمندہ بھی کیا۔ بیوقت تصدیع دینے سے شرمسار بھی ہوں اور اس عنایت و محبت کا شکر گزار ہوں۔ کیفیت صومی زیادہ لکھنے نہیں دیتی۔ یہ چند سطریں بطور رسید لکھدی ہیں۔ انتشار الاشعار دیکھنے کی نوبت ابھی نہیں آئی انشاءاللہ دیکھونگا اور اس سے بھی لذت اٹھاونگا۔

امیر فقیر

ریاست رامپور

۱۸۔ اگست ۱۸۹۸ء

سعید و رشید از لی سلمکم اللہ الولی۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ دیر سے آپ کی خیریت کا انتظار تھا الحمد للہ کہ نامہ مہربانی آیا مژدہ خیریت کے ساتھ ایک تحفہ دل پسند لایا۔ میں آپ کی سعادت و محبت کا شکر گزار اور آپ کے حسن لیاقت سے نہایت خوش ہوں۔ کتاب نور ہان کو میں نے سرسری نظر سے جا بجا دیکھا۔ آپ کی بلند خیالی اور سخن آفرینی کی شان ہر جگہ سے نظر آئی انشاءاللہ بالاستیعاب دیکھونگا اور پورا لطف اٹھاونگا میری طرف سے کوتاہ قلمی بوجہ رنجوری بیشتر ہوتی ہے مگر یہ یاد نہیں ہے کہ آپ کی کوئی تحریر آئی ہو اور اس کا جواب قلم انداز ہوا ہو۔ آپ نے جن دو خطوں کا جواب نہیں پایا وہ یقیناً مجھے نہیں پہونچے۔ میں ہمیشہ آپ کے اخلاق

احسان فرمائے اور پھر زمانہ جمعیت خاطر لائے۔ سعید سرمد محمد احمد کو ناواقفی نے آپ کی ملاقات سے محروم رکھا افسوس۔ وہ مع سب برادران کوچک کے سلام و نیاز کہتے ہیں۔ اس وقت انہیں چند سطروں پر خط کو تمام کرتا ہوں۔ جواب آنے کے بعد بہت کچھ لکھونگا۔ اپنی تالیف مطبوعہ و غیر مطبوعہ کی فہرست مفصل ضرور بھیجو فقط۔

ریاست رامپور

۸۔ رمضان المبارک سنہ ۴۲ھ ہجری روز پنجشنبہ۔

گرامی گوہر معنی پرور سلمکم اللہ الاکبر۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ مختصر سا کلام جو آپ نے اپنے دواوین سے نقل کرکے بلا انتخاب بھیجا رمضان کی وجہ سے میں ابھی اس کو پورا تو نہیں دیکھ سکا مگر جا بجا سے دیکھا تو میری نظر میں سب منتخب قرار پایا۔ الحق آپ جوہر قابل ہیں اور ہر رنگ میں مذاق آپ کا بہت اچھا ہے کیسی کیسی مشکل زمینوں میں آپ نے نعت کی غزلیں کہیں ہیں کہ ان زمینوں میں شاعر سے عاشقانہ شعر بھی مشکل سے نکل سکتے ہیں بارک اللہ فی عمرکم۔ فہرست آپ کی تالیفات کی بھی معلوم ہوئی۔ خداوند تعالیٰ ایسا سامان کردے کہ یہ سب نتائج افکار باحسن عنوان نظر افروز چشم مشتاقان ہوں۔

آپ کے چھوٹے بھائی محمد یعقوب علی خاں مرحوم کی جواں مرگی سے جو صدمہ میرے دل نے اٹھایا اس کے بیان کو الفاظ نہیں ملتے آپ اپنا تمنا بسعد رکھیں بجا ہے۔ حق تعالیٰ اس مغفور کو غریق دریائے رحمت

ضروریات ہر چیز باشد کہ بداں ضروریات رونق و لذت آں چیز شود ظاہرا
ایں لغت از مصالح باشد۔ اسی کی تقلید جلال نے بھی اپنے لغت گلشن فیض
میں کی ہے۔ میر تقی میر مرحوم نے بھی یہی مشرب اختیار کیا ہے ؎

نمک چھڑکنے کو زخم جراحت دل پر ۔۔۔ بجو دیکھے آپکا ہو باف کا مسالا مسالا

ہم لا مسالہ اور بالا مسالہ نہیں ہیں۔ اور جان صاحب کے ایک شعر سے
یہ بھی پتا چلتا ہے کہ مجالات لکھنؤ میں بھی یہی بول چال تھی ؎

اے جان ایسا چھاتی سے لپٹایا بھیچ کر ۔۔۔ انگیا کا میری سارا مسالا مسل گیا

منشی ولایت علی خانصاحب صفی پوری کے نام

عزیز از جان اقبال نشان سخن آفرین و سخندان سلمہ اللہ المنان۔ دعائے
سرسبزی نشاتین و سرخ روئی دارین کے بعد مدعا نگار ہوں کہ آج کتابوں کی
ترتیب اور دفتر کی تہذیب میں تمہارے دو خط مسرت نمط اور ایک مجموعہ
تصنیفات ثلثہ جسکا نام خمخانہ ابدی ہے ملا اور مجھے نہایت تعجب ہوا کہ مہینوں
کے بعد خطوط کا جواب اور کتاب کی رسید لکھنے کی نوبت آئی۔
بات یہ ہے کہ جن مکانوں میں سالہا سال سے دراز سے میں اقامت گزیں تھا
دفعتاً وہ مکانات مجھے چھوڑنا پڑے اور اسباب سب متفرق جابجا عزیزان
و احباب کے مکانوں پر پہنچایا گیا۔ جن نئے مکانوں میں بھیج سر دست
اٹھ نہ سکا اب جو مکان لیا ہے وہاں سب مقاموں سے اسباب
منگوا کر بے ترتیب و بے تہذیب رکھدیا گیا۔ بہت سے احباب

کی نگاہ بین ہیں۔ خدا تمہیں بہت بڑی عمر دے۔ تمہارے علم و لیاقت کا ملک میں ڈنکا بجے اور بہت بڑا صاحب اقبال کرے۔ آمین۔

تمہارے سوالوں کا جواب حسب ذیل ہے:-

آری، میرے نزدیک ہندی ہے اس لیے کہ عاری، زچ و تنگ و عاجز کے معنوں میں فارسی، عربی میں کہیں نظر سے نہیں گزرا ہندی میں تو عین سے لکھنا خلاف اصول ہے، ہندی میں عین کہاں۔

مسالا، معلوم ہوتا ہے کہ مصالح کا مہند ہے جو عربی میں مصلحتہ کی جمع ہے اور فارسی والے ہر چیز کی تیاری کے لوازم اور ضروریات کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور یہی محل استعمال ہندیوں کے یہاں بھی ہے جیسے عمارت کے لیے چونا سرخی وغیرہ۔ تالیف کے لئے وہ کتابیں وغیرہ جن سے اس تالیف میں مدد مل سکے۔ کپڑوں کی رونق اور چمک دمک کے لیے گوٹا، پٹھا، نبت، کناری کھانے کے لیے لونگ، الایچی، دھنیا، مرچ۔ بال دھونے کا مسالا، محرم کا مسالا، مسالے کا تیل، دلی والے اصلی کی طرف جاتے ہیں مگر چونکہ زبانوں پر مصالح نہیں ہے یعنی یہ کوئی نہیں بولتا کہ گوشت کا مصالح پیس لیا، گرم مصالح ہوگیا کرتی میں مصالح کم پڑا۔ اب کے محرم کا مصالح ہمکو نہیں دیا۔ اس لئے میری رائے ہے کہ اردو میں جو بولتے وہی لکھیں جسطرح مسالا بولتے ہیں اسی طرح لکھا بھی جائے۔ اور یہی مشرب متوسطین و متاخرین شعرائے لکھنو کا ہے۔ جیسا رشک نے اپنے لغت میں لکھا ہے "مسالا" میم مفتوح سین مہملہ و لام بالف کشیدہ

جو کچھ اور میں نے اسکو خوشنویس سے صاف کرا کے ڈالا اور خود بہت کچھ یاد نہ تھا سب لکھنا
پڑ گیا تھا کچھ اپنی یاد سے کام لیا اور کچھ پھر موزوں کیا کہ مراۃ الغیب کی صورت
بندھی اگرچہ ہزار ہا شعر یاد نہ آیا۔ اس کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ آپ
بھی بالکل اس دیوان سے قطع نظر فرمائیں اور کوشش کریں کہ کچھ
یادگار باقی رہے

آپ کا منت پذیر حسرت نصیر و یاس تصویر
امیر فقیر

مولوی نور الحسن صاحب۔ بی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی
خلف اکبر حضرت استاذی محسن کاکوروی کے نام

دفتر امیر اللغات۔ ریاست رامپور
۸۔ اگست ۱۸۹۵ء

سراپا رشد و سعادت مجسم علم و لیاقت عزیز از جان مولوی نور الحسن کو
امیر فقیر کے جی سے بے اختیار نکلتی ہوئی دعائیں۔ آج آزاد آیا۔ آشوب
چشم کے سبب سے میں دیکھ تو نہ سکا مگر تمہارا ریویو امیر اللغات پر پڑھوا کر سنا۔
اس حیثیت سے کہ تم نے ہی میرے ظاہر کی تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس
نظر سے کہ تم نے بہت ہی نازک خیالی کے ساتھ ریویو لکھا آفریں و مرحبا کہتا ہوں
چشم بد دور تم نے تو امیر اللغات کے بعض بعض وہ حسن ملک کو دکھا دیے
جن کی نسبت میرا خیال یہ تھا کہ جو اس کام میں منہمک ہیں صرف انہیں

مشفق من بشد الله مرضِ عسرِ بول جس بول سے اوقات میں سخت اختلال ہی ضعف پیرانہ سالی کو خستہ حالی نے لیا اور قوت نے رکی ہی یہی سبب ہے کہ احباب سے بھی رسم و راہ خط وکتابت ترک ہوگئی ہی۔ آپ کی محبت اور عنایت کا خیال تو اکثر رہتا ہی مگر خط لکھنے کا اتفاق مدت سے نہیں ہوا۔ آج محمد احمد سے آپ کی خیر و عافیت سنکر فی الجملہ تسکین ہوئی اگرچہ حالات بھی پریشانی کے اجمالاً آپ نے لکھے انھوں نے میرے دل دردمند کو بہت دکھایا۔ علی الخصوص سرمایۂ نتائج افکار کا جوں پور سے گم ہو جانا سنکر مجھے ایسا قلق ہوا کہ اس کے بیان کو لفظ نہیں ملتے۔ خدا جانے کس بیدرد نے یہ ظلم کیا جانتے بوجھتے دیوان کا چوری جانا سمجھ میں نہیں آتا کچھ تفصیل تو لکھئے یہ کیا غضب ہوا۔ آپ سے نامور شاعر کا کلام کسی دوسرے کے بہرکیونکر آسکتا ہی یہ بھی لکھئے کہ خدانخواستہ اس کلام کے ملنے سے یاس ہوگئی یا احتمال باقی ہی اور بصورت نہ ملنے کے کچھ مسودات ایسے ہیں جن کی پھر ترتیب تبییض ہو سکے یا نہیں۔ خدا کرے وہی دیوان مل جائے ورنہ آپ ہرگز ہمت نہ ہاریے اور مسودات سے جسقدر ممکن ہو پھر جمع کر لیجئے ایسے ریزہائے جواہر کا تلف ہو جانا آپ کے احباب پر نہایت شاق ہی میرا دل تو یہ خبر سنکر بیکل ہو گیا۔ زیادہ اسوقت کیا لکھوں۔ یہ چند سطریں طبیعت پر جبر کر کے لکھی ہیں میری کوتاہ قلمی پر نظر نہ فرمائیے گا کبھی کبھی مجھے اپنی خیر و عافیت و صحت و سلامت سے مسرور کیا کیجئے تو کمال احسان ہی۔

تمنا التماس یہ ہی کہ غدر میں میرا بھی کلام جسقدر اس زمانے تک مرتب

نورِ چشم لطیف احمد نے آپ کی تحریر مجھے دکھائی۔ دامن گلچیں کی رونق آپ سے رنگین کلاموں کی بدولت ہے امید ہے کہ پہلے جسطرح ہر نمبر میں التزاماً آپ اپنے گہ ہائے افکار سے اس کا دامن بھرتے تھے اب بھی محروم نہ رہیگا فقط

امیر فقیر

دلنواز قدردان فقیر امیر حضرت شہیر سلام مسنون اخلاص مشحون صحیفہ اشفاق نورِ چشم لطیف احمد اختر کے نام اور نامۂ اخلاق میرے نام آیا۔ حد سے زیادہ مسرت ہوئی۔ اس سے زیادہ کیا عنایت ہوسکتی ہے کہ باوصف رنجوری و معذوری آپ نے غزل کی فکر فرمائی۔

میں نے لطیف احمد سلمہ کے خط میں مری لال پیارے لال کے یہاں سے عرق منگوا کر استعمال کرنے کو لکھوا دیا تھا۔ آپ ضرور استعمال کریں ضلع ایٹہ میں ان کے یہاں اس عرق کی شیشیاں بکتی ہیں۔ ترکیب استعمال اسی شیشی پر لکھی ہوتی ہے اکثر شہر میں جاتی ہے اور کسی قسم کا ضرر نہیں کرتی۔ چار مہینے کے بچے سے لیکر بڈھوں تک میں نے استعمال کرایا ہے۔ بار بار تپ کا آجانا اچھا نہیں ہے اس کے ازالہ کی فکر ضروری ہے اور یہ عرق میرے تجربہ میں تو اس بارہ میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے والسلام

امیر شہیر ۲۰ جنوری ۱۹۵۰ء رامپور

۵۔ اپریل ۱۹۵۰ء

دلنواز امیر فقیر حضرت شہیر سلمکم اللہ القدیر۔ سلام مسنون اخلاص

مجی حضرت شہیر سلمہ اللہ القدیر۔ خدا آپ کو فائز المرام و شاد کام رکھے
اعراض متضاد کے حملوں سے ایسا چور ہو گیا ہوں کہ لکھنے پڑھنے میں دقت
ہوتی ہے۔ جواب آپ کے کارڈ کا اسی وجہ سے ابتک نہ لکھ سکا۔
پیرنا اور تیرنا میں آپ کی رائے صحیح ہے۔ میرے ایک شعر کا مصرع تھا
تیراک پانی چیر کے سن سے نکل گیا۔ میرے استاد مرحوم نے پیراک بنا دیا تھا
نمونہ امیر اللغات پہنچ گیا ہوگا۔ اپنی رائے رزیں سے تفصیل اطلاع
بخشئے۔

فقیر امیر۔

دلنواز امیر فقیر۔ سلام مسنون اخلاص مشحون و دعاے اجابت مقرون
نور چشم محمد احمد نے آپ کے خط کا جواب شاید کل بھیج دیا ہے۔ آج آپ کی دوسری
تحریر نظر افروز ہوئی مولوی محمد حسین صاحب آزاد کو امیر اللغات کی نسبت
آپ نے ناحق تحریر فرمایا۔ خیر جواب آئے اس سے مجھے بھی اطلاع دیجئگا
برخوردار بسمل کی تحریر سے لکھنو کے مشاعرے میں آپ کی گہر افشانی و
شرکت کا حال معلوم ہو کر خوش ہوا۔ آپ مویدمن اللہ ہیں۔ حسرت ہوئی
کہ میں نے اپنے کانوں سے آپ کا کلام فصاحت التیام آپ کی زبانی
نہ سنا والدعا

امیر فقیر

مجی و شفیقی حضرت شہیر۔ خدا آپ کو تندرست و خوش رکھے الحمد للہ
کہ اس خط میں آپ نے اپنی صحت کا مژدہ لکھکر مجھے مطمئن و مسرور کیا۔
خفیف شکایتیں انشاء اللہ جلد جاتی رہیں گی۔

مولوی سید محمد نوح صاحب رئیس مچھلی شہر ضلع جونپور کے نام

دلنواز امیر فقیر محبی شفیق! اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے تندرست رکھے اور جمعیت و طمانیت دلخواہ عطا فرمائے۔ آپ کی تحریر سعادت تحریر مدت کے بعد نظر افروز ہوئی جیسا میں اس کے پانے سے خوش ہوا ویسا ہی اس کا مضمون دیکھ کر مغموم بھی ہوا۔ آپ کی پریشانیاں، آپ کی زیر باریاں، ریاست کے اندرونی جھگڑے اور اس پر مصیبت اعدا آپ کی طبیعت کی نادرستی، یہ سب باتیں اور خصوصاً آخر کا مضمون ایسا تھا کہ مجھے بہت ہی بے چین کر دیا۔ میں تو قدیم سے آپ کا داعی خیر ہوں۔ سوائے دعائے صحت و عافیت کے کیا اختیار ہے۔ مجیب الدعوات سے امید ہے کہ قبول کرے اور آپ کو صحت کے ساتھ پوری طمانیت حاصل ہو۔ میں تو گویا دائم المرض ہو گیا ہوں، حبس بول کے دوروں کا سلسلہ چلا جاتا ہے اور پریشانیاں و قرضداریاں اس پر مزاد ہیں بہر حال اللہ کا شکر ہے کہ آپ لوگوں کے حق میں دعا کرنے کے لیے زندہ ہوں۔ دفتر امیر اللغات بے سرمایگی سے ابتر ہو گیا تیسرا حصہ مدت سے تیار ہے۔ طبع کا سامان بہم نہ پہنچنے سے بستے میں بندھا رکھا ہے۔ اس کا دوسرا حصہ اور صنم خانۂ عشق کی آپ کے نام روانہ ہوگا۔ نور چشم محمد احمد بخیریت ہیں، سلام عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر - ۵ - اپریل - رامپور -

اب وہ قصہ ہی مٹا۔ احتیاط ہمیشہ اچھی ہوتی ہے۔ شبہے کی بات سے جہاں تک
ممکن ہو بچنا ہی چاہیئے۔ شنوا بسکون نون کہاں ہے یہ تو میں نے کہیں نہیں دیکھا
بحرکت نون ہی چاہیئے۔ حضرت استاذی امیر مرحوم کا کلام بہت ہی مگر اب نہ
چھاپہ خانوں میں ہے نہ دکانوں پر ہے۔ لکھنؤ میں بعض کتب فروش ایسے ہیں کہ
فرمایش کی جاتی ہے تو کہیں سے تلاش کرا لیتے ہیں اور قیمت زیادہ لیتے ہیں۔
میرے پاس مطبوعہ کلام اکثر ہے مگر دفتر لغت میں کام دیتا ہے مکرر کوئی نسخہ
ہوتا تو میں تحفتہً بھیجدیتا۔ زیادہ سوا شکر اخلاق گرامی کے کیا لکھوں۔ اطفال تسلیم
رسان ہیں اور احباب بھی۔ مکرمی جناب قاضی صاحب کی خدمت میں
سلام نیاز۔ میں نے ایک خط جناب موصوف کو لکھا تھا خدا جانے پہنچا یا نہیں فقط

امیر منت پذیر ہے۔ فروری ۱۹۰۱ء

میری کوتاہ قلمی پر نظر نکیا کیجئے میں پیرانہ سالی پریشان حالی کم فرصتی کاہلی سے
بہت ہی نکما ہو گیا ہوں آپ کے خط آنے سے بہت ہی دل کو قوت ہوتی ہے۔
شنوا بسکون نون اگر کلام میں ہو تو بدل دیجئے۔ مولوی صاحب امیر اللغات
کا پہلا حصہ نصف چھپ چکا ہے فروری میں تمامی کی امید ہے شاید مارچ میں نکلے گا
یہ بتا دیئے کہ کتنے نسخے بکوادیجیگا زیر باری بہت ہوئی ہے۔ احباب سے
توجہ کامل کی امید ہے قاضی صاحب بھی مستعد ہوں اور آپ اپنے دوستوں کو
بھی آمادہ کر رکھیں عنقریب اشتہار بھیجونگا۔ فہرست تالیفات حضرت استاد
مغفور ملفوف ہے۔

نکلنے کے قصد نے شکر گزار کیا۔ مگر کتاب کے آٹھ حصے ہونگے تقریظیں تو آخر میں ہوتی ہیں حصے چھپ چھپکر جس کو پہنچیں گے سب کو یکجا کر کے ایک یا دو مجلد کر لے گا پھر بیچ کی تقریظیں کیا ہونگی غالباً نکل جائیں گی۔ اور اگر رہینگی تو بے موقع رہیں گی۔ لہذا میری رائے ہے کہ حصے نکلنے کے بعد ریویو کہ وہ درحقیقت تقریظ ہی ہے لکھے جائیں۔ بہت سے احباب خصوصاً صاحبان اخبار ریویو لکھیں گے اور میں سب کو جمع کر کے دوسرے حصے کے ابتدا میں لگا دونگا۔ ریویو جب حصے کو دیکھکر لکھا جائے گا تو بہت ٹھیک ہوگا۔ میرے مکرم جناب قاضی ممتاز حسین صاحب کی خدمت میں یہ پرچہ پیش کر دیا جائے فقط امیر فقیر۔ اطفال تسلیم گزار ہیں۔ مرادآباد کب تک آنا ہوگا۔ خدا آپ کے ارادے کو جلد قوت سے فعل میں لائے اور کارخانہ تجارت میں جس کا ارادہ ہے برکت دے۔ گلدستہ ابھی ہوائی ہے اور منہ میٹھا ہونے کا شوق ابھی سے ہے۔ گلدستہ نہ چھپا تو کچھ ہرج نہیں غزلیں بغیر چھپے بھی مشہور ہونے والی مشہور ہو جائیں گی اور میری غزلیں تو کچھ ہیں ہی نہیں انکا تو نہ چھپنا ہی اچھا ہے۔

اعلی اللہ شانکم۔ پوسٹ کارڈ کے جواب میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ شگفتا بسکون کاف فارسی کی سند تلاش کرنے کا خیال رہا مگر نمونہ ملا تھی کہ شگفتہ بند آیا اور بدلا ہوا مصرع پایا۔ آپنے بہت ہی خوب کیا کہ مصرع بدل دیا۔ خدا جانے سند ملتی نہ ملتی۔ تلاش کی فرصت نہیں ہے۔ میں نے یہ بند ضرور ہی مکرر پڑھا نہیں کہاں دیکھا ہے خیر

عنایت فرماے من۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ کل ایک خط جس میں آپ کی غزلیں نہیں روانہ کرچکا ہوں آج اپنی غزلیں اردو جو دیوان قلمی میں درج ہیں اور چند شعر اس میں اب بڑھا دیے ہیں اور فارسی غزلیں جو اس کم فرصتی میں محض آپ کی خاطر سے باوصف کم مشقی کے کہی ہیں بھیجتا ہوں۔ فارسی زمین سست ہی۔ خسرو اور حافظ شیرازی کی غزلیں بھی ان کے مرتبہ سے گری ہوئی ہیں بہرکیف زمین کے پیمانے کے موافق شعر ہو سکتے ہیں اور شاعر کو کیا اختیار ہی۔ مشاعرے کے بعد ضرور لکھئے گا آپ کے اخوان کو ما وجب فقط

امیر فقیر ۱۵۔ دسمبر سنہ ۱۸۹۹ء

مجھ سے زیادہ مجھپر مہربان میرے قدردان سلامت۔ سلام محبت التیام محبت نامہ آیا اس سے پہلے دو اخباروں کے حاشیے پر جو کچھ آپ نے لکھا تھا ان کو دیکھکر ہی میں نے مزہ اٹھایا تھا اور چاہا تھا کہ جواب لکھوں مگر یہی خیال تھا کہ گلدستہ چھپکر آتا ہوگا اس کے بعد لکھونگا معہذا کچھ کم فرصتی کچھ موسم کی سردی کچھ بڑھاپے کی کاہلی کو بھی کوتہ قلمی میں دخل ہی۔ امید ہی کہ آپ معاف کریں گے غنچہ از انجمن بہرچہ ہے شگفا نند۔ میں کاف کا سکون بے تکلف جائز بلکہ فصیح ہی۔ البتہ مثال اس وقت یاد نہیں۔ پھر بھیجدونگا۔

امیر اللغات کا پہلا حصہ مارچ سنہ حال میں تیار ہوگا۔ اگرچہ طابع فروری میں چھاپ چکنے کا وعدہ کرتے ہیں مگر مجھے امید نہیں ہی۔ تقریظ

سب اطفال ما وجب گزار ہیں۔

امیر احمد عفی عنہ۔ ۱۵۔ شعبان ۱۳۰۶ ہجری مطابق

۱۷۔ اپریل ۱۸۸۹ء۔

سرکہ اگر عمدہ اور مقدار میں معتد بہ پہنچیگا تو مزید منت کا باعث ہوگا۔

روحی فداک۔ چاول سے آپ نے ممنون کیا جن چاولوں کا نمونہ بھیجا وہی ہیں پکوا کر دیکھنے کے بعد زیادہ کیفیت ان کی معلوم ہوگی۔ میں اس عنایت کا شکر گزار ہوں۔ لیاقت حسین کہیں تحقیقات کو گئے ہیں ٹٹو بند ہوا لیا ہے شاید اگر کچھ ملیں۔ محمد احمد کو بفضلہ تعالی تپ پرسوں سے نہیں ہے۔ کل مسہل تھا آج تبرید ہے۔ سلام نیاز اور شکر مزاج پرسی ادا کرتے ہیں فقط امیر فقیر ۱۹۔ اپریل ۱۸۸۹ء بار برداری کے دیئے گئے چاول وزن میں پورے اترے بعد پلٹ کر وصول ہوا۔

روحی فداک۔ سلام مسنون دعا مشحون پہنچیں اگر ذرا بھی شریر ہوئی کہ گھر میں نہ پل سکی یا دودھ دہوانے میں راگ لائی تو مجھے واپس کرنا مجبوری ضرور پڑیگا اگر دودھ کے مقدار میں متعین مشروط سے پاؤ بھر آدہ سیر کی کمی ہوئی تو ہرگز واپس نہ ہوگی۔ اور یہ امر کہ وحشت کرتی ہے یا نہیں اور دودھ آسانی سے دہوائی ہے یا اچھلتی کودتی ہے اور آدمیوں سے گھبراتی ہے اور سفید پوشوں سے بھاگتی ہے یا نہیں دو تین دن وہاں اپنے سامنے امتحانا بند ہوا لینے اور اپنے حضور میں دہوا لینے میں معلوم ہو سکتا ہے۔ زیادہ تفصیل آپ سے کرنا لقمان کو حکمت سکھانا ہے آپ خود غور فرمائیں گے تو وہ عیوب جنپر حکم کرتا ہیں ہو سکتا اور وہ معائب

صلاحیت و رغبت سے گھر میں پل سکتی ہو وہ بھی ادھر تلاش کردیجائے تو مزید
احسان ہی۔ قیمت چالیس پچاس تک دینا منظور ہی بشرطیکہ مال زیادہ کا ہو
آپ وہاں مبصروں کو دکھا لیجئیگا کہ جملہ محاسن اس میں ہوں حتا۔ قی وغیرہ
عیوب سے بھی پاک ہو۔ غریب ضرور ہو ورنہ ماما یئں خدمتگزار کو دکھ الگ ہو
رہیں گی۔ آپ کی رواداری سے بنجاروں کے یہاں جو شوق سے پالتے
ہیں ملجائے گی۔ یا بازاروں میں بہم پہنچے گی۔ یہاں نہیں ملتی۔ بلاسپور
سوار میں تحصیلدار و پیشکار کو لکھا تھا اور روپیہ بھی بھیجا تھا دستیاب نہوئی اب
دیکھا چاہئے آپ کی کوشش کیا نتیجہ دیتی ہی۔ چار پانچ گھڑے سر کے بھی
اچار کے واسطے درکار ہیں میں نے رس رکھوا دیا تھا کہ وقت پر سرکہ ملے
مگر ضائع ہوگیا۔ وہاں بہ آسانی شاید ملجائے ورنہ شاہ آباد سے منگوانا
پڑے گا۔ محمد احمد مع اخوان اور لیاقت حسین مع احباب ماوجب سابق ہیں
روپیہ چاولوں کی قیمت کا اور بھینس کی قیمت کا یہاں فوراً ملے گا میں بھیجدیتا
مگر دو جگہ بھیجا سوار کو بلاسپور کو اور دونوں جگہ سے پلٹ آیا تو خیال ہوا
کہ شاید روپیہ بھیجنا ہی منحوس ہو۔ لہذا صرف فرمایش پر اکتفا کیگئی۔
مجموع چاول ایک من پختہ سے کم نہوں اور ہر قسم کا نام اور نرخ معلوم
ہوجائے تاکہ جو قسم پسند آئے وہ عندالضرورۃ پھر منگوائے جائیں۔

امیر فقیر۔ ۱۴-۱ اپریل ۱۹

مکرما۔ روحی فداک۔ سلام مسنون و دعائے ترقیات روزافزوں
دو گھڑے سرکے پہنچے۔ اور بھی آئیں گے تو ایک ہی بار میں بھجوا کر

ہو جایا کروں اور خط لکھنے میں بہت دیر لگا یا سبب کہ جی افسردہ ہو جاتا ہی
اپنے یاران انجمن کو میرا سلام اور شوق غائبانہ کہئے محمد احمد تسلیم گزارہیں
کمال تعجیل میں یہ چند سطریں لکھدیں سبب بے ربطی اور بدخطی کا عذر قبول ہو۔

راقم آثم امیر فقیر غفرلہ

۲۰ مارچ ۱۸۹۳ء

روحی فداک۔ ایک۔ پیٹھے کی مجھے ضرورت ہی۔ ایک عرق کا نسخہ اُسکے
بغیر بنا نہیں سکتا اس نسخے میں آب گذر آب کیسرو آب پیٹھ ہی۔ گاجر تو
اس موسم میں ممکن نہیں مگر کیسرو کی تلاش کامل ہو تو شاید ملجائے تو کامل
تلاش مجھسے کیونکر ہو مجھے تو پیٹھا بھی نہیں ملتا جو ہمیشہ ممکن الحصول ہی خیال
آیا کہ آپ کو تکلیف دوں سرکاری باغ کا تعلق آپ سے ہو تو آپ باغبانوں
تاکید فرما دیں اور جلد بھجوادیں۔ اور اگر آپ سے تعلق نہو تو جن سے تعلق ہو
ان سے کہدیجئے یا اُنکا نام نامی مجھے لکھئے کہ میں ان کو لکھوں۔ بہر کیف
کیسرو اور پیٹھا دونوں اگر پہنچیں تو سبحان اللہ اور کیسرو نہ ملیں تو پیٹھا جلد
منگوا دیجئے۔ سوا سیر پانی کیسرو کا عرق میں پڑے گا۔ اور سوا سیر
پیٹھے کا۔

امیر فقیر عفی عنہ ۔ ۷۔ اگست ۱۸۹۸ء

میرے دلنواز مجھے آپ سے مطلق شکایت نہیں بلکہ بدستور
آپ کی محبت غائبانہ پر بھروسا ہی۔ حجاب ہی تو اپنے تساہل کی بدولت ہی
اور شکایت ہی تو اپنی کم نصیبی سے ہی کہ احباب کی خدمتگزاری سے

ہوجایا حاصل۔ اپنے والد ماجد کی جناب میں بشرط گنجایش و التفات بپاز مندی کی
اپنے پاس سے تسلیم کہدیجئے۔

کمال تعجب

تاریخ

گشت چوں مثنوی نشتر تیسر — ثاقب تیسر فہم و تیز نظر
گشت محسود خلق و گفت امیر — دل حاسد مقام ایں نشتر

امیر فقیر نواز۔ محرم سنہ ۱۳۰۰ھ

فقیر نواز کہوں یا امیر نواز کہوں امیر نواز کہنے میں آپ کی ترقی مراتب تو ہی
مگر اپنی نسبت امارت کی اضافت خودنمائی ہے اور وہ بھی جہوٹی خودنمائی اسلیے
کہ برائے نام امیر ہوں اور در حقیقت فقیر ہوں وہ بمعنی لغوی یعنی محتاج محض
نہ باعتبار اصطلاح تصوف کہ وہ فقیری ہر امیری پر ترجیح رکھتی ہے سہ گدا بادشا
ست و نامش گدا است۔ بہرکیف فقیر نواز و امیر نواز اس جگہ دونوں یکساں ہیں
لکھنا کیا تھا قلم بہک کر کدہر نکل گیا معاف کیجئے اور مطالب کا جواب لیجئے
کہ عنایت نامہ آیا منت پذیر فرمایا۔ اپنی کیفیت ابتدائے سن شعور سے
اب تک کی جو کچھ آپ نے لکھی وہ سب میں نے مکرر پڑہی اور آپ کی
بے تکلف عبارت نے مزے لوٹے حقیقت یہ ہے کہ لڑکپن سے جوانی
تک اس انسان ضعیف البنیان کو عجب عجب کیفیات میں بسر کرنا ہوتا ہے
کہ طبیعت تو آزادی چاہتی ہے اور بزرگ مقید کرتے ہیں مگر ایک تیسری منزل
آتی ہے جس کو بڑہاپا کہتے ہیں۔ بھائی وہ کڑی منزل ہے جو لوگ اس منزل
میں داخل ہو چکے ہیں وہاں کے مصائب وہی جانیں۔ البتہ آپ کی

پہونچے اور خاطر خواہ کامیاب ہوکر روز افزوں ترقیاں پائیں فقط

امیر احمد عفی عنہ - ۱۸ - نومبر ۱۸۹۶ء

کرم گستر احسنی پرور تسلیم - اب کے سال مجکو محرم کا تمام مہینا محرم کی دسویں کی طرح تمام غم میں گذرا یوں پوچھیئے کیوں تو عرض کروں کہ عشرہ ثانیہ میں جو عنایت نامہ آیا اس سے معلوم ہوا کہ میرا وہ نیاز نامہ جو میں نے بمجرد صدور صحیفہ اولین جواب میں لکھا اور بدیعۂ سبعہ سیارہ کی تاریخ کہی اور اس میں لکھی آپ کو نہ پہنچا کاش اسی زمانے میں وہ خط پہنچ جاتا تو تقریظ نہ لکھنے کی شرمندگی تھی - افسوس ہزار افسوس کہ میری طرف سے تو یہ تعمیل حکم میں جلدی اور آپ کو یہ گمان ہوگا کہ یہ تاریخ کہنے کو بھی اڑا گیا - طرفہ یہ کہ ۱۵ محرم کو جو عنایت نامہ آپ نے لکھا اس میں یہ بھی لکھا کہ میں یہاں سے وہاں اور وہاں سے کہیں اور جاونگا تو جنوری میں مجھے خط لکھنا پس محرم کے مہینا بھر مجکو رونا رہا کہ الٰہی جلدی یہ غم کے دن گذریں اور آپ سہارنپور پہنچیں اور میں عذر واقعی لکھوں اور پھر تاریخ بھیجوں اور وہ پہنچے تو کچھ آنسو تھمیں - الٰہی میری نارسائی بخت آپ کی قوت اقبال پر ترقی نکر سکے - اور یہ خط تلف ہونے پائے خیر یہ مطلب تو تمام ہوا - سردی کی شدت جو آپ نے لکھی ہے سب واقعی ہے ادہر بھی اب کے سال بہت شدت ہے اور میں چونکہ ضعیف البنیان ہوں اس موسم میں اکثر مریض رہتا ہوں - سردی ہو خواہ گرمی تری ہو یا خشکی جو کیفیت غالب ہوتی ہے طبیعت اس سے منقلب ہو جاتی ہے میر ضامن علی صاحب جلال آئے اور پچاس روپیہ مشاہرہ سے پر نوکر ہوگئے

پرستاری سے۔ مکروہات دنیاوی اور اندیشہ ہائے اخروی علاوہ
ہیں۔ اللہم اغفر ذنوبی واستر عیوبی

راقم آثم
امیر احمد عفا عنہ ۲۔ فروری ۱۸۸۱ء

مخدوم و مکرم بندہ ادام الطافکم۔ بعد سلام سنت الاسلام کے حال خاطر عاطر
ہو کہ تلاش کرتے کرتے عرضی مطلوبہ دار الانشا میں ملی اس کی نقل ایک
دوست سے لکھوائی مقابلہ کر کے تصحیح کی نوبت نہیں آئی۔ چونکہ آپ ہی کا کلام
ہے تو آپ عند الملاحظہ تصحیح کریں گے۔ زیادہ سوائے اظہار اخلاص معنوی
کے کیا لکھوں۔ امید ہے کہ بنظر خلق و کرم اہم کے کبھی یاد فرمایا کیجیے فقط

امیر احمد عفا عنہ ۔ ۱۳۔ جولائی ۱۸۸۱ء

گرامی گوہرا۔ نامہ دلنواز آیا۔ فرمایش تقریظ رسالہ سبعہ سیارہ نے دلنوازی
کی داد دی۔ مگر افسوس ہے کہ مجھ سے اس زمانے میں حکم کی تعمیل نہیں ہو سکتی
اس لیے کہ خود بھی بیمار ہوں اور کئی مریضوں کا پرستار ہوں۔ سب پر طرہ
یہ کہ سرکار دولتمدار کے احکام کی تعمیل سے مطلق فرصت نہیں۔ اگر باایں ہمہ
صحیح بھی ہوتا تو ضرور کچھ لکھتا۔ اگرچہ میری تقریظ اس قابل نہیں ممکن تھی کہ
اس رسالے کے آخر میں پیوند ہو۔ تو زربفت کے لباس میں ٹاٹ کا
کیونکر کھپ سکتا۔ مگر خیر آپ کی خوشی تو ہو جاتی۔ افسوس کہ اس دولت سے
بھی محروم رہا۔ اگر زندگی باقی ہے تو پھر کبھی تلافی ہوگی۔ امید ہے کہ عذر پذیر ہو کر
کام فرما کر توجہ سے سرفراز کیجیے۔ فقط خدا کرے آپ امتحان میں

بڑی سنائی۔ یہ بارچشم مہاجرت کا مجھ ناتواں سے کیونکر اُٹھے گا۔ خیر خداوند عالم ایسا کرے کہ آپ کو یہ سفر وسیلۂ ظفر ہو اور آپ فائز المرام وہاں آکر ہندوستان میں وہ مرتبہ پائیں کہ آپ سے لیے خیر طلب اس پر فخر کریں۔ زیادہ کیا لکھوں۔

امیر مینائی عفی عنہ۔ ۲۵۔ نومبر ۱۸۹۸ء۔ نورچشم

محمد احمد تسلیم رساں ہیں۔

مخدومی حضرت شاہ صاحب سلمہ اللہ الواہب۔ سلام مسنون اخلاص مشحون قبول ہو اور دیر رسی جواب معذوری واقعی پر محمول ہو۔ پہلا محبت نامہ آیا تو مرآۃ الغیب بہم پہنچانیکی فکر ہوئی اس کو چھپے ہوئے کئی برس ہوئے ہیں نسخے دو سو نسخے بیچے گئے وہ نذر دوستان نزدیک و دور ہو چکے اس شہر میں تاجران کتب کے پاس بھی نہ ملا۔ ناچار مطبع منشی نولکشور کو لکھا اب تک جواب نہیں آیا۔ میرے پاس نعتیہ مسدسات جن کے نام ذکر شاہ انبیا، صبح ازل، شام ابد، لیلۃ القدر ہیں موجود ہیں۔ مرآۃ الغیب، گوہر انتخاب محامد خاتم النبیین مضامین دل آشوب نہیں ہیں۔ موجودات میں جس کی طرف التفات ہو بھیجدوں۔ اور کوئی امر تحریر اولین میں جواب طلب نہیں تحریر ثانی سے امتحان انگریزی درجہ اول میں کامیاب ہونا معلوم ہوا اور ایسا جی خوش ہوا کہ اپنی کامیابی کا مزہ ملا۔ حق تعالیٰ وہ دن لائے کہ عزیز دہ صدر آرائی سننے میں آئے۔ الٰہی مدام مکارہ سے محفوظ اور الٰہ سے محفوظ رہئے۔ زیادہ کیا لکھوں کہ نہ بیماری سے نجات ہوتی ہے

سے سرفراز فرمایا کیجئے اور چونکہ دائم المرض ضعیف البنیان ہوں تو دیر کو جواب لکھنا اگر کبھی واقع ہو تو عفو فرمائیے فقط

معروضہ امیر احمد عفی عنہ

۲۲ شوال ۱۳۱۴ھ

احسن الاحبا مولوی احسن اللہ خاں ثاقب سلمہم الواہب۔ بعد سلام مسنون اخلاص مشحون کے واضح ہو کہ عنایت نامہ مدت کے بعد آیا اور نور بصر و دیدہ و دل بڑھایا۔ میں آپ کی کس کس عنایت کا شکر کروں کہ مجھ سے ناچیز کو بایں خوبی و اخلاق یاد فرماتے ہیں اور کوتہ قلمی کا گلہ کرتے ہیں اس شکایت کا شکر ہی ادا نہیں ہو سکتا۔ خداوند تعالیٰ مکارہ سے محفوظ رکھے آمین۔ اب میں بصد انفعال عذر کرتا ہوں کہ اس زمانے میں خود بھی بیمار رہا اور عزیزوں کا بھی بیماردار رہا۔ ایک عزیز کا انتقال ہو گیا انکا ماتمدار رہا۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مکروہات رہے جنکا بیان نہیں ہو سکتا۔ امید کہ آپ قصور معاف فرماویں۔ تذکرہ انتخاب یادگار حسب فرمائش سرکار مرتب ہوا اور چھپکر سرکار میں داخل ہوا۔ میں اپنی تالیفات کو اس قابل نہیں جانتا کہ ہدیہ احباب کروں علی الخصوص یہ تذکرہ جسمیں مجکو حالات نہ ملے اور انتخاب اشعار میں اپنی مداخلت رہی جیسے قلم کو وسعت نہ تھی۔ مگر اب جو آپ نے یاد فرمایا تو ضرور ہوا کہ ایک نسخہ بھیجوں۔ تاجر سے کہدیا ہے عنقریب پہنچے گا اور دونوں تذکرے جو بالی میرے پاس ہیں آپ ان کے بھیجنے کی تکلیف نہ فرمائیے۔ آپ نے انکے متعلق جناب سے

عطا فرمائے ۔ آپ بھی دعا فرمائیے ۔ منشی طفیل احمد صاحب میرے ایسے
دلسوز سچے دوست ہیں کہ میں ان کی صفات پر فخر کرتا ہوں ۔ اللہ ان کو
دونوں جہان میں اس کی جزا دے ۔ غزل فارسی آپ کی دیکھی ۔ ماشاءاللہ بے
نشتی ہیں کیا کیا شعر فرمائے ہیں اللہم زد ۔ گلدستہ دامن گلچیں کی نسبت
التفات آپ کا اسقدر کافی نہیں ہے کہ آپ خریداری فرمائیں بلکہ آپ سے
فردتر احباب نے بھی تیس تیس درخواستیں بھجوائی ہیں آپ کو بھی برعایت
اپنی شان اور بپاس مشرب و شیخ و محبت کے سعی بلیغ فرما کر جلد درخواستیں
بکثرت بھیجنا چاہئے ۔ غزل فارسی آپ کی جب آپ منتخب فرما کر بھیجا کریں گے
رونق افزائے گلدستہ ہوا کرے گی ۔ غزل فارسی اپنی آپ کو کیا بھیجوں
شرم آتی ہے میں تو نہ اردو کا شاعر ۔ نہ فارسی کا ۔ سراپا آلام و اسقام ہوں
بناچاری کچھ موزوں کرنا ہوتا ہے کبھی بھیجونگا ۔ انشاءاللہ اس گلدستے کی بیل
منڈھے چڑھاسے اور مشتہرین اشتہار جس غرض سے میرا نام درج اشتہار کیا ہے
اسکی لاج رہجائے ۔ نور چشم محمد احمد نے مجبوری اس مشقت کو گوارا کیا ہے
آپ بہت اس کا پاس کیجئےگا زیادہ کیا لکھوں ۔ جواب شعر و لطف ہو ۔

امیر مینائی ۔ ۷ ۔ جنوری ۱۸۹۵ء

سلام مسنون اشتیاق سے باس مشحون ۔ اس وقت عنایت نامہ
آیا چونکہ اس سے پیشتر کوئی تحریر عنایت نمبر تابو ثبت نہیں لہذا آپ
[illegible] سے گئے تھی [illegible] عریضہ عرض کیا چاہتا ہوں [illegible]
ہوں کہ مفصل تحریر فرمائیے [illegible] [illegible]

فرصت نذر فکر و ہاتھ طاقت وقت استقامت و آلام جمعیت تو ایک مفروض مجسم ہو
کبھی تھی نہ اب ہی نہ آئندہ محتمل۔ البتہ اسباب اس کے فقدان کے مختلف ہوتے
ہیں ریاست میں اطاعت سے فاقہ نہیں اب وفور مکارہ سے معدوم ہی الغرض
نفس لئیم شکایت سے کبھی خالی نہیں۔ بندہ نواز میں ضعیف البنیان ہوں اور
اکثر بیمار او بیمار و مکا پرستار رہتا ہوں۔ حق تعالی نے ایک قافلہ صغار و
کبار ذکور و اناث کا خدمتگزار کیا ہی اور زمانہ دو برس سے ناموافق ہی گوناگوں
نقصان اٹھائے اور اٹھاتا ہوں۔ الغرض اسباب پریشانی کا ہجوم
احباب کی خدمت میں نامہ نگاری سے بھی محروم رکھتا ہے۔ میری کوتہ قلمی معاف
ہو۔ لکھنو میں جب آپ تشریف لائیں گے تو بشرط حیات ملاقات سے مستفید
و مسرور ہونگا۔ محمد احمد بضرورت دہلی گئے ہیں زیادہ کیا لکھوں۔
امیر فقیر لکھنوی محلی گنج قریب شوالہ بھوانا سنگھ

مکان ڈپٹی وحید الزماں خاں مرحوم ۲۰ ستمبر ۸۵ء

گرامی گوہرا۔ سلام مسنون خلت مشحون۔ عنایت نامہ آیا غزل بھی ساتھ لایا
اس نے سرفراز کیا۔ اس نے دلنوازی کی دونوں کا شکر گزار ہوں۔ اور
براہ دلسوزی جو کچھ آپ نے خط میں لکھا اس کا شکر ادا نہیں ہوسکتا میں
خود سمجھتا ہوں کہ میرے حق میں پاس وضع مضر ہی مگر کیا کیا جائے کہ پاس
آبرو سے قطع نظر نہیں ہوسکتی۔ اسباب ایسے فراہم ہوئے ہیں کہ نہ جائے
ماندن نہ پائے رفتن کا مصداق ہو رہا ہوں حرکات اضطراری ہوا کرتے
تھے۔ یہاں سکون و حرکت سب اضطراری ہیں موفق حقیقی توفیق نیک

تخت ذاتی کی بعد تاریخ کہنے کو بہت جی چاہتا ہے مگر افسردہ دلی سے کچھ یقین ہو سکتا
دعا فرمائیے کہ اسباب جمعیت خاطر کے رونما ہوں۔ آپ کی دلبری کا
نہایت ممنون ہوں فقط

مکتوب نمبر ۱۲۰ ۔ ۲ رمضان سنہ ۱۳۱۳ ہجری

مکرم دلنواز۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ نامہ نامی آیا ممنون یاد آوری
فرمایا غزل بھی دیکھی اور ہر شعر پر وجد کیا سبحان اللہ کیا کیا شعر کہے ہیں
تب بصد چشم ان پھولوں سے دامن گلچیں کو آراستہ کرتا مگر دامن گلچیں سے
میرا خاص تعلق نگرانی کا ہے اور امور میں ممبر باتفاق رائے کمیٹی کاربند ہوتے ہیں
اور کمیٹی کی رائے غیر طرح کلام درج کرنے کی اب کم نہیں ہے اور طرح کا کلام
اسقدر آتا ہے کہ ورق بڑھانا پڑتے ہیں اسلئے میں نے آپ کی غزل کو باحتیاط
رکھ لیا ہے اگر آیندہ کلام غیر طرح چھپنے لگے گا تو ضرور چھپے گی بشرطیکہ اس
سے پہلے شائع نہ ہو چکی ہو۔ مجکو آپ اپنا مخلص دیرینہ تصور فرمائیں۔ آخر میں
پھر عذر خواہ ہوں کہ مجبوری ہے آپ کی غزل داخل گلدستہ نہیں ہو سکتی۔ ہاں
اگر اردو زبان میں کچھ موزوں کرنے کا اتفاق ہوتا ہو تو طرح دامن گلچیں میں
بیشتر آمادہ ضرور پائی جائے کہ اس کی رونق بڑھے اور ترتیب حروف
تہجی میں آپ کے تخلص سے شاعر مشفقہ کا گھر آباد ہو کہ وہ ویران پڑا ہے

امیر احمد عفا عنہ

مکتوب بنام منشی

لکھنؤ ۔ اکبر آباد ۔ ابو تراب خاں ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۱۵

آداب تسلیم مجموعہ سلام نیاز۔ نامہ نامی ممنون یاد آوری فرمایا آ

اس محنت شاقہ کا ثمر دے۔ ہندوستان میں کسی جلیل عہدے پر آپ کی ماموری اور حکومت کی خبر سامعہ نوازی فرمائے تو دل کو چین آئے۔

امیر فقیر عفا عنہ

بندہ نواز۔ نوازشنامہ آیا منت پذیر فرمایا۔ صبح ازل شام ابد لیلۃ القدر سمجھتا ہوں۔ ذکر شاہ انبیا جو جامع مضمون ولادت و رضاعت و معراج و فضائل و وفات ہے اب نہیں باقی ہے دو مثنویاں مختصر ایک نور تجلی دوسری ابر کرم ابھی موجود ہیں مگر محض ثوابی ہیں۔ شاعری ایسی نہیں ہے کہ آپ کو پسند آئے اسلئے نہیں بھیجیں۔ ان مسدسات میں کسی قدر حسن شاعری بھی ہے۔ نور نظر لخت جگر محمد احمد تسلیم عرض کرتا ہے فقط

امیر احمد عفا عنہ۔ دہم فروری ۱۸۹۸ء

از دار الریاست رامپور افغانان روہیلکھنڈ

سلام نیاز۔ کارڈ آیا سرفراز فرمایا محمد احمد سلمہ اللہ الصمد مزاج پرسی کے شکر گزار ہیں اور دو اڑھائی برس سے طبیعت ان کی صحیح نہیں رہی اب بھی بیمار ہیں۔ یونانی اور ڈاکٹری علاج ہو رہا ہے۔ میں ضعف پیرانہ سالی اور دائم المرض ہونے سے عاطل محض ہو گیا ہوں۔ آلام روحانی سب پر طرہ ہیں۔ انقلاب ریاست سے تردادت ایسے بڑھ گئے ہیں کہ ان کو لکھ نہیں سکتا۔ فراق دائمی نواب خلد آشیاں کا صدمہ اور زیادہ روح فرسا ہے کہ وہ میرے بڑے ناز بردار اور عموماً اہل ہنر کے قدر دان تھے۔ الغرض عجب نازک حالت میں زندگی کے دن کاٹتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آپ کے جشن

ملاقات ہوئی ہی اس کا اثر باقی ہی یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دیجئے سفر کیجئے اور بہت کچھ لیجئے۔ میں باوصف رنجوری و معذوری سفر پر تیار ہوں مگر کیا کروں موانع قوی جو سدراہ ہیں برطرف ہولیں تو کام چلے اور میں بھی چلوں۔ حافظ جلیل حسن اور اطفال عقیدت خصال سب تسلیم گزارہیں فقط

امیر فقیر۔ ۴۔ مارچ سنہ ۱۹ء دارالریاست رامپور

جامع مکتوبات خاکسار ثاقب کے نام

دارالریاست رامپور افغاناں

یکم ربیع الاول سنہ ۱۲۹۹ ہجری

بندہ نواز تسلیم۔ ۱۹۔ دسمبر کا پوسٹ کارڈ اسوقت نظر پڑا چونکہ اُس میں آپ نے لکھا ہی کہ سہارنپور پہنچکر میں تذکرہ انتخاب یادگار کی نسبت کچھ لکھونگا اور اس کے مضامین سے اطلاع دونگا۔ لہذا اس کے انتظار میں اب تک جواب نہیں لکھا اب بمجبوری اس پوسٹ کارڈ کی رسید اور شکر پسند تذکرہ کا لکھتا ہوں۔ بندہ پرور اس تذکرے میں اگر کچھ محاسن ہوں تو ان کو آپ سے ہنر بین جانیں اور جو اس میں بمجبوری قبائح ہیں قرار واقعی ان کو میرا دل جانتا ہی۔ مگر کیا کروں مامور تھا معذور تھا۔ دیباچے میں اس کا اشارہ بھی کیا ہی۔ آپ غور سے پڑھیئے گا تو سمجھ جائیے گا کہ مولف مجبور تھا خداوند تعالیٰ آپ کو مراتب امتحان سخت و دشوار سے فارغ کرے اور

تمکو اپنا دل سوز قدیم سمجھکر یہ کچا چٹھا لبطور راز لکھا۔ یہ بات بھی وہاں کے احباب و
عمائد سے معلوم ہوئی کہ سرکار میں برتاؤ بنظر حیثیت ہوتا ہی۔ میرے ساتھ چند
عزیز چند شاگرد لایق ضرور ہوں گے۔ اور مرض عسر بول وجس بول کے
سبب سے ایک پوری گاڑی سیکنڈ کلاس رزوڈ ہر سفر میں کرنی پڑتی ہے
پھر وہاں پہنچکر انعام واکرام وغیرہ کے مصارف علاوہ کہ اس کے بغیر کسی
دربار میں کام نہیں چلتا۔ اور وہ تو بڑی سرکار بڑا دربار ہی۔ آگ نے اگر گھر
برباد نکر دیا ہوتا تو تہیہ سامان سفر میں سامان البسہ و امتعہ کی ضرورت نہوتی
جو نظم میں نے وہاں پڑہی اس کو شائع نہیں ہونے دیا۔ یا میرے پاس
ہی یا حضرت نظام کی جیب میں کہ انہوں نے سننے کے بعد ہاتھ بڑہا کر
مجھ سے لی تھی۔ سب اطفال و عزیزان و احباب ماوجب گزارش ہیں
اس خط کی رسید ضرور لکھئے گا تاکہ پہنچنے سے اطمینان ہوجائے فقط

امیر احمد امیر۔ ۱۷ - فروری سنہ ۱۹

پیارے زاہد۔ تمہاری تحریر سعادت تحریر سرور افزا ہے خاطر فاتر ہوئی
واقعہ آتشزدگی پر جو دل سوزی کے کلمات تمنے لکھے انہوں نے لگی کو
بجھایا۔ سفر سے متعلق جو دلنوازی کی باتیں لکھیں انہوں نے اور میرا دل بڑہایا
اللہ تعالی تمہاری فراخ حوصلگی کے موافق فلاح و کشایش کا دروازہ کھولدے
آمین۔ میں اپنی عزیمت کی نسبت کیا لکھوں۔ دکن سے ارکان دولت
کے خطوط برابر آتے ہیں کہ اعلیحضرت قدر قدرت میرا ذکر بخیر فرماتے
رہتے ہیں۔ میرے بہی خواہ احباب ابھی پرزور دے رہے ہیں کہ تازہ تازہ

کتابیں بھی بہت سی جل گئیں۔ بڑا حصہ میرے کلام غیر مطبوعہ کا بھی نذر آتش
ہوا مگر خداوند تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ نفوس محفوظ رہے اگر مشیت الٰہی موافقت
کرے تو اور چیزوں کی تلافی ہو سکتی ہے۔ البتہ دل و دماغ اس قابل نہیں رہے
کہ تلف شدہ منظوم و منثور کلام کا عوض ہو سکے۔ ایک یہ بات تم کو لکھنے کے
قابل ہے کہ حضرت نظام عالی مقام حیدرآباد دکن خلد اللہ ملکہم و اقبالہم سے
میں بنارس میں ملا۔ بمجرد اطلاع مجھے یاد فرمایا۔ اور جو نظم میں نے مناسب
مقام ادا میں مرتب کی تھی اس کو بکمال التفات میری زبان سے سماعت
فرما کر داد سخن دی اور وسعت اخلاق و مروت و فتوت فطری سے میرا اعزاز
فرمایا۔ مرضی مبارک کے موافق ان کے معزز ارکان اشراف نے مجھے
ہمرکاب سعادت ہونے کے لیے اصرار کیا۔ افسوس کہ میں موسم شدت
برودت میں بڑھاپے مرض کی وجہ سے ان کے اسٹیشن پر نہ جا سکا۔ ایک مانع قوی
یہ بھی تھا کہ یہاں کے تعلقات کثیرہ و حالت نازک بغیر حصول رخصت کیونکر
چلا جاتا۔ بہت سی خطرات کا سامنا ہوتا۔ ناچار آغاز موسم گرما میں شرف
حضوری کا وعدہ کر کے چلا آیا۔ یہ سفر باعث مزید پریشانی کا تو ہوا لیکن
جس عنوان سے ملاقات ہوئی اس سے وہاں پہنچنے پر امید کامیابی
کی تب [illegible] ہو گئی۔ ان کے دربار کے لوگ بالاتفاق کہتے تھے
کہ ایسی ملاقات ابھی کسی کے ساتھ نہیں دیکھی۔ اب ہر وقت یہ فکر ہے
کہ سامان سفر بہم ہو جا سکے تو عزیمت سفر کروں۔ [illegible] کے [illegible]
[illegible] خلاف مصلحت ہے [illegible]
[illegible] ہے

کرتے رہتے ہو۔ میں تمہاری عنایتوں کو کس زبان سے ادا کروں۔ پیارے ۔ مجھے اس کی بڑی شکایت ہی کہ بالا بالا لکھنو آئے گئے اور راستے میں اس حسرت کش دیدار کو ملاقات سے مسرور نہ کیا اور دیدہ ہاے دیدار طلب کو اپنے نور جمال سے محروم رکھا حضرت جلال سلمہم کی ملاقات کی کیفیت آپنے مجمل اور مختصر الفاظ میں لکھی ہی زرا تفصیل و توضیح کی محتاج تھی ۔ یہ ان کے حسن ہنر و کمال کی بات ہی کہ مجھ بے ہنر و بے کمال کی اسقدر تعریف فرمائی ۔ ورنہ میں اس کا سزاوار و مستحق اپنے آپ کو نہیں پاتا ۔ ؏ عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ ۔ آپ کا کلام لطافت انضمام ایک آدھ جگہ دخل دینے کے بعد بھیجتا ہوں ۔ رسید ضرور لطف ہو آپ کی خوش گوئی و خوش بیانی سے بہت جی خوش ہی۔ واہ کیا کیا شعر کہے ہیں ۔ اللہم زد و بارک ۔ میری حالت کیا پوچھتے ہو ۔ مختصراً یہ کہ بہر حال قابل شکر ہی ورنہ ۔ ؏ ۔ حال این غمزدہ اے یار ہمانست کہ بود فقط

امیر فقیر ۔ یکم اکتوبر ۱۸۹۹ء ۔

دار الریاست رامپور

میرے پیارے زاہد نے مدت کے بعد مجکو یاد کیا ۔ اس کا شکر گزار ہوں میں ایسی کاہشوں میں رہا اور ہوں کہ میری کوتہ قلمی عفو کے قابل ہی مرض سے رنجوری و معذوری ایک طرف ۔ نومبر کے مہینے میں آگ نے زنانے مکان سے مشتعل ہو کر مردانے مکان تک دوپہر میں تمام اسباب راحت و سامان معاشرت جلا کر خاک کر دیا ۔ قلمی اور مطبوعہ

آپ نے بہت اچھی کہی ہے۔ اصلاح کی فی الحقیقت ضرورت و گنجایش نہ تھی شبہ آپ اپنی حذاقت سے غور کرکے مٹا لیا کیجئے۔ اگر کبھی کوئی شعر مشکوک ہی رہ جائے تو اس کو لکھ بھیجا کیجئے۔ لفظ ساگا کی اصل ساگھا بمعنی جنگ و جدل ہے میر تقی مرحوم کے شعر میں بھی یہی معنی ہیں۔ قدما کے سوا متوسطین و متاخرین کے کلام میں یہ لفظ دیکھا نہیں گیا۔ بھا کا اصل بھاشا ہے اور ہندی میں شا اور کھا کا بدلا ہوتا ہے اردو میں فصحا کی زبان پر بیشتر بھا کا اور کمتر بھاشا مستعمل ہے۔ امیر اللغات سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ یہ کام تھوڑا تھوڑا ہو رہا ہے اور ایک بڑی جگہ سے امید بھی ہے۔ باقی خیریت ہے۔

امیر فقیر۔ ۴۔ اپریل ۱۸۹۹ء رامپور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ نامہ سعادت بلٹی لیکر آیا۔ لوکاٹ کی پارسل موصول ہوئی۔ زباں و دل دونوں تمہاری محبت کے شکرگزار ہیں اللہ تعالیٰ اس دلنوازی کی جزا دے۔ انفلوئنزا کا آج کل زور ہے ہیں اور میرے کئی عزیز کئی روز سے مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے اس سے پہلے نامہ سعادت کا جواب لکھ چکا ہوں پہنچا ہوگا۔ حافظ جلیل حسن سلام و سپاس عرض کرتے ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۱۲۔ اپریل ۱۸۹۹ء رامپور

پیارے [illegible] بعد مدت کے بعد محبت نامہ آیا تمہاری بیچی اور خالص الفت [illegible] دیکھ [illegible] بنایا۔ خدا تم کو خوش رکھے کہ مجھ مغموم و محزون [illegible] کی خیریت کی خوشخبری سنا کر خوش کر دیتے ہو اور میری مزاج [illegible]

پروانہ ہوں ازل سے سراج منیر کا — قمری ہوں سرو باغ علی کبیر کا
میں نغمہ سنج ہوں چمن بےنظیر کا — بلبل ہوں بوستان الخ۔ جہاں

تاریخ میں زہرہ کے ساتھ مشتری کا لفظ آئے گا وہاں مشتری سے دولہا ہی مقصود ہوگا جیسی قمری سے برق کے شعر میں عاشق یا خود متکلم مصنف مراد ہے۔ زیادہ آپ سے ذکی اور فہمیدہ سخنور کو لکھنے کی حاجت نہیں۔ تتبع کلام اساتذہ سے آپ کوئی سند مشتری کوکب کی تذکیر کی پائیے تو مجھے بھی لکھیے۔ تمام ہوئی یہ بحث۔ دامن گلچیں کا دوسرا نمبر عنقریب نکلے گا۔ ہم تکمیل میں کوشش کی جاتی ہے مگر طبع کا کام چونکہ اوروں کے ہاتھ میں ہے دیر ہی ہو جاتی ہے۔ آپ کی غزل بھی اس پرچے کے ساتھ آپ کو پہنچے گی۔ اس مرتبہ انتظار بہت رہا مگر آپ کی غزل نہ آئی۔ چاہیے کہ آئندہ سلسلہ جاری رہے۔ بہت دنوں آپ کی خیریت نہیں معلوم ہوتی تو نگرانی سخت تکلیف ہوتی ہے۔ براہ سعادت خیریت نامے سے جلد جلد ممنون و مسرور کیا کیجیے۔ میرے حالات بدستور ہیں اور ناگفتہ بہ۔ ہر حال میں اللہ کا شکر ہے زیادہ کیا لکھوں۔ فقط

امیر فقیر - ۱۲ - مارچ ۱۸۹۹ء رامپور

پیارے زاہد - دعا بدعا۔ مادہ تاریخ میں لفظ ایجاب محض اور بجائے قرآن لفظ وصل لانا اور اس سے معنی ایجاب و قبول اور قران اجتماع مراد لینا بہت ہی بحث ہے۔ اس باب میں مجھے بھی آپ کی رائے سے اتفاق ہے۔ دامن گلچیں کی غزل دیکھی اور کمیٹی انتخاب میں منتخب ہوگئی غزل

چوتھی جلد جس میں پ کے لغات ہیں زیر تالیف ہی اور تیسری جلد تو گویا تیار ہی۔ دو چار الفاظ اس میں تحقیق طلب رہ گئے ہیں مگر ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ طبع کب ہوگا اور کیونکر ہوگا۔ آپ سے تو مدد کی سبب کچھ امید ہی۔ خداوند تعالیٰ آپ کو مکروہات سے محفوظ اور بجمیع الوجوہ مطمئن رکھے۔ ارباب دفتر خصوصاً حافظ جلیل حسن سلام سپاس انضمام عرض کرتے ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۸۔ جولائی ۱۸۹۸ء ریاست رامپور

دلنواز ارباب نیاز۔ سلام مسنون دعا شحون۔ گلدستہ دامن گلچیں جنوری سے باہتمام نور چشم لطیف احمد اختر پھر نکلے گا۔ یہ وہی پرچہ ہی جو ۱۸۸۵ء میں میری زیر نگرانی نکلکر مقبول عام ہو چکا ہی۔ اب سے بھی کوشش یہی ہی کہ حسن معنوی کے اعتبار سے یہ پرچہ آپ ہی نظیر ہو۔ چونکہ آپ کو اس کے ساتھ پہلے بھی دلچسپی رہ چکی ہی لہذا اب بھی آپ سے بنظر خصوصیت خاص ہر گونہ امداد کی امید ہی۔ جنوری کی طرح میں جو ذیل میں لکھی جاتی ہی اپنی غزل ۱۰۔ دسمبر تک لطف فرمائیے تاکہ پھر ہر دلعزیز اور مشہور گلدستہ آپ جیسے خوش فکر رنگین کلام کے گلہائے مضامین اور اشعار رنگا رنگ سے تازگی پیدا کرے اس سے زیادہ آپ سے لائق مہربان کو لکھنے کی حاجت نہیں اشتہار متعاقب پہنچیگا۔ طرح۔ گیسوے پیچاں کی گلیاں ہیں مری چھائی ہوئی۔ اطفال و احباب ماوجب رسان ہیں فقط

سعید و رشید کونین مجی سید زاہد حسین صاحب اسعد کم اللہ فی الدارین
سلام مسنون دعا مشحون۔ عرصہ ہوا ایک کارڈ آپ کا آکر سرور افزا ہوا تھا
اس کے بعد سے کوئی سعادت نامہ تسکین بخش خاطر نہیں ہوا۔ جی چاہتا ہے
کہ آپ کی خیریت جلد جلد معلوم ہوا کرے۔ اب کے رامپور میں آم کی فصل
بالکل خراب اور کمی کے ساتھ ہی اور مجھے ایک عالی مرتبہ ریاست میں
ہدیہ بھیجنے کی ضرورت شدید ہی۔ مجبوراً آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ سہارنپور
کے عمدہ اور بڑے آم قابل ہدیہ بقدر مناسب لطف کیجئے۔ مگر جلد
چاہئے کہ موقع ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔ آپ کی سعادت و محبت سے
امید ہے کہ یہ بے تکلفانہ تکلیف دہی بار خاطر نہو گی زیادہ دعا
امیر فقیر۔ ۲۶۔ جنوری ۱۸۹۸ء رامپور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ آم پہنچے۔ اور باعث منت پذیری
ہوئے اس کی حقیقت سب مجھے معلوم نہ تھی کہ سہارنپور میں عمدہ اقسام کے
آم قلمی نہیں ہوتے اب آپ کے لکھنے سے حال معلوم ہوا اور لوگوں
سے سنا بھی گیا کہ وہاں تخمی آم اچھا ہوتا ہی اور اس کا زمانہ بھادوں ہی
بہرکیف آپ نے جن دقتوں سے کوشش کر کے آم بھجوائے میں اس
کا تہ دل سے شکرگزار ہوں اور مجھے اپنے بیوقت اور بیموقع تکلیف دہی
سے کمال انفعال ہے۔ دفتر امیر اللغات کی حالت جسقدر آپ کو معلوم
ہو چکی ہے اس میں کوئی جدت نہیں ہوئی جسطرح سرکار سے کمی کے ساتھ
[illegible] امداد ہو رہی ہے اسی طرح کام بھی آہستگی کے ساتھ تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے

غزل میں رکھنے کے قابل ہیں۔ باقی اشعار کے رکھنے میں اختیار ہے باسے فارسی کی جلد کا صحیح اندازہ ابھی نہیں ہوسکتا کہ کے جزو میں تمام ہوگی۔ آپ اب باسے فارسی اور تاسے قرشت سے متعلق جو کچھ ہوسکے وہ لکھیئے۔ باسے تازی کی جلد زیر نظر ثانی ہے۔ امید ہے کہ تین چار مہینے میں تکمیل ہوجائے گی۔ چھپنے کی نسبت ابھی میں نہیں کہہ سکتا۔ نہ کب چھپے گی نظر ثانی سے تکمیل کے بعد سرکار میں پیش کرونگا۔ آگے کی کارروائی سرکار کی مرضی پر موقوف ہے۔ اطفال فقیر اور عزیزی حافظ جلیل حسن واجب گزار ہیں۔

امیر فقیر۔ ۳۰۔ دسمبر ۱۸۹۵ء رامپور

مجی وسعیدی زاد کرمکم واقبالکم۔ سلام مسنون و دعا مشحون۔ مدت سے آپ کی کوئی تحریر نہیں آئی غزلیں جو اصلاح ہو کر واپس بھیج گئی ہیں انکی رسید بھی آپ نے نہیں لکھی۔ سخت تعجب ہے اور وجہ نہ معلوم ہونے سے اور بھی تردد ہے۔ خدا کرے آپ مع الخیر والعافیتہ ہوں اور من کل الوجوہ طمانیت وجمعیت حاصل ہو۔ مجھکو آپ کا ہر وقت خیر طلب ہوں چاہیے کہ براہ سعادت یہ کارڈ پہنچتے ہی خیریت نامہ لکھیئے اور رفع نگرانی کیجئے۔ میری کیفیات بدستور ہیں ہر حال میں اللہ کا شکر گزار ہوں۔ زیادہ بجز دعا کیا لکھوں۔ سب کی طرف سے واجب جلیل حسن بالتخصیص تسلیم گزار ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۲۶۔ مارچ ۱۸۹۶ء رامپور

محب دلنواز سلام ودعا الضمیم۔ نامہ سعادت مورخہ ۲۸۔ نومبر پہنچکر نور افزائے دیدہ وسرور افزائے دل ہوا۔ پونڈے بھی پہنچے اور نہایت شیریں اور نرم رسیلے نکلے۔ آپ نے جو اوصاف لکھے تھے وہ سب پائے گئے کوئی شک نہیں کہ یہ پونڈے بے مثل ہیں۔ میں آپ کے اس اتحاف دوستانہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ باے تازی کے اجزا جسقدر آپ نے بھیجے تھے وہ کام میں لائے گئے۔ حصہ سوم کے اکثر نوٹ وہیں سے لکھے گئے ہیں۔ یہ حصہ تمام و کمال باے تازی میں ہے۔ بائے فارسی سے چوتھے حصہ کا آغاز ہوا ہے۔ اللہ تعالی اسے انجام کو پہنچائے خدا سے امید ہے کہ اب آپ کو اطمینان اور سکون خاطر حسب دلخواہ ہو۔ اعزا میں متواتر اموات کے صدمات لکھکر آپ نے مجھے بیچین کردیا۔ شافی برحق وہاں کی آب و ہوا کو جلد صاف کردے۔ اور آپ کو مع متعلقین و متعلقات مکارہ سے محفوظ و مامون رکھے۔ دنبل کا فارسی میں صحیح ہونا آپ کی اس تحریر سے معلوم ہوا۔ آپ نے جن لغات کا یعنی ہفت قلزم و تتمہ برہان قاطع کا حوالہ دیا ہے میں بھی اس میں انشاء اللہ دیکھوں گا۔

امیر فقیر۔ ۵۔ دسمبر ۱۸۹۷ء ریاست رامپور

میرے دلنواز میرے قدر شناس سید صاحب حبیبی و روحی فداک آپ کا محبت نامہ مشعر مژدہ صحت پہنچکر سرمہ کش دیدہ انتظار اور تسلی بخش دل بیقرار ہوا۔ میں اب تک آپ کو خوش مذاق و خوش تحریر جانتا تھا لیکن ماشاء اللہ خوش قلم اور پاکیزہ رقم بھی ہو۔ کلام معائب و نقائص

ہوں تو بیس اور اگر چھوٹے ہوں تو چالیس مطلوب ہیں ۔ ایک عالیشان امید گاہ کو مرہا تیار کروا کے بطور پیشکش بھیجتا ہیں ۔ آپ اپنے طور پر عمدہ ثمر کیاں احتیاط کہ کارپردازان ریل تصرف نہ کر سکیں ہدیۃً مجھے بھیجیں ۔ بنظر بے تکلفی تمنا بر لائی جاتی ہے ۔ محمد احمد مع اخوان اور حافظ جلیل حسن صاحب گزارش ہیں ۔ ذبل لفظ عربی ہے ذابیل اسکی جمع ہے ۔ ذبل صحیح نہیں آپ کے قلم سے کسی جگہ یونہی نکلا لہذا اطلاعاً لکھا گیا فقط

امیر فقیر ۔ ۱۹ ستمبر ۱۸۹۵ء رامپور

محب دلنواز بسلام و دعا ۔ آپ کے سعادت نامے سے فرحت تازہ حاصل ہوئی مگر ادراک ناچاقی طبیعت نے تڑپا دیا آپ کی صحت و عافیت بہت ہی عزیز ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ صحیح و تندرست رکھے امید کہ خیریت سے جلد مطمئن کیجئے ۔ بہجوم مکروہات سے خط لکھنے میں مجھے دیر ہوگئی معاف کیجیگا ۔ بارے فارسی کے متعلق صرف ایک جزو آپ نے پہلے بھیجا تھا وہ کس قدر مدد دے سکتا ہے ۔ اب کچھ ہمت باندھئے اور متوجہ ہو کر پوری مدد دیجئے ۔ امیر اللغات کو آپ سے امداد کی بہت امید ہے ۔ آپ کی دلسوزی اور قابلیت ہمیشہ مشکور رہیگی ۔ ذبل کی صحت میں اسلئے کلام ہے کہ کہیں فارسی میں پایا نہیں جاتا ۔ اثناسے تحقیق منظر کرنا چاہیئے ۔ گورکھپور میں بہت ۔ مراد آباد وغیرہ میں تلاش کیا گیا کہیں نہیں ملا عجب اتفاق ہے آپ نے جو ذخیرہ محاورات کا بھیجا تھا اسمیں قریب قریب سبھی حرف ہیں مگر وہی ایک دو دو ورق فقط

امیر فقیر ۲۶ ۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء ۔ رامپور

آپ کے خط نہ آنے سے تردد ہے۔ خدا کرے مانع بخیر ہو۔ امید کہ یہ سطریں دیکھتے ہی رفع تشویش کیجئے۔ یہاں بعنایت الٰہی خیریت ہے جلیل حسن سلام نیاز عرض کرتے ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۸ ستمبر ۱۸۹۷ء رامپور

عین الانسان و انسان العین پیارے زاہد حسین صانکم اللہ عن کل شین

۹ ستمبر کی تحریر سعادت خمیر نورافزوں نظر منتظر ہوئی شانے پر دنبل نکل آنے اور اس کی وجہ سے تپ لرزے میں مبتلا ہو جانے سے آپ نے سخت تکلیف اٹھائی۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ ابھی ایک دنبل مندمل نہیں ہوا۔ اور دوسرے کا زور شروع ہو گیا۔ شافی مطلق جلد شفائے دلخواہ عطا فرمائے۔ امیر اللغات کی طرف کچھ توجہ ہمارے آقائے ولی نعمت کی ہوتی معلوم ہوتی ہے بڑی کوششوں سے خدا خدا کر کے یہ صورت پیدا ہوئی ہے کہ دفتر قائم ہو اور آگے کام چلے۔ مگر اب یہ دقت درپیش ہے کہ وہ عملہ جو برسوں کی صحبت میں کاموں سے واقف ہو گیا تھا سب متفرق ہو گیا بعض ان میں سے دنیا ہی میں نہ رہے اور بعض کو اور مقامات پر تعلق پیدا ہو گئے اب نئے ایسے آدمیوں کا بہم پہنچانا ہے جن میں قابلیت اس کام کی سیکھ جانے کی جلد ہو۔ آپ پہلے سے زیادہ کمر باندھ کر مستعد ہو جائیں اور بارے عجبی سے ترتیباً بقدر امکان استقرا کر کے پوری مدد دیں زیادہ اس باب میں آپ سے علم دوست سے اصرار کی حاجت نہیں۔

میووں کی فہرست میں نے دیکھی بالفعل مجھکو عمدہ انناس اگر بڑے

لئے کافی ہیں۔ اللہ تعالی آپ کو شاد و آباد رکھے اور اس دلنوازی کی جزا دے۔ امیر اللغات کی ابتری بدستور ہی فی الحقیقت اس کے پورا نہونے سے جسقدر افسوس کیا جائے کم ہی۔ حضور پرنور والی رامپور نے جب میں سفر کے لیے رخصت ہوتا ہوں اس کی تکمیل پر اپنی آمادگی اور پوری خواہش ظاہر فرمائی تھی۔ بلکہ قرار پاگیا تھا کہ سفر سے میری مراجعت پر دفتر کہولدیا جائے گا مگر مجھے آئے ہوئے قریب دو مہینے کے گزرگئے اب تک کچھہ نہیں ہوا۔ زبان کے متعلق جو شبہات آپ نے لکھے تھے وہ حتی الامکان میں نے مرتفع کردئے۔ ملاحظہ کیجئے۔ جلیل بکمال خلوص و نیاز سلام کہتے ہیں۔ اپنی خیریت سے جلد مطمئن کیجئے۔ سہارنپور میں کون کون سا میوہ قابل اتحاف نہیں عالی مرتبت ہوتا ہی ضرور اس سے اطلاع دیجئے۔ دیا۔ اب بالکل متروک ہی اس کی جگہ صرف یا بولتے ہیں۔ باہمہ گر کی صحت میں کلام ہی بایکدگر ہوسکتا ہی یا محض ہمدگر چاہئے لکھئے۔ پہ۔ بمعنی لیکن، مگر واجب الترک ہی بجاے پر جو ہر جگہ مستعمل ہی۔ پرے لکہنو میں بالکل متروک ہی اور دلی میں بہی اب وضعی کے کلام میں پایا نہیں جاتا ہی۔ آپ چاہئے لکھئے۔ پیار پروزن فاع ہی فقط

امیر فقیر ۔ ۱۱۔ اگست ۹۵ء رامپور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ میرے خط کا جواب آپ نے لکھا ابھی تک آپ کے سوالات کے جواب بہی سے تھے اور خط جواب طلب تھا

تو پھر فکر تاریخ کروں گا۔ امید ہے کہ اپنے حالات مسرت آیات سے ہمیشہ مسرور کرتے رہو۔ اطفال محبت خصال اور جملہ عزیزان و احباب واجب گزار ہیں۔ تاریخ اور غزلوں کی رسید ضرور بھیجئے تاکہ نگرانی رفع ہو الفاظ ہندیہ میں سے آخر کا حرف گرتا ہے۔ پیچ کا ہیں گرتا نشئے۔ ہیں ی سے پہلے ہمزہ مفروض چاہیئے۔ قرار بمعنی اقرار عربی و فارسی میں نہیں ملتا۔ بغیر واو عطف قول۔ قرار کو جس طرح آپ نے اردو کر لیا ہے اس کا مضایقہ نہیں۔ اضافت کی حالت میں اعلان نون جائز نہیں یہ شعر مجکو جی سے پسند آیا۔ بارک اللہ خوب کہا ہے؎

وہ آنکھوں میں ہی پتلیوں کی طرح مگر دیکھنے کو نظر چاہیئے

قطعہ تاریخ کتخدائی

نہیں یہ تمغے زاہد کی بزم کتخدائی میں فضائے خلد میں گویا ثمر ہیں نخل طوبی کے
امیر اس عقد کی تاریخ کیا رنگیں کہی میں نے دلہن دولہا ہیں دونوں رنگ بو گلہائے خوبی کے
۱۳۱۴ھ

امیر فقیر۔ ۱۴۔ جولائی سنہ ۱۸۹۷ء رامپور

محب دلنواز سلام و دعا۔ بہت چاہتا ہوں کہ آپ کے اخلاق ناموں کا جواب فی الفور لکھا کروں مگر بہجوم مکروہات سے تاخیر ہو ہی جاتی ہے ۱۶۔ صفر کو جو تحریر پر تنویر آئی اس کا جواب آج چوبیسویں روز بھیجتا ہوں اور تقصیر تاخیر کا عذر خواہ اور آپ کی سعادت سے عفو کا امیدوار ہوں۔ بحمد اللہ کہ تاریخ تقریب کتخدائی آپ کو پسند آئی اس کے متعلق جو الفاظ محبت و خلوص کے آپ نے لکھے ہیں وہ میری دلی مسرت کے

دولہا کو دلہن بہت پیاری ملی ۔ حقتعالیٰ دونوں کی عمر و اقبال میں برکات روزافزوں عطا فرمائے ۔ میری طبیعت کسل راہ سے متغیر ہو رہی ہے ذرا سنبھل جائے تو اس عقد کی تاریخ کہونگا اور اظہار سرور کرونگا ۔ غزلیں ابھی کی مجھے نہیں پہنچیں شاید حافظ جلیل حسن کو پہنچی ہوں وہ وطن سے امروز فردا میں آنے والے ہیں یہ پرچہ رفع انتظار کے لیے لکھوا دیا ہے ۔ اپنی والدہ کو میری طرف سے مبارکباد دیجئے ۔ اطفال فقیر با وجیہ رسانی ہیں فقط

امیر فقیر ۲۴ ۔ جولائی ۱۸۹۷ء دفتر امیر اللغات

رامپور

پیارے ناصر ۔ تم ہو اور دونوں جہاں کا عیش

میں نے سفر سے واپس آکر مختصر سی مبارکباد تمہاری شادی اور خانہ آبادی کی کسی لڑکے سے لکھواکر بھیجدی تھی اور قصد تھا کہ کسل راہ سے نجات کے بعد اطمینان سے کوئی تاریخ کہونگا ۔ اور تمہاری مکرر بھیجی ہوئی غزلیں ملجائیں گی تو دیکھ لونگا ۔ مگر طبیعت زیادہ بے مزہ ہو گئی اور اب تک ناچاقی طبیعت کا سلسلہ چلا جاتا ہے معہذا المکروہات تکالیف ہجوم ہیں ایک مصرع کہا تو اس میں خوبصورت قافئے نہیں ملتے عام قافیوں میں قطعہ موزوں کرنے کو جی نہیں چاہتا ۔ بجنسہ ایک قافیہ موزوں کرکے چار مصرع کا قطعہ بھیجتا ہوں مادۂ تاریخ حسن سے خالی نہیں ۔ غزلیں تمہاری ابتدائی شاعری کی کہی ہوئی ملگئیں ان کو میں سرسری نظر سے دیکھ کر تصحیح کر دیا ۔ ان کو خود بھی تم اپنے ذوق [illegible] درست [illegible] طبیعت [illegible]

ہنیشں ہوں مگرابہی تک کچھہ نتیجہ ہنیں ہوا اسکوکئی مہینے ہوگئے ۔ اصلاح طلب
کلام سکے بستے بہت پر ہو گئے ہیں ایک انبار لگا ہوا ہے اُنہیں میں آپ کی
غزلین بہی غالباً ہوں گی کوئی ترتیب ہنیں ہے کہ جو کلام مطلوب ہو جلد نکل
آسے ایک سرسری نظر آپ کی غزل کے لیے ڈالی گئی مگر ناکامی ہوئی۔ لہذا
ملتمس ہوں کہ نقل اس کلام کی ممکن ہو تو بہجوا دیجئے کہ میں دیکھکر فی الفور
واپس کو بہیجوں ۔ عزیزی حافظ جلیل حسن پر سخت صدمات علی التواتر آئے ہیں
ان کے والد ماجد نے جو ایک بڑی جماعت کے مقتدا اور شیخ
آیا ۔ بالتہے رحلت کی ۔ بعد ازاں کئی عزیز قریب علی الاتصال راہی دار
وہ آنکے ان غموں نے عزیز موصوف کو بالکل بیکار کر دیا ہے ۔ آپ
کی خدمت میں سلام نیاز کمال شکر گزاری سے عرض کرتے ہیں اور اپنی
کوتہ قلمی کے عذر خواہ ہیں ۔ زیادہ بجز دعاے ترقیات کے کیا لکھوں ۔ جواب
اس کا مع کلام بہت جلد عنایت کیجئے منتظر ہوں فقط

آپ کا داعی خیر

امیر فقیر ۔ ۱۰ ۔ اپریل ۱۸۹۷ء رامپور

پیارے زاہد ۔ روحی فداک ۔ سلام مسنون اخلاص و دعا شوق کے
بعد دعاگو رہوں کہ مین سفر میں تہا اب رامپور پہنچا تو آپ کا خط مسرت نمط
پاکر انتہا کا سرور ہوا ۔ یہ دور ایسا ہے کہ برسوں خوشی کی بات نہ دیکہنے میں
آتی ہے نہ سننے مین ۔ بحمد اللہ کہ آپ نے مژدہ کتخدائی لکہکر میرے دل
افسردہ کو شگفتہ کر دیا ۔ زیادہ ترجی اس سے خوش ہوا کہ پیارے

کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے۔ میری کوتہ
فہمی بیشک سزاوار ملامت ہے اور مجھے آپ کی طرف سے انتہا کی ندامت
ہے۔ کچھ ایسی کاوشوں میں مبتلا رہتا ہوں کہ ضروری کام بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا
نہ آپ کو کوئی خط لکھا نہ خط کا جواب دیا اور نہ آج تک غزلیں دیکھنے کی
نوبت آئی اور آپ کی طرف سے عنایتوں پر عنایتیں ہیں جن کا شکر بھی ادا
کرتے نہیں بنتا۔ آپ کے حق میں دعا البتہ کیا کرتا ہوں۔ اس کا اپنی
کسی وقت قصور نہیں کیا اور نہ کبھی ہوگا۔ امراض میرے بدستور ہیں
اور پریشانیاں موفور۔ دل و دماغ آزردہ و افکار کے شکار رہتے ہیں۔ اگر امیر اللغات
اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ محاورات بیگمات کے تلف ہونے کا
افسوس ہے مگر آپ کا یا کسی کا اس میں کیا قصور۔ آپ کسی طرح کا [illegible]
نہ کریں۔ میری یہاں جتنی کتابیں ہیں اور جو چیزیں ہیں آپ ہی کی ہیں جس کتاب
کی ضرورت ہو بے تکلف منگوا لیجئے۔ یہاں سے غلطی یہ ہوئی کہ وہ
کتاب بصیغہ بیرنگ بھیجی گئی رجسٹری اس پر نہ ہوئی ورنہ تلف نہ ہوتی۔ اب
میں فکر میں ہوں کہ کہیں سے کوئی نسخہ اس کا دستیاب ہو تو میں آپ
کو بھیجوں۔ بہرکیف آپ کو انفعال کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ امیر اللغات
کی نسبت جو درخواست گورنمنٹ سے کی گئی تھی وہ وہاں سے اس [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

امیر فقیر بقلم دیگرے ۔ ۳۰۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء از رامپور

پیاسے زاہد۔ دعائے صلاح و فلاح دارین کے بعد مدعا یہ ہے کہ سعادت نامہ محبت شمامہ ۲۴ دسمبر کا لکھا ہوا آیا آنکھوں کا نور دل کا سرور بڑھایا۔ موسم سرما ہے، مرض عسر بول بڑھ جاتا ہے حبس بول کے دورے جلد جلد پڑتے ہیں اسی وجہ سے کوئی کام ٹھیک سا نہیں ہوتا۔ احباب کی خدمت گزاری میں تقصیر ہوتی ہے حتیٰ کہ کوتہ قلمی بھی منفعل کرتی ہے آپ سے بھی امیدوار معافی ہوں۔ امیر اللغات کے باب میں جو درخواست نواب گورنر جنرل بہادر کو بھیجی گئی تھی اس میں کامیابی نہوئی سکریٹری نے جواب لکھا کہ یہ درخواست لفٹننٹ کے ذریعے سے آنا چاہیئے۔ اب وہاں پیش کرنے کا ارادہ ہے حافظ جلیل حسن اب تک وطن سے نہیں آئے ان کے والد بیمار ہو گئے ہیں اس وجہ سے رخصت سے زیادہ توقف ہوا۔ امید ہے کہ اسی ہفتے میں آجائیں۔ ان کے آنے کے بعد آپ کی مطلوبہ کتاب کتبخانے سے نکلوا کر بھیجونگا۔ ان کی غیبت میں مجھے تلاش کرنا دشوار ہے۔ غزلیں ابھی آپ پھر بھیجدیں تو بہتر ہے۔ اطفال عقیدت خصال ما وجب گزار ہیں فقط

امیر فقیر بقلم دیگرے ۶۔ دسمبر ۱۸۹۶ء

از رامپور

سعید و رشید کونین محبی سید زاہد حسین سلمکم اللہ تعالیٰ۔ سلام و دعا کے بعد مدعا یہ ہے کہ نامہ سعادت بلٹی لیکر پہنچا اور بوکاٹ کا پارسل ابھی اسٹیشن سے وصول ہوا۔ میرا دل آپ کی محبت اور خاص عنایت

بنا کر بھیج دیجیے۔ انشاء اللہ وقت فرصت میں آپ کی غزلیں دیکھ کر بھیجوں گا۔ بہت
دیر خوش گی تبلیل حسن سلام عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر۔ ۲۲ ستمبر ۹۶ء رامپور

مجی وسعیدی۔ سلام مسنون، دعا مشحون۔ زکریا کی تحقیق میں اسوقت
آپ کا دوسرا کارڈ پہنچا تعجب ہے کہ میرا کارڈ جو پہلے کارڈ کے جواب میں
گیا ہے آپ کو نہ پہنچا۔ میں لکھ چکا ہوں اور پھر لکھتا ہوں کہ زکریا نے سے ی
ذال سے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا اور اس کے اعراب میں بھی تغیر ممکن
نہیں ہے آپ کا جواب بالکل باصواب ہے اور اس کا مدعی خطا پر ہے
زیادہ دعا فقط۔

امیر فقیر۔ ۳۰ ستمبر ۹۶ء رامپور

پیارے زاہد۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون کے بعد مدعا نگار
ہوں کہ حافظ جلیل حسن بحکم ضرورت دفعتہ روانہ وطن ہو گئے چلتے
وقت جلدی میں آپ کی غزلیں اصلاح طلب ان کو ڈھونڈھنے سے نہ ملیں
میری پیشی کا کام سب ان سے متعلق تھا اب ان کے آنے تک میری
تلاش سے کوئی چیز مل نہیں سکتی۔ لہذا چاہتا ہوں کہ اس کلام کو آپ دوبارہ
بھیج دیجئے۔ یا ایک مہینے کا انتظار کیجئے کہ وہ مع الخیر واپس آ جائیں۔
مجھے اس وقت یہ بھی یاد نہیں کہ آپ کی تحریر سعادت تحریر میں کونسا مضمون
جواب طلب تھا جس کے جواب لکھنے سے میں قاصر ہوں۔ امید کہ
یہ معذرت نامہ قبول ہو۔ اطفال واجب گو دعا ہیں فقط

تو تمہاری غزلیں نکلوا کر دیکھوں۔ امید کہ اس حالت پریشان خاطری میں
اپنی خیریت سے جلد جلد آگاہ کر کے تسکین افزائی کرو۔ زیادہ کیا لکھوں۔ سب
عزیز و احباب سلام سے کہتے ہیں۔ فقط

امیر فقیر۔ ۲۵۔ جون ۹۵ء۔ ریاست رامپور

مجی و سعیدی سلام مسنون۔ عاشقون۔ دیوان رنگین آگیا۔ مگر کوئی تحریر
آپ کی نہ آئی جو باعث تسکین خاطر ہوتی۔ آپ نے اپنے دیدار سے مسرور تو کیا
مگر سیری نہیں ہوئی اور اتفاق سے وہ ایسی پریشانی کا وقت تھا کہ میں جی بھر
کے دیکھ بھی نہ سکا اور نہ کوئی تواضع کر سکا۔ خداوند تعالیٰ سے امید ہے اور
دعا ہے کہ پھر آپ سے اطمینان کی ساتھ ملاقات ہو۔ آپ کی سیادت و لیاقت
و سعادت نے میرے دل پر جو اثر ڈالا ہے اس کو میں ظاہر نہیں کر سکتا۔
بہرکیف میں دائمی خیر خواہ ہوں اور آپ کی خدمت گزاری کو اپنا فخر سمجھتا ہوں
سب بندہ زادے اور جلیل حسن سلام شوق کہتے ہیں۔ امید کہ خیریت
نامہ سے مسرور کیجئے۔ میرے سینے میں جانب قلب ایک گلٹی پیدا ہو گئی ہے
جو سخت تکلیف دہ ہے آپ سے بھی دعاے عافیت کی امید ہے۔ فقط

امیر فقیر۔ ۱۲۔ ستمبر ۹۶ء۔ رامپور

مجی و سعیدی سلام مسنون اخلاص و دعا۔ عاشقون۔ محبت نامہ آیا
دل بر آیا۔ ذکریا۔ بفتحتین و کسرہ و تشدید یا ہے۔ اس میں کوئی تغیر اب تک
نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ جو لوگ ذکریا۔ ذال سے بالکسر لکھتے ہیں اور سکون
ثانی بتخفیف یا کے ساتھ بولتے ہیں محض غلط ہے خواہ دہلی والے ہوں

اس کی علت محض میرا سہو و نسیان ہی اور اکثر ہو جایا کرتا ہی کچھ چنداں ہرج نہیں ہی۔ امیر اللغات کی ہنوز کوئی صورت نہیں نکلی اور نہ نکلتی معلوم ہوتی ہی۔ یاس اس امید کی رگ رگ میں ہی جیائی ہوئی + زیادہ بجز دعاے حصول جمعیت و طمانیت کیا لکھوں۔ جلیل حسن سلام کہتے ہیں جدے اور پریشانی کی حالت میں آپ کے بہائی کا وطن سے چلا جانا اور بہی باعث کلفت ہوا۔ امید کہ جسوقت ملجائیں اطمینان کے لیے مجھے ضرور آگاہ کیجئے فقط

امیر فقیر۔ ۱۹۔ اپریل سنہ ۱۸۹۶ء رامپور

پیارے زاہد۔ امیر فقیر کی دعائیں لو۔ مدت کے بعد تمہاری تحریر سے آنکھوں کا نور بڑہایا۔ ساتھ ہی اس کے آلو کا پارسل بھی آیا جو مزید منت پذیری او شکر گزاری کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے کہ تم اپنے داعیان خیر کا دل خوش کیا کرتے ہو۔ میں اس زمانے میں ایک جدید تکلیف پیش آجانے سے سخت پریشان ہوں عالی شان مکانات سرکاری جو اک عمر سے میری سکونت گاہ تھے دفعتہً بضرورت سرکار مجھے خالی کردینا پڑے جب سے میرا سارا قافلہ پریشان ہو گیا اولاد و احفاد کہیں میں کہیں۔ اسباب کہیں۔ کتابیں کہیں۔ غرض ہنوز جمعیت و اطمینان کی کوئی صورت نہیں نکلی۔ کلام احباب کے بستے معلوم نہیں کس صندوق میں ہیں اور وہ صندوق مال بکسی طرح ممکن نہیں کہ اس وقت کوئی چیز تلاش کرنے سے ملجائے۔ خداوند تعالیٰ جلد منتقل کرے۔ اور جمعیت کی شکل [illegible]

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے۔ تمہارا محبت نامہ صنخانۂ عشق کی تاریخیں لیکر آیا تھا۔ مجھے بالکل فرصت نہیں ہوئی کہ میں اس کا جواب لکھتا صنخانہ تیزی کے ساتھ چھپ رہا ہے نصف سے زاید چھپ گیا۔ امید ہے کہ آغاز شوال میں بالکل فراغت ہوجائے گی۔ تاریخیں بغیر طلب احباب نے بہت سی بھیجیں مگر تر و خشک تاریخوں سے دیوان کا حجم بڑھانا مجھے پسند نہ آیا ان میں سے چن چن کر وہ تاریخیں رکھیں جو انتخاب الانتخاب تھیں اور باقی سے قطع نظر کی۔ امید کہ اس کے جواب میں اپنی خیریت سے جلد مسرور کرو سب عزیز و احباب ماوجب گزار ہیں۔ تمہارے ایک شعر کے معنی میں نہیں سمجھا کہ بلعم کی طرح دوش و سر کی پوٹ کیا چیز ہے۔ یہ مضمون غالباً کسی قصے سے متعلق ہوگا جو مجھے معلوم نہیں۔

امیر فقیر۔ ۴۔ مارچ ۱۸۹۶ء رامپور۔

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش کرے اور ہمیشہ خوش رکھے۔ تمہاری تحریر غم والم کی تصویر اسوقت آئی اس کے دیکھنے سے دل ہلگیا اس میں شک نہیں کہ تم پر گوناگوں مصیبتیں پڑیں اور تمہارا ہی کلیجا تھا کہ تم جھیل گئے۔ اس صبر جمیل کی خداوند جلیل سے تمکو داد ملے گی۔ اور اس کے اجر میں دارین کی نعمت و مسرت نصیب ہوگی۔ بلعم با عور۔ کا حال جو تم نے لکھا میں نے دیکھا اب وہ شعر بے تکلف رکھنے کے قابل ہے۔ میں اس سے خوش ہوا کہ تم نے صنخانہ کو پسند کیا اور دیکھکر خوش ہوئے۔ پہلے ان کا شعر جو اس دیوان میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ آگیا ہے

کرتا ہوں مگر شفق میں یہ صورت امیر اللغات کی کارروائی کے لیے کافی نہیں ہو سکتی۔ مختصر یہ ہے کہ ایسا عظیم الشان کام اس وقت تک انجام کو نہ پہنچے گا جب تک گورنمنٹ انگلشیہ یا کوئی ذی حوصلہ ریاست کافی مدد نہ دے گی۔ بہر حال آپ کا التفات مستوجب سپاسگزاری ضرور ہے۔ میں اس زمانے میں صحیح نہیں ہوں علاوہ امراض مزمنہ کے اور بھی شکایتیں باعث مجبوری و معذوری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جواب خط لکھنے میں تاخیر ہوئی۔ ذرا آرام ہو لے تو آپ کا کلام دیکھ کر بھیجوں صنمخانہ عشق نظر ثانی سے مہذب و مکمل ہو گیا ہے کچھ ہی کسر باقی ہے بعض تلامذہ کا اصرار اس کے طبع کی نسبت بدرجہ غایت ہے جس سے امید کی جاتی ہے کہ اب کے چھپ ہی کے رہے گا فقط

امیر فقیر۔ ۳۰۔ نومبر ۹۵ء۔ رامپور

پیارے زاہد۔ سلامت بخیر و عافیت ہو۔ تمہارے نامہ سعادت نے پہنچ کر بہت مسرور کیا صنمخانہ کی بابت جو دلچسپی تم نے ظاہر کی اور اس کی اشاعت و تشویق میں سعی کا وعدہ کیا اس کا میں دل سے شکر گزار ہوں امید ہے کہ اسی ہفتہ میں چھپنے کو آگرے روانہ ہو جائے۔ اب اللہ کی عنایت سے کچھ کسر باقی نہیں ہے۔ تمہاری تاریخ میں تلاش کرونگا مگر معلوم نہیں وہ کس سنہ کی ہے اگر حسب دلخواہ نکلی تو بخوشی درج دیوان کرونگا۔ غزلیں دیکھ کر بھیجتا ہوں پہنچ خیریت کے ساتھ ان کی رسید بھی مطلع کیجئے گا۔ سب چھوٹے بڑے خوب رسان ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۴۔ جنوری ۹۶ء۔ رامپور

بہت ہی شکر کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی فکر و سعی کو کامیاب کرے۔
پیشگی قیمت حاصل کرنے کے واسطے اشتہار دینے کی صورت امیر اللغات
کی شان پر نہایت بدنما ہے۔ ابتدا سے پبلک میں یہ اثر ڈالا گیا ہے کہ اس کام
کی تمامی کی امید ضعیف ہو خلق میں اسکی نسبت مختلف خیالات ہیں کوئی مولف
کو سرمایہ دار جانتا ہے کسی کو یہ خیال ہے کہ ریاست میں اسکی بنا پڑی ہے۔ رئیس
کی امداد سے تکمیل کو پہنچے گا۔ ایسی حالت میں یہ عامیانہ طریقہ اختیار کرنا
کہ پیشگی قیمت آئے تو تیسرا حصہ چھپے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ البتہ تیسرا
حصہ نکلنے میں تاخیر ملک میں مضر ضرور ہے۔ خدا کرے آپ نے جو صورت
تجویز کی ہے اور آیندہ اس کی تفصیل سے آگاہ کرنے کا وعدہ کیا ہے خوشنمائی
کے ساتھ نکلے۔ اور امیر اللغات کو اس سے معتدبہ مدد پہنچے۔ اس خط
کا جواب جلد عنایت کیجئے گا۔ سب عزیز و احباب ما وجب گزارہیں

قطعہ تاریخ

آج کیا جنت میں اس کا پایہ ہے ۔۔۔ رتبۂ خاتون زاہد دیکھ امیر
چتر سر پر فاطمہ کا سایہ ہے ۔۔۔ ہے سیادت کی بدولت یہ شرف
۱۳۱۳ھ

امیر فقیر ۔ ۱۲۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء رامپور

مجی وسعیدی ۔ دعائے صلاح و فلاح دارین ۔ پہلے پرچہ مورخہ ۷۔ نومبر
جس میں غزل ملفوف تھی آیا ۔ پھر کارڈ مرقومہ ۱۹ ۔ نومبر پہنچا دونوں باعث
سرور و سپاس موفور ہوئے ۔ امیر اللغات کی نسبت جو بمقتضائے دلسوزی
و ہمدردی آپ نے اپنی رائے ظاہر کی اس کا شکریہ جداگانہ ادا

بڑا افسوس ہوگا اگر یہ کتاب ناتمام رہگئی اور یہ افسوس نہ صرف مجکو ہی ہیگا بلکہ تمام ملک کو۔ دیکھئے خدا کو کیا منظور ہے۔ بچوبا اور ا وغیرہ کے نوٹ لکھکر آپ نے بہت ممنون کیا۔ ارباب دفتر میں سے جو لوگ رہ گئے ہیں آپ کو سلام کہتے ہیں اور نور چشم محمد احمد مع اخوان ماوجب رسان ہیں۔ عزیزی منشی ممتاز علی یہاں نہیں ہیں۔ تاریخ کی فکر میں ہوں جسوقت حسب دلخواہ ہوگئی فوراً بھیجونگا فقط

داعی خیر

امیر فقیر۔ ۱۹۔ ستمبر ۱۸۹۵ء رامپور

بپیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آپ کی افسردہ خاطری کو شگفتہ دلی سے بدلے اور دین ودنیا کی دولت سے مالا مال کرے محبت نامہ آیا اور نور سرور افزائے دیدۂ دل ہوا۔ غزلیں دیکھکر بھیجتا ہوں۔ ماشاء اللہ کیا کیا شعر کہے ہیں۔ چشم بددور۔ جس زمین میں انشا نے چار شعر نکالے آپنے اس میں دریا بہا دئے بارک اللہ فی عمرکم۔ آپ کی خاتون کی تاریخ رحلت بھیجتا ہوں چار ہی مصرع ہیں مگر سب مجھے پسند ہیں۔ خدا کرے آپ بھی پسند کریں سہارنپور کی خرابی سنکر سخت تشویش ہوئی اسی وقت سے دست بدعا ہوں [illegible] تو ارحم الراحمین رحم کرے کہ یہ بلا جلد دفع ہو۔ [illegible] کہ خیر و عافیت سے جلد جلد تسکین دیتے اور دعائیں لیتے رہئے۔ [illegible] اپنا حال کیا لکھوں [illegible] ہوتی ہے مختصر یہ کہ اچھا نہیں ہوں [illegible] لازمہ پر [illegible] [illegible] شخص سخت [illegible] ہیں۔ انہی سے [illegible] [illegible] جس نے [illegible] [illegible] امیر اللغات [illegible] شکستہ [illegible] [illegible]

خصوصاً آپ سے احب کا کلام حسب دلخواہ نہ دیکھنا اور آپ کو خوش نکر سکنا نہایت قلق کا باعث ہی۔ اب جو آپ نے ہر مہینے اپنا کلام بھیجنے کا ارادہ کیا ہی مجھے بخوشی منظور ہی اپنے امکان بھر اس کے دیکھنے میں ضرور کوشش کرونگا اور اس پر خدا نخواستہ وجوہ قوی مانع ہوں گے تو عذر کروں گا۔ بسبب پیرانہ سالی میرے ہاتھ میں رعشہ ہوگیا ہی جس سے لکھنا مجھ سے چھوٹ گیا ہی بمجبوری دوسرے کے قلم سے لکھواتا ہوں۔ اگرچہ قلم میرا نہیں ہوتا مگر زبان میری ہوتی ہی۔ ابر کی بوند بیشک شعراء نے کہا ہی اس سے یہ غلط نہیں کہا جا سکتا لیکن اپنی اپنی پسند ہی زبانوں سے مستعمل نہونے سے میری طبیعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ اور اگر آپ اپنے کلام میں لکھنا چاہتے ہیں تو چنداں مضائقہ بھی نہیں۔ کردے گی۔ کی یا سے اول کا گرنا ناپسند کرکے اس کی جگہ۔ کرے گی بنانا ٹھیک ہی۔ اب اپنے وجدان سلیم سے کام لیجئے اور اس مصرع کو یوں ہی رکھئے جیسا میں نے بنایا ہی باٹ دیکھنا۔ راہ دیکھنے کے معنی میں فصحائے لکھنو و دہلی کی زبان نہیں میر کا کہنا اس وقت سند نہیں ہوسکتا۔ اسوقت بولتے ہوں گے اب کوئی نہیں بولتا۔ اور مخزن المحاورات چرنجی لال کا کیا اعتبار اس میں ہزاروں محاورے گنواروں کے لکھے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہی بہرکیف باٹ دیکھنا کسی طرح صحیح نہیں میں بھی آپ سے متفق ہوں۔

تیسرا حصہ لغت کا مدت سے تیار ہی بے سرمائگی اس کی طبع سے مانع ہی۔ دفتر ابتر اور پریشان ہوا چاہتا ہی بلکہ ہوگیا۔ کام بند ہوگیا ہے

صحت و عافیت رہتا ہوں۔ امید کہ میرے اس خط کا جواب جو بہت اضطراب
کی حالت میں تم کو بھیجتا ہوں فوراً لکھو یہ تو تم بھی جان گئے ہو گے کہ تمہاری
سعادت و لیاقت اور تمہاری سچی محبت نے میرے دل کو تسخیر کر لیا ہے۔
لہذا تمہاری خیریت نہیں ملتی تو تعلق خاطر کسی طرح سے چین نہیں دیتا سب
اطفال اور ارباب ذکر یاد کرتے ہیں اور منتظر مژدہ خیر و عافیت ہیں فقط

داعی خیر

امیر فقیر ۶۔ ستمبر سنہ ۹۵ء ریاست رامپور

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آپ نے مسرت نامہ لکھکر
مجھکو خوش کیا اور اپنی محبت و عنایت کا منت پذیر بنایا۔ ع ایسے وقت تو خوش
کہ وقت ناخوش کر دی آپ کی دلپذیر تحریر لیاقت کا دفتر ہی قابلیت کا مجموعہ ہی
اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتنی لیاقت دی ہے اس سے زیادہ سعادت دی ہے
اور سعادت سے بھی زیادہ میری محبت دی ہے اور میرے دل کو جو آپ
کی محبت دی ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ میں ہر وقت آپ کو
دعائیں دیا کرتا ہوں اور آپ کی یاد سے دل کو تسکین دیتا رہتا ہوں۔ امید
کہ آپ بھی اپنی خیریت کی خوشخبری دیکر جلد جلد مجھے راحت دیا کیجئے۔ میں
آج تک بہت ہی رنجور رہا۔ اس مہینے میں تین دورے حبس بول کے پڑے
اسہال و درد قولنج و بسا اوقات تپ کی بھی شکایت اکثر رہی۔ اب بھی طبیعت
صاف نہیں ہے۔ بہر حال اللہ کا شکر ہے مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہے
کہ میں اپنی معذوری کی وجہ سے احباب کی خدمتگزاری نہیں کر سکتا

سب پہلے تم راضی ہو جاؤ پھر سب کچھ آسان ہے فقط

امیر فقیر - ۲ جون ۱۸۹۵ء رامپور سٹیٹ

دفتر امیر اللغات -

پیارے زاہد - خدا کرے تم خوش ہو خیریت سے ہو غم غلط ہو گیا ہو مصروف عیش و طرب ہوا و یہی مصروفی میری طرف کم توجہی کا سبب ہو - تم نے مجکو بھلا دیا مگر میں ہمیشہ تم کو دعاے خیر کے ساتھ یاد کیا کرتا ہوں - مدت ہو گئی کہ ادراک خیریت کو ترستا ہوں اور تڑپتا ہوں معلوم نہیں کہ تم کو اس ترسانے اور تڑپانے میں کیا مزا ملتا ہے - میں نے ایک تعزیت نامہ بھیجا تھا اور بحکم دلسوزی کچھ نصیحت کچھ ہدایت کی تھی - اس پر تم نے عمل کیا نہ کیا اتنا تو ضرور کیا کہ اپنے غم کا عوض مجھ سے لیا کہ اپنی خیریت سے بھی محروم رکھا میں انتظار کرتے کرتے تنگ آ گیا اور ابھی معلوم نہیں کہ اس سلسلے کا خاتمہ کیا ہو گا - اور کچھ نہیں صرف تمہاری خیریت مطلوب ہے - اب مہربانی کر کے مہر سکوت کو توڑو خاموشی چھوڑ دو اپنی خیر و عافیت اور مسرت سے مجھے خوش کرو - مجھ سے دعائیں لو - یقین کرو کہ مجکو اس سے آگے تاب اضطراب نہیں تشویش تردد انتشار اضطراب سب دمبدم ترقی پذیر ہیں - اللہ سے امید ہے کہ مسرت و عافیت اور طمانیت و جمعیت کی صحبت میں تمہاری طبیعت بہل گئی ہو گی - میں اس زمانہ میں بہت رنجور رہا جس بول کے دورے متصل پڑے اور متواتر فالج کا صدمہ اٹھایا گیا ہے جس سے اس وقت تک آرام جیسا چاہیے نہیں ہے پھر بھی باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس سے ملتجی

کی خوشخبری سناتا ہے جس ایک ایسے عمل پر تین تین جزائیں ہوں، وہ عمل تو ا
مستعد ہو کر کرنا چاہیے۔ عمل کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو آنسو بے اختیار
نکل رہے ہیں ان کو روکو۔ بلکہ دل کو صبر کی فضیلتوں پر متوجہ کر کے خداوند
تعالیٰ سے راضی رہنے کی کوشش کرو۔ ان کے سب چاہنے والے
عزیزوں کو اسی طرح کی باتوں سے صبر کی طرف لاؤ کہ اپنے صبر کرنے کے ثواب
علاوہ تم کو ان صبر کرنیوالوں کے ثواب سے بھی حصہ ملے۔ واقعۂ شہادت
کربلا کو خود بھی یاد کرو اور اوروں کو بھی یاد دلاؤ۔ دیکھو جناب سید الشہدا
اور ان کے اہلبیت پر کیا کیا مصیبتیں آئیں اور کیسا صبر کیا۔ تعزیت کے
خط میں اور مطالب لکھنا مناسب نہ تھا اس لیے اس تحریر کو اسی مطلب پر
تمام کیا فقط

دوشنبہ ۳ جون ۱۸۹۵ء رامپور

فقیر امیر احمد امیر

پیارے [illegible] دو پٹاریاں آم اور شفتالو کی آئیں اور [illegible] کے ذریعے
سے وصول ہوئیں۔ شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو۔ نخلبند حقیقی
میرے میوے کھلانے والے کے نہال آرزو کو دو جہان میں سرسبز
و شاداب کرے۔ تمہارے دعاگو نے ایک خط اس سے پہلے بھیجا ہے
اور اس کے دوسرے پرچے میں اپنی رائے کا اظہار کر کے تمہارے
دل کو مسرت پہنچائی ہے۔ امید ہے کہ تم اس رائے کو جو نہایت نیک نیتی
سے [illegible] ان کے بزرگوں
[illegible]

ابھی سے دوسرے عقد کی فکر کرو تو ناحق خدا ابھی جوان ہی تیرا بچہ معصوم ناداں ہی
اسکی پرورش میں جیسی کوشش چاہیئے ویسی تنہائی میں دشوار ہوگی اور اسی
حیلے سے مرحومہ کا غم بہت جلد کم ہوجائے گا۔ میرے دل نے نمانا
آپ نے نیک نیتی سے سچی نصیحت کردی۔ اگر اس کا جواب مشعر قبول پاؤنگا
تو خوش ہوں گا۔ اگر میں قابل سفر ہوتا تو تعزیت کے واسطے خود آتا اور
تمہیں بہت کچھ سمجھاتا کیا کروں امراض کی وجہ سے معذور رہوں۔
ایسی حالت میں تمنے امیر اللغات کو مدد دینے سے کمی نہیں کی اس کا
میں بہت ہی شکر گزار ہوں۔ دفتر کے عمدہ کارپرداز وطن کو گئے ہیں آپ
ان نونوں پر نظر کر کے درج امیر اللغات کریں۔ پیارے زاہد اتبور یل امیو
ایک بڑی ہی موقع ملے تو کبھی ادھر بھی آنکلو۔ اب تو مدت ہوگئی کہ نہیں دیکھا
مجکو بھی اپنے دیدار سے مسرور کرو تمہارا جی بھی کچھ بہل جائے گا میرے
سب عزیز دوست ما وجب رساں ہیں۔ واپس شدہ نوٹ محجوب ہو کر
میں نے رکھ لیا کہ ایسے وقت میں کیا تم سے بحث کروں ہر طور تمہارا
احسانمند ہوں۔ میں کس قابل ہوں کہ تمہارے احسانات کی تلافی کرسکوں
خیر بھائی تمہاری ہی آنکھ اونچی رہے۔ تمہاری خوشی میری عین خوشی ہی فقط
فقیر امیر احمد امیر ۲۳ - جون ۱۸۹۵ء

وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون
اور خوشی سنا دے ان صابرین کو کہ جب پہنچے انہیں کوئی مصیبت کہیں کہ
ہیں ہم اللہ کے اور ہم آخر اسی طرف پھرنے والے ہیں۔ —

ضرور کچھ دال میں کالا ہی اور میں دعا مانگتا تھا کہ الٰہی خیر ہو۔ آج جو تمہارا
خط آیا اس کا ہر فقرہ میرے کلیجے میں تیر بنکر اُترا۔ جوانمرگی کا صدمہ تو ایسا
ہوتا ہی کہ دشمن پر بھی ہو تو دل دکھہ جاتا ہی ایسی خاتون جوان عمر مانوس الطبع
خوش اوقات خوش صفات کی مفارقت دائمی کا داغ کیونکر دل میں ناسور
نہ ڈالے حقتعالیٰ ہی توفیق صبر دے تو صبر آئے۔ تعزیت نامہ میں نے
علیحدہ لکھا ہی اس کو ضرور بار بار پڑھئیے۔ میں اب تمہارے واسطے دعا
توفیق مصابرت مانگتا ہوں اور مرحومہ کے لئیے دعاے مغفرت۔ خدا
اس بچے کو جو مرحومہ کی پیاری نشانی ہی پروان چڑھاے اور اقبال کے
ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور تم کو اپنی بارگاہ فیض سے (جہاں کسی چیز کی
کمی نہیں) نعم البدل عطا فرمائے۔ پس ہرگز تم یہ خیال نکرنا
کہ مرحومہ کا نعم البدل کیسے ہو سکتا ہے۔ جناب ام سلمہ رضی اللہ
عنہا جب اپنے شوہر ابو سلمہ کی رحلت سے بیوہ
ہو گئیں تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتے وقت یاد آیا کہ حضرت رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو کوئی کسی چیز کے فوت ہو جانے
پر یہ آیت ترجیع پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کو نعم البدل عطا فرماتا ہی اس خیال سے
پڑھتی تو تھیں مگر یہ خطرہ دل میں گزرتا تھا کہ میرے شوہر کا نعم البدل کیا ہو سکتا ہی
جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں تو سمجھیں کہ حقتعالیٰ نے کیسا نعم البدل
عطا فرمایا جو خلاصہ کائنات ہی۔ اس بیان سے میرا مقصود یہ ہی کہ اگرچہ اس
وقت تمہارے نفس پر شاق ہوگا۔ مگر اے میری جان سراپا ارمان زاہدا

روانہ کرنا ہی تاکہ ہم کو منتظر رہوں - مگر لکھتا ہوں کہ بہت اہتمام کیجئے میووں کے
بھیجنے میں کہ وقت پر پہنچیں - میں بہت ممنون ہونگا - محمد احمد مع اخوان
با وجب سلام آپ - فقط پانچ روپیہ کا نوٹ آپکی ضرورت کے واسطے
ملفوف ہی - آپ کا دعاگو

امیر احمد امیر عفی عنہ
۱۶ - اپریل ۱۸۹۵ء ریاست رامپور

پیارے زاہد - اللہ تم کو خوش رکھے اور طمانیت دارین نصیب کرے
لوکاٹ بہت عمدہ تمنے بھیجے اور وہ عین وقت پر پہنچے - ۲۶ - شوال کو وہاں سے
روانہ ہوئے اور ۲ کو یہاں پہنچ گئے بہت جلد پہنچے تب بھی بہت شگفتہ
بلحد غایت لطافت کی دلیل ہے اور میوے شاید فصل نہونے سے دستیاب
نہیں ہو سکے بہر کیف اس سے کام نکلگیا - میری طرف سے بہت
دعا اور شکر یہ ہدیہ کا قبول کرو - تمنے کوئی سعادت نامہ نہیں لکھا - اپنی یا
خاتون کی خیر و عافیت سے مسرور نہیں کیا سخت تشویش ہے - لوکاٹ
بھیجدیا اور کچھ نہ لکھنا یہ بھی تردد کا باعث ہے - خدا کرے اطمینان ہو
صحت ہو آرام ہو - میں دعا سے کسی وقت غافل نہیں ہوں تم مجھے
مطمئن کرنے میں دیر نکرو قلم اٹھاؤ خیریت نامہ لکھو اور تردد رفع کرو سب
عزیز سلام و دعا کہتے ہیں -
امیر فقیر - رامپور - ۲۸ - اپریل ۱۸۹۵ء

پیارے زاہد - تمہارا خط نہ آنے سے پہلے ہی میرا جی دھڑکتا تھا کہ

لیکن تعجیل بہت مطلوب ہے حصہ بالکل تیار و مکمل ہے صرف اتنی ہی کسر باقی ہے
دونوں باتوں کا جواب دیجئے۔ اور اپنی اور اپنے متعلقین کی خیریت لکھئے۔
نور چشم محمد احمد سے کسی قدر آپ کی خیریت و کیفیت معلوم ہوئی تھی اس سے
تسکین نہیں ہوئی۔ آپ نے گولیوں کے خشک کرنے کی ترکیب پوچھی
تھی مجھے بالکل یاد نہیں اور نہ یہ یاد ہے کہ اس کی ضرورت پڑی تھی یا نہیں
اب فصل ایسی آگئی ہے کہ گولیاں آپ سے آپ خشک ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ
میں تکلیف سے فارغ نہیں ہوں بیمار بھی ہوں اور بیمار دار بھی۔ ورنہ خود
تیار کرا کر بھیج دیتا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنے حبیب
اور آل حبیب کے صدقے میں ہر تردد و کلفت سے محفوظ و مطمئن رکھے فقط

آپ کا دعاگو

امیر فقیر۔ ۳۔ مارچ سہ شنبہ ۵ء

پیارے زاہد سلمہ اللہ تعالیٰ۔ پہلے دعا مانگتا ہوں کہ تم بخیریت ہو اور
تمہاری دلہن کو حسب دلخواہ صحت ہو پھر تکلیف دیتا ہوں کہ مجھے ۲۷ شوال
مطابق ۲۳۔ اپریل روز سہ شنبہ کو چاشنی دار میووں کی ضرورت ہے
جیسے لوکاٹ۔ رنگترے۔ شربتی لیموں۔ یہاں یہ فواکہ اس زمانے
میں اچھے نہیں ملتے۔ امید ہے کہ وہاں یہ چیزیں عمدہ دستیاب ہوتی
ہوں۔ آپ بہت جلد توجہ کر کے اس حساب سے روانہ کیجئے کہ
عین ۲۷۔ شوال کو یہاں پہنچیں اور حتی الامکان ثمر ایسے ہوں کہ تین چار
دن ٹھہر سکیں اس لیے کہ ایک عزیز صفراوی مزاج کے ساتھ ریل پر

بروز دوم باز آب ہنکھنا بوزن پاؤ آثار افزودہ حل نمایند و بروز چہارم کہ قدرے
نمی از آب ہنکھنا باقی ماند آب لیموں کاغذی مصفی انداختہ خوب حل نمایند ہر گاہ
قابل حب بستن گردد حبوب بقدر مونگ بستہ نگاہ دارند دیک حب نہار بخورند
بزرے تب فرجبہ تا وقت باقی ماندن اثر ہش التزام ملحوظ باشد و برائے حمیات
دیگر سعد تجاجت کفایت خواہند کرد۔ انشاء اللہ تعالی بسیار مجرب است۔
اگر وقت ضرورت ہنکنیا ثمر ند اشتہ باشد برگ و بیخ ہم کافی است امیر فقیر
پیارے نزاہد۔ امیر فقیر کی دعائیں لو۔ اور اپنی خیریت دو۔ بہت دنوں سے
تمنے کچھ لکھا نہیں اور مجھے بھی اپنی کاہشوں کی بدولت خیر پرسی کی توفیق نہیں
ہوئی۔ خدا کرے تم بخیریت ہو اور ہر طرح خیریت ہو۔ لغت کا تیسرا حصہ تمام
ہوا اور نظر ثانی بھی ہوگئی اب کچھ یوں ہی سا کام اس میں باقی رہا ہے
میں نے آپ کے اجزا اب نکالے اور دیکھے۔ تمہاری دلسوزی اور
محنت پر آفریں کی اور شکر گزار ہوا۔ اس میں اکثر لغت نئے ملے اور
اکثر شعر بھی کام آئے۔ امثال کی شان نزول اور بعض لغات کی شرح
جو تمنے لکھی ہے وہ قابل قدر ہے۔ امیر اللغات نے اس کو خوشی سے لیا
اور تمہارا شکریہ ادا کیا۔ مخزن المحاورات کے لکھنے میں تمنے ناحق
محنت کی۔ یہ کتاب وقت تالیف یہاں پیش نظر رہتی ہے۔ دریائے لطافت
بھی دفتر میں ہے مگر اس کے دیکھنے کی نوبت کم آتی ہے بلکہ نہیں آتی اس کے
محاورے جو تمنے انتخاب کئے وہ مفید ہوئے۔ نظیر کے کلام نے
ایک لفظ کا فائدہ نہیں دیا۔ ان کے نادر اجو تمنے بعض الفاظ کے

بس تین یہ گولیاں تھیں چرالی۔ اب ایک گولی بھی نہیں ہے ساٹھ برس [illegible]

و بسید نشا منصب پھر ملے اور بہت خوشامد اور خدمت گزاری کے بعد

نسخہ بتانے پر راضی ہوئے وہ نسخہ میں بھیجتا ہوں اگر بن پڑے تو بنوا دو

اور آدھی گولیاں مجھے بھیج دو۔ خدا سے امید ہے کہ تمہاری خاتون کو صحت

ہو جائے گی۔ دعائے صحت میں ضرور کروں گا اگرچہ انتہا کا گنہگار

ہوں مگر گناہوں سے شرمسار ہوں اور ارحم الراحمین سے مغفرت و اجابت

دعا کا امیدوار ہوں۔ مرزا احمد سلام نیاز کے بعد عرض کرتے ہیں کہ خدا

آپ کو اطمینان دے تو میران پوری عمدہ کملوں کی فکر کیجیے گا۔ رام پور میں

آب و ہوا بہت ہی فاسد اور بازار حیات کاسد ہے۔ خدا رحم فرمائے

میرے گھر میں بھی بہت سے عزیز اور ملازم بیمار ہیں۔ بھیجا ہی میں غزل

دیکھی۔ اس سنگلاخ زمین میں ایسے شعر کہنا آپ ہی کا کام ہے۔ آگ لگی والی

غزل آئی تھی وہ بھی نگرانی [illegible] بلکہ تین مہینے سے بوجہ کثرت امراض وبائی

ہوش نہیں خدا جانے وہ غزل کہاں ہے۔ منہ کی بوند منہ کے پانی کی بوند

یہ سب درست۔ دیگر ابر کی بوند مستعمل نہیں۔

امیر فقیر ۳۰ ستمبر ۱۸۹۴ء

رام پور مراد آباد

نسخہ حبوب کہ جمیع اقسام تپ حتی کہ دق را ہم بغایت نافع است

ہوالکبار عدد ۔ سم الفار تولہ ۱ قسیم سفید گرفتہ باریک نمودہ آب مصفی بھنگرائی سبز مع

بیخ و برگ و ثمر کہ دراں درد نہا شد قدرے قدرے انداختہ در کھرل خوب حل نمایند

کافی کا سامان ہوجاتا۔ اب تو جو کچھہ ہو ہیں بیٹھے ہو۔ دو محاورے جو تمنے لکھے ہیں وہ دونوں بانداک تغیر یہاں لکھے ہوے ہیں۔ تم ضرور کوشش کرکے جتنے محاورے اور مثلیں کہ ان پر گمان چھوٹ جانے کا ہو جلد لکھہ بھیجو۔ بابے تازی کا مسودہ زیر نظر ثانی ہی ابھی وقت ہاتھہ سے گیا نہیں۔ میں تمہاری سعادت مندی اور محبت و مہربانی کا نہایت ممنون ہوں خداوند تعالیٰ تمہاری عزو اقبال میں برکت دے۔ میرے دل کو تمہاری ذات سے بہت قوت ہی۔ غزل کسی وقت دیکھکر بھیجونگا۔ سراسری نظر سے دیکھہ گیا۔ اصلاح کی حاجت تو معلوم نہیں ہوتی شاید ایک آدہ جگہ کچھہ بنے۔ دو رسالے نو تالیف جو ذریعہ نجات و باقیات الصالحات ہونے کی امید پر میں نے چھپوائے تھے ایک ایک نسخہ ان کا آپ کو بھی بھیجتا ہوں۔ امید ہی کہ عنقریب ان کی رسید آئے۔ اطفال فقیر ماوجب گزار ہیں۔ اور اہل دفتر سلام شوق کہتے ہیں فقط

تمہارا فدائی

امیر احمد مینائی ۲۳۔ جون ۱۸۹۴ء

مینائے زاہد۔ دعا و سلام۔ عین انتظار میں تمہاری تحریر تشویش خیز آئی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری خاتون پر رحم فرمائے۔ میری بڑی لڑکی کو حرارت مزمنہ سے نجات نہوتی تھی اطبا عاجز ہوگئے تھے مگر ایک بغدادی سید نے گولیاں بنوادی تہیں ان کے استعمال سے صحت ہوگئی۔ یہ قصہ بارہ برس ادہر کا ہی۔ اب تک وہ لڑکی اچھی ہی مطلق حرارت کا اثر نہیں۔ بہت سے اور مدقوقوں کو بھی یہ گولیاں نافع ہوئیں۔ مگر افسوس کہ کسی نے وجہ تول

کی صفت خشک درست نہیں معلوم ہوتی۔ خدا تمہاری شیریں بیانی اور بندوبست
لسانی میں روز افزوں ترقی عطا فرماوے۔ آمین۔

پیارے زاہد۔ آگ لگی والی غزل پر مصرع لگانے کے واسطے تمنے
مجھ دل جلے کو تجویز کیا۔ یہ بھی تمہاری طبیعت کی گرما گرمی کا ایک نتیجہ ہے
غزل کے گرم ہونے میں کوئی شبہہ نہیں مگر بنظر اپنے تجربات کے میں جب
ایسے بدمین شعر دیکھتا ہوں تو میرا دل دہڑکتا ہے۔ وطن میں آگ لگی اور بدن
میں آگ لگی۔ اور انجمن میں آگ لگی وقس علیٰ ہذا۔ ایسے شعروں پر میں ہرگز
مصرع لگانے کی جرات نہیں کرتا کوئی اور مختصری اچھی غزل میرے واسطے
تجویز کر کے بھیجو تو تضمین کا ارادہ کروں میں اب شاعر نہیں رہا۔ شاعری
کے واسطے طبیعت میں امنگ شرط ہے وہ جوانی کے ساتھ سدھاری۔
بڑھاپے میں جوش کہاں کبھی کسی دوست کی فرمایش سے مجبور ہو کر
کچھ کہہ لیتا ہوں تو بڑے ہی جبر سے پھر اس میں مزا کہاں سے آوے اور
جب اپنا کلام آپ ہی پسند نہ آوے تو اوروں کو کیونکر بھاوے۔ غزل
پسند آنے کے بعد مصرع لگانے کا قصد تو میں ضرور کرونگا مگر خدا کرے
پہلے مجھکو پھر تم کو بھی پسند آوے۔ آمین۔

امیر اللغات کی تیسری جلد بعض موانع قویہ سے اب تک نہیں چھپی
خداوند نعمت سراپا اقبال مسند آرائے حال کو متوجہ کرنے کی تدبیر کر رہا
ہوں۔ التفات ہو جاوے تو کام چلے۔ سرمایہ مالی مفقود ہے۔ بعض عوارض
لازمہ سے سفر نہیں کر سکتا۔ ورنہ قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ امداد

یہ ہم رنگ کی دون اللہ رکھے — طرحدار نوشہ طرحدار سہرا

جوانی کے نشے سے ہی چور نوشہ — چلے کیوں نہ مستوں کی رفتار سہرا

سکھاتی ہی دولہا کو آنکھوں کی شوخی — اٹھا دیجئے اب تو ہے بار سہرا

حیا کہتی ہی آنکھ اس سے بچا کر — کہ تا عقد اٹھے نہ زنہار سہرا

یہ کیوں ٹوٹے پڑتے ہیں تارے یہاں تو — نزاکت سے پھولوں کا ہی بار سہرا

بہت اچھے پھولوں کا مالن بنا نا — پنہائے گا تجکو چندن ہار سہرا

پریزادہ ہی کیا دلہن کا یہ بھیجا — جو لے اڑنے پریوں ہی تیار سہرا

فلک پر ہو شوخی کے شوق نظارہ — حیا کا بنا ہی طرفدار سہرا

بڑی ہی گنی ہے طرحدار مالن — سنگار دلہن سب کا ہی سردار سہرا

جمائے ہی رنگ اپنا رخ کے چمن میں — لگائے ہی پھولوں کا بازار سہرا

بنا حسن نوشہ کی دولت کا مالک — ہوا چار پھولوں سے زردار سہرا

چھپائے ہی منہ کو جھکائے ہی سر کو — حیادار نوشہ حیادار سہرا

دعا دیں یہ دیں ماں نے لیکر بلائیں — مری جان! تجکو سزاوار سہرا

دبائے ہی دو دو خزانے بغل میں — چھپائے ہی نوشہ کے رخسار سہرا

ٹپکتے ہیں منہ سے پسینے کے قطرے — لٹاتا ہے موتی گہربار سہرا

مبارک امیر اس کو نوشاہ بننا — دلہن ہو ہمایوں سزاوار سہرا

پیارے زاہد۔ شعرا کے مشرب میں زاہد کی صحبت خشک مستعمل ہے
اگر تمہاری نظم و نثر کی تر و تازگی دیکھکر یہ طرح تازہ ہو جاتی ہے اور زہد کی

لعل و گوہر کی نہیں آئے تصدق کیلئے — صدقے ہوتے ہیں ستارے بھی جواہر کیطرح
اب شہر دولت لٹی یہ عام استغنا ہوئی — ہر گدا مسند لگائے ہی تونگر کی طرح

اس اولوالعزمی کی میں نے یہ لکھی تاریخ امیر
بارک اللہ سیر عالم کی سکندر کیطرح

۱۳ ھ ۱۱

ایضاً

ابر کرم و بحر سخا آیا ہے — ہر ایک کے درد کی دوا آیا ہے
ڈنکے سے یہ آرہی ہی آواز امیر — لو آیۂ رحمت خدا آیا ہے ۱۳ ھ ۱۱

ایضاً

حضور آئے ریاست میں ہر طرف ہے یہ شور — شکستہ حال رعایا کے دلنواز آئے
عبث ہو سر بگریباں اٹھو قدم چومو — امیر لو وہ غریبوں کے چارہ ساز آئے

ایضاً

للہ الحمد خیر سے آیا — وارث تخت ملک کا سرتاج
جسکے آنے سے اب ریاست میں — نقد عیش و سرور کا ہی رواج
ہو گیا آج ہر فقیر غنی — اب کسی کا نہیں کوئی محتاج
اور امیر فقیر کا ہی یہ رنگ — نہیں ملتا خود اس کو اپنا مزاج
ہی مکرر زباں پر اس کی — ماہ برج شرف میں آیا آج

۱۲۹۶

اُسکی آمد ہی کہ سایہ سے شجر کے دو لگے کنول
کھل گئے جوشِ مسرت سے گلِ تر کی طرح

اُسکی آمد کا یہ مشتاقوں میں چرچا ہی کہ آج
بات بھی کانوں میں پڑتی ہی تو گوہر کی طرح

اُنکی آمد ہی کہ جو اُٹھا تھا دورے کے لیئے
نور برساتا ہوا خورشید خاور کی طرح

اُنکی آمد ہی کہ جسکی ذات فیض آیات ہے
پیکر حسن سعادت سعد اکبر کی طرح

اُنکی آمد ہی کہ جسکا سایۂ بخت بلند
خلق پر چھایا ہوا ہی چرخ اخضر کی طرح

اُنکی آمد ہی کہ جس کے پرتو رخسار سے
ذرے ذرے میں چمک ہے مہر انور کی طرح

اُنکی آمد ہی کہ جسکے ابر فیض مدح سے
جوش زن طبع سخنور ہی سمندر کی طرح

کون وہ حامد علیخاں بہادر نامور
وا ہی چشم منتظر جس کیلئے در کی طرح

جسکے جھنڈے کے پھریرے اُڑتے ہیں ملک ملک
جسکے سکے بیٹھے ہیں خاقان و قیصر کی طرح

جسکے تاب حسن ہے ہر ہفت اقلیم پر
جسکی خاک پا حسیں ملتے ہیں پوڈر کی طرح

جسکی عالی ہمتی کی سارے عالم میں ہے دھوم
نامور جو ساری دنیا میں ہی سنجر کی طرح

جسکے جوہر تیغ کی صورت سے ہیں تیور عیاں
جسکے تیور رعب آگیں ہیں غضنفر کی طرح

جسکا دامن سارے مسکینوں یتیموں کیلئے
کیا ہی راحت بخش ہی آغوش مادر کی طرح

آفریں اس حوصلہ پر مرحبا اس عزم پر
کیسی کیسی منزلیں کی قطع خنجر کی طرح

دہنے بائیں شوکت و اجلال ہمراہ رکاب
آگے آگے دولت و اقبال ہیں ہر کی طرح

جس چمن میں آپنے گلگشت کو رکھا قدم
نہریں چھلکیں موتی سے پانی کی کوثر کی طرح

اللہ اللہ میہمان جس بزم دعوت میں ہوئے
دور میں آنکھیں رہیں پریوں کی ساغر کی طرح

کیسے کیسے اونچے اونچے بادشاہوں سے ملے
شان و شوکت میں رہے اپنے مقدر کی طرح

ہو جشن اللہ پر رعایا کو ہوا یہ دن نصیب
اُسکے سر پر آپ آئے ظل داور کی طرح

باقی دعا کے سوا کیا لکھوں۔ امید ہے کہ براہ محبت و سعادت اپنی خیریت سے ہمیشہ مطلع و مسرور کرتے رہو گے فقط

امیر فقیر۔ ۲۰۔ فروری ۱۸۹۴ء رامپور

پیارے زاہد۔ حضور پر نور کی شادی بخیر و خوبی ہو گئی۔ ۲۶۔ فروری عقد کی مبارک تاریخ تھی۔ اگرچہ مجھے افکار و امراض سے نجات نہیں بلکہ روز ترقی ہی ہوتی جاتی ہے خصوصاً اس ماہ مبارک میں۔ تاہم بقدر امکان تمہارا کلام دیکھنے سے کسی حال میں بھی عذر نہیں ہے۔ کوئی غزل اگر کہی ہو تو بھیجدو۔ میں نے نزول اجلال کی تاریخیں اور قصیدہ کہا تھا اور شادی میں محلات کی فرمایش سے پانچ پانچ سات سات شعر کے سہرے بہت ہی سیدھے سیدھے گانے کے قابل کہے۔ صرف ایک سہرا نہ گا حضور پر نور کے سامنے پیش کرنے کو موزوں کیا تھا۔ اس کی نقل اور قصیدہ اور قطعات تاریخ کی نقل بھیجی جاتی ہے۔ باقی سوائے دعا کے کیا لکھوں۔

امیر فقیر۔ ۱۳۔ مارچ ۱۸۹۴ء رامپور

قصیدہ متضمن مصرع تاریخ تہنیت نزول اجلال سرکار دولتمدار دام ملکہم و اقبالہم

کس کی آمد ہے بہار روح پرور کی طرح
فرش ہیں آنکھیں جو نرگس کی شجر کی طرح

کس کی آمد ہے کہ ہر موج نسیم رامپور
مشک بیزی کرتی ہے زلف معنبر کی طرح

کس کی آمد ہے کہ اڑ کر ذرہ ہائے خاک ہند
تل بنے رخسارۂ گردوں سے اختر کی طرح

رساں ہیں ۔

امیر فقیر رام پور ۔ ۹ ۔ دسمبر ۱۸۹۳ء

پیارے زاہد - خدا تم کو دونوں جہان کی نعمتیں عطا فرمائے اور خوش و خرم رکھے - امیر اللغات کے تیسرے حصہ کی ترتیب ہو رہی ہی ابھی نظر ثانی باقی ہی - اس لیے جو کچھ مسالا تمنے بھیجا ہیں نہایت مسرت کے ساتھ اس کا شکر گزار ہوں ۔ تمنے مکرر محنت کرکے اپنے اور میرے افسوس کو قریب قریب مٹا دیا جو لگلے پمفلٹ کے ضائع ہو جانے سے تھا - اشعار سند میں نہ دئیے جائیں اس کو تو میں خود بھی پسند نہیں کرتا چاہیے کوئی کتنی ہی مخالفت کرے اور مجھے یاد بھی نہیں آتا کہ کسی نے مخالفت کی ہے ہاں اول حصے میں جب کثرت سے شعر دئیے گئے تھے تو وہ ضرورت سے زیادہ نظر آتے تھے اسی لیے کمی ضرور ملحوظ ہی - اور یہ بات بھی ہی کہ فقرہ جسقدر اجکل استعمال کو ٹھیک ٹھیک بتاتا ہی شعر سے اتنا واضح نہیں ہوتا - اس لیے شعر کم کرکے فقرہ خوبصورت بن پڑتا ہی تو وہی درج کیا جاتا ہی -

شان مثل کی نسبت اسوقت میں کوئی قطعی رائے نہیں قائم کر سکتا اس کو پھر سوچکر تمہیں مطلع کرونگا - حضور پرنور کی شادی رچی ہوئی ہی - میں اگرچہ اپنے امراض کے سبب سے شرکت سے محروم ہوں تاہم بعض احباب سے فرصت کم ہی - اور طبیعت فرمائشی نظم و نثر کی طرف متوجہ ہونے سے ہمہ تن لغت کی طرف مصروف نہیں ہوتی ہی - انشاء اللہ تعالیٰ تمھارے بھیجے ہوئے فقرا کو بنظر غور دیکھکر جو کچھ موجودہ مسودے پر بڑھ سکے گا بڑھاؤنگا

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ عمر و اقبال میں برکت دے اور خوش رکھے۔ آپ نے کئی خط لکھے ہیں ایک کا بھی جواب نہ دے سکا اب میری معذوری کی حد نہیں رہی حبس بول کے دورے جلد جلد پڑتے ہیں۔ آٹھ نو روز ہوئے سخت دورہ پڑا تھا۔ دوبار سلائی ڈالی گئی۔ کئی روز تک خون آیا کیا۔ اب دو تین دن سے افاقہ معلوم ہوتا ہے۔ نور چشم محمد احمد اور برادر زادہ کلاں لیاقت حسین مہینوں سے صاحب فراش ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحت دے۔ آپ اپنی خیریت سے کبھی کبھی مسرور کرتے رہا کیجئے۔ فرزندان حقیر اور عزیزی ممتاز علی تسلیم رساں ہیں۔ فقط

امیر فقیر۔ ۴۔ نومبر ۱۸۹۳ء رامپور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ کارڈ پہنچا مگر امیر اللغات کے لیے جو اجزا آپ نے روانہ کرنے کو لکھا ہے وہ اب تک نہیں پہنچے۔ خدا کرے آپ نے کسی وجہ سے اب تک روانہ نہ کئے ہوں، ورنہ اندیشہ ہے کہ گم ہو گئے ہوں۔ امیر اللغات کا تیسرا حصہ ترتیب و تالیف ہو رہا ہے۔ اب تک نہیں کہا جا سکتا کہ صرف ب پر ختم ہو جائے گا یا پ کا بھی کوئی جزو شریک کرنا پڑے گا۔ (تو) کی تذکیر و تانیث ہی کیا مگر حسب محل استعمال کی رو سے آپ پوچھتے ہیں اس جگہ تو ہی کہیں گے کہ "اس نے مجھے تو کہا" لیکن اس سے تذکیر و تانیث تو کچھ نہیں پیدا ہوئی بلکہ اس جگہ لفظ (لفظ) مقدر ہوتا ہے جیسے اس نے مجھے عورت کہا دیکھئے عورت کو قطعی مونث ہی وقس علی ہذا۔ زیادہ میرا آپ کی شکر گزاری سعادت ہے اور کیا لکھوں۔ ممتاز علی تسلیم

شعر انتخاب ہیں ان غزلوں میں بہت سے شعر منتخب ہیں۔ سب عزیز و احباب
ما و جب سال ہیں فقط

امیر فقیر عفی عنہ - ۲۵ - اگست ۱۸۹۳ء

محبی۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ مدت ہوئی کہ آپ کی غزلیں دیکھ کر بیں سنے
بھیجدیں۔ آج تک ان کی رسید آپ نے نہیں لکھی اگرچہ اس کا لفافہ بنظر
احتیاط بیرنگ کر دیا تھا۔ مگر پھر بھی رسید نہ آنے سے تردد ہے خدا کرے
وہ غزلیں آپ کو پہنچ گئی ہوں اور آپ خیر و عافیت سے ہوں۔ امید کہ
اپنی خیریت کے ساتھ غزلوں کی رسید سے مجھکو مطمئن کیجئے کہ جی لگا ہوا ہے
ان دنوں مجھے حبس بول کا سخت دورہ پڑا تھا حتیٰ کہ قاثاطیر کی نوبت آئی اس
روز سے تکلیف اور بے چینی معمول سے بڑھی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے
مکرر یہ کہ اپنی خیریت سے بواپسی ڈاک مطمئن کیجئے۔ مجھے آپ کی قابلیت و
سعادت مندی سے آپ کے ساتھ ایک ایسا علاقہ معنوی ہے کہ ہمیشہ داعی
خیر اور آرزومند ادراک حالات خیریت آیات رہتا ہوں۔ آپ کو بھی میری
تکلیف کا خیال رکھنا چاہیئے بلا ضرورت بھی خط لکھ بھیجا کیجئے۔ لغت کا تیسرا حصہ
زیر تالیف ہے۔ اپنے حسن قابلیت سے اس میں امداد کی جلد کوشش کیجئے
اس لیے کہ حصہ جب ترتیب پا چکتا ہے تو پھر جا بجا اس میں ترتیب دینا مشکل
ہوتا ہے۔ فرزنداں و احباب فقیر ما و جب رسا لمائز یما -

امیر فقیر عفی عنہ

ریاست رامپور ۱۴ ستمبر ۱۸۹۳ء

یاد آوری کیا۔ آج کل میری کاہشیں ہمیشہ سے بڑی ہوئی ہیں۔ اپنے امراض میں تو کوئی جدید شکایت نہیں ہے۔ مگر بیمار داریوں کی کثرت سے چور ہو رہا ہوں اسی سبب سے آپ کو دو سطروں کا خط بھی نہ لکھہ سکا۔ مگس جام شراب والی غزلیں بڑی احتیاط کے ساتھ رکھی ہوئی ہیں ذرا اطمینان ہو لے تو انہیں دیکھکر بھیجوں۔ آپ مطمئن رہیں اور کچھہ روز اور معاف فرمائیں۔ آپ کی خیریت زیادہ دن تک نہ معلوم ہونے سے مجھے بھی تعلق رہتا ہے امید کہ جلد جلد رفع نگرانی کرتے رہیئے۔ عزیزی ممتاز علی اپنے ایک عزیز کے بیمار ہو جانے سے وطن گئے ہیں نور چشم منشی محمد احمد مع اخوان واجب رساں ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۸۔ اگست ۱۸۹۳ء

مجی سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ مدت کے بعد آج اسکی نوبت آئی کہ میں نے آپ کی یہ غزلیں دیکھیں اور آپ کی طباعی اور زور آوری فکر پر آفریں کی۔ خداوند تعالی عمر و اقبال میں برکت دے۔ غزلیں پہنچتی ہیں رسید سے مطمئن کیجئے اور اپنی خیریت سے جلد جلد آگاہ کرتے رہیئے کہ مجکو آپ سے بڑی قوت رہتی ہے اور میں بسبب ہجوم مکارہ کے اپنی کم خدمتی سے منفعل رہتا ہوں۔ آپ سے عفو کی امید ہے۔ غزل میں شعرا سقف، رنگیان اور جگہ تنگ کرکے آپ لکھتے ہیں کہ اصلاح دینے اور وجوہ لکھنے میں ذرا دقت ہوتی ہے۔ آیندہ سے واضح ہونا چاہیئے چند شعروں پر بے اختیار قلم سے صاد نکل گیا ہے آپ یہ خیال نکریں کہ یہی چند

لیکن اسوقت تک تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کل لغات ب کے اسمیں نہ ہونگے
لغت کی خوبصورتی بڑھانے اور بقدر اختصار کی راہ میں سنئے نکالی
ہے کہ اب صرف وہی مفردات اور مرکبات وغیرہ لکھے جائیں جو زبانوں پر
رائج ہوں کی بول چال میں ہوں جنہیں نظم و نثر کی تخصیص ہے وہ چھوڑ دئیے جائیں
تمنے تو فرس جام شراب۔ اور قفس جام شراب میں دریا بہا دئیے اب
ذرا طبع رواں کو روکو۔ فرصت کے وقت دو دو چار چار شعر کرکے دیکھ
لونگا۔ خاطر جمع رکھو۔ مکرر یہ کہ اب قفس جام شراب سے اپنے مرغ فکر کو
رہائی دو۔ ہر زمین میں اشعار کی تعداد غزل سے نہ بڑھ جانا چاہیئے۔
ہر زمین کا ایک پیمانہ ہوا کرتا ہے جہاں اس سے بڑھ جاتی ہے بدنمائی آجاتی
ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ سنگلاخ زمینوں میں لاکھ کوشش کیجائے
مگر مزیدار شعر ایسے نہیں ہوتے کہ سننے والے چٹخارے بھرنے لگیں
اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تمہارا سا مزیدار شاعر اپنا وقت ایسی شور و
لاحاصل زمینوں میں نہ صرف کرے۔ لوچدار زمیں اختیار کرو تو دیکھو کیا
مزا آتا ہے۔ تمہاری غزلیں بہت اچھی ہوگئی ہیں اور کلام میں ماشاءاللہ
صفائی آگئی ہے۔ اب اس زمین کو بھی چھوڑو اور ہمیشہ کے لیے ایسی زمینوں
کو ترک کرو۔ نور چشم محمد احمد اور ممتاز علی تسلیم گزار ہیں۔

امیر لکھیر ۲۳ جون ۱۸۹۳ء

ریاست رام پور مراد آباد

مجھی سلام و دعا۔ آپ کا نگارش نامہ شعرا دیناگ خیریت آیا ممنون و مسرور

کم نہیں دیتا۔ سرکاری کتب خانہ سے ملنا اب دشوار ہی۔ سرمۂ بصیرت چھپی نہیں قلمی ہی۔ غزل میں نہایت خوشی سے دیکھ لونگا۔ اس لیے کہ تمہاری غزل ہی۔ مگر مصرع لگانے سے مجھے معاف کرو۔ اب میں بالکل شعر نہیں کہتا۔ میرا آخر زمانہ ہی۔ شعر سے نفرت ہوگئی ہی فقط

امیر فقیر ۲۴ - جون ۱۹۰۰ء

پیارے زاہد۔ سہارنپوری میووں کی پٹاری پہنچی۔ جسقدر تمہاری محبت اور سعادت سے مسرت ہوتی ہی اتناہی افسوس اس بات کا ہوتا ہی کہ میوہ گل سڑ کے مجھ تک پہنچتا ہی میں نے اسی خیال سے تم کو ممانعت لکھی تھی مگر تمہارے جوش محبت و سعادت نے کسی طرح نمانا اور پھر دام برباد گئے۔ پٹاری جسوقت پہنچی ہی تو اس سے زرد آلو اور آلوچے وغیرہ کا عرق ٹپک رہا تھا کھول کے جو دیکھا تو تمام پھل سڑ گئے تھے۔ گلاب جامن میں بیا کم ... پڑ گئے تھے افسوس ... اب برائے خدا میووں کے بھیجنے کا کبھی ارادہ بھی نکرنا۔ یہ میوے لطیف و الطعم ہیں ان کو زیادہ قیام اور پائداری نہیں ذرا سی تاخیر میں بگڑ جاتے ہیں

اب افسوس کی کہانی کے بعد میں تمہارے خط کا جواب لکھتا ہوں کہ انتخاب یادگار انشاء اللہ تعالیٰ خرید کر جلد بھیجدیا جائیگا۔ آج منی آرڈر بھی تمہارا مرسلہ پہنچ گیا ہی۔ غزل پر مصرع لگانے کا اگر تم کو ایسا ہی اصرار ہے اور تمہاری یہی خوشی ہی تو غزل بھیجدو میں۔ ملاحظہ دیکھوں اور جب زمانہ موقع دے اور فرصت ہو تو مصرع لگاؤں۔ امیر اللغات کا تیسرا حصہ مرتب اور مکمل کیا جاتا ہی۔ کوشش کیجائے گی کہ ب کے لغات اسی میں آجائیں

امیر احمد مینائی۔ ریاست رامپور۔ دفتر امیر اللغات" اور اسی ایک خط میں
عبدالکریم خاں کے پاس اس پتہ سے بھیج دیجئے "منشی عبدالکریم خاں منصرم
بندوبست سرکار رامپور متصل تحصیل شہر مراد آباد" منصرم صاحب مراد آباد کے
اسٹیشن سے وہ صندوق وصول کر کے مجھے رامپور بھیج دیں گے۔ باقی بعنایت
الٰہی خیریت ہے۔ مخزن کی رسید سے اب تک آپ نے مطلع و مطمئن نہیں
کیا۔ فقط

امیر فقیر۔ ۲۷ مئی سنہ ۱۸۹۳ء۔ رامپور

بیٹا ممتاز۔ پہلے تمہارا بھیجا ہوا نایاب تحفہ اور ہدیہ پہنچا اس کے بعد کارڈ
آیا۔ تمہاری محبت و سعادت کا دل سے ممنون ہوں۔ خدا تم کو دونوں جہان
میں سرسبز اور سرخرو رکھے مجھے اس کا افسوس ہوا کہ تم نے کس تپاک اور
محبت سے مجھے تحفہ بھیجا اور وہ خراب خستہ مجھ تک پہنچا۔ خدا جانے کیا پیچ
پڑ جاتا ہے کہ اس قسم کے تمام پھل اور میوے خراب ہو کر یہاں پہنچتے ہیں۔ ملیح آباد
سے ہر سال مجھے بشیر احمد خاں چن چن کر آم بھیجتے ہیں مگر یہاں اسقدر خراب
ہو کر پہنچتے ہیں کہ کھانے سے ملیح آباد کے آم نہیں معلوم ہوتے۔ ہر آم کسی
جگہ سے کچا ہوتا ہے اور کسی جگہ بالکل داغی اور سڑا ہوتا ہے۔ یہی حال اس تحفے
کا بھی ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ دام خراب کرنے سے کیا فائدہ آیندہ تکلیف نہ کرنا
تمہارے منہ سے ہی جائے اس کا کیا نتیجہ۔ گوہر انتخاب میں بہت سے اشعار
وہی ہیں جو مجھے وقتاً فوقتاً تلف شدہ دیوان کے یاد آتے گئے۔ یہ دیوان غدر
میں تلف ہو گیا۔ انتخاب یادگار ایک شخص کے پاس ہے مگر تین روپیہ سے

باوجود رنجوری و معذوری کے میں نے آپ کی غزل دیکھی۔ بارک اللہ اچھے اچھے شعر کہے ہیں۔ امیر اللغات کا دوسرا حصہ چھپ گیا۔ کچھ جلدیں اسکی مطبع سے بھی آگئیں۔ یہ حصہ بھی مثل حصۂ اول کے ۲۰ جزو میں نکلا اب حرف (ب) میں حصہ ثالث کی ترتیب ہو رہی ہے۔ صنمخانہ عشق ابھی تک طبع نہیں ہوا۔ نورچشم ممتاز علی چھپوانے کی فکر میں ہیں۔ جسوقت چھپے گا آپ کو ضرور پہنچے گا۔ میں اس سے بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت تامہ عطا فرمائی۔ اب جو کچھ شکایت باقی ہو خدا کرے وہ بھی جلد رفع ہو جاے۔ امید کہ اپنی خیریت سے اور اس غزل کی رسید سے بہت جلد مطمئن کیجئے۔ نورچشم محمد احمد مع اخوان ماوجب رساں ہیں۔ عزیزی ممتاز علی تسلیم کہتے ہیں۔ اردو میں راہ باٹ تو کوئی بولتا بھی ہے فقط باٹ بمعنی انتظار تو ذرا بھی مستعمل نہیں ہے۔ مکرر یہ کہ حرف (ب) میں آپ سے جو کچھ بن پڑے بلے تامل مدد دیجئے۔ یہ حصہ بھی آپ کی سعی و اعانت سے خالی نرہے فقط

امیر فقیر۔ ۱۹ مئی ۱۸۹۶ء۔ ریاست رامپور

سعید کونین مولوی زاہد حسین کو دعائیں۔ نورچشم خورشید احمد پٹیالے سے آتے تھے ایک صندوق برگ میں تھا۔ اتنا موقع نہ ملا کہ سہارنپور میں اسکی بلٹی بدلواتے اس لیے وہ صندوق وہیں کے اسٹیشن پر رہ گیا۔ اس کی بلٹی اس خط میں ملفوف ہے آپ تکلیف کر کے اس بلٹی کے ذریعہ سے صندوق کو منگوا کر مراد آباد بذریعہ ریل بھیج دیجئے۔ اور صندوق پر یہ پتہ لکھدیا جاے۔ منشی

بھی جو یہاں گم ہوگیا تھا۔ میں نے بڑی کوشش سے ان غزلوں کو دیکھا اور فوراً تمہارے پاس روانہ کیا۔ سخت تعجب ہے کہ تمہارے یہاں سے اُنکی رسید تک نہ آئی آجتک انتظار کیا گیا۔ اب انتظار کی بھی گنجایش نہیں رہی تو یہ خط لکھنے کی نوبت آئی۔ چونکہ اس خط میں تمنے اپنی علالت کا ذکر لکھا تھا اس خیال سے اور بھی تردد سوہان روح ہے۔ امید کہ دو حرف خیریت کے لکھکر بہت جلد مطمئن کرو۔ جب تک تمہارا خط آ نہیں لیتا تسکین نہیں ہوتی ہے۔ میرے افکار و آلام کی اس زمانے میں کوئی حد نہیں ایک تو میں اپنے عوارض جسمانی ہی سے مورد مصائب و آفات رہا کرتا ہوں دوسرے بندہ زادہ کلاں منشی محمد احمد کی خاتون نے ۲۴۔ شعبان کو رحلت کر کے مجھے اور بھی چور کر ڈالا!۔ اس قیامت نما سانحے سے جو روحانی صدمہ پہنچا ہے وہ بیان نہیں ہوسکتا۔ مگر مشیت ایزدی پر سوا صبر اور شکر کرنے کے چارہ ہی کیا ہے۔ آخر میں پھر تم کو لکھتا ہوں کہ میرا یہ خط پاکر خیریت نامہ لکھنے میں دیر نکرنا اور مجھ آزار رسیدہ کو تکلیف پر تکلیف ندینا فقط

امیر احمد مینائی عفی عنہ۔ ۹۔ اپریل ۱۸۹۴ء

رامپور سٹیٹ

مجیبی زاد اخلاقکم۔ سلام مسنوں اخلاص و دعا مشحون محبت نامہ آیا دل کا سرور بڑھایا۔ اس سے پہلے بھی خط آپکا آیا تھا ہجوم افکار سے جواب لکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ میرے آلام و اسقام کی کیفیت بدستور

آہ سلمہا اللہ سے لکھوا دیا کرتا ہوں۔ کلام بھی انہیں لوگوں سے سنتا ہوں
اور جو کچھ بتاتا ہوں ہی لوگ لکھ دیتے ہیں۔ یہ چند سطریں تمہارے لیے اپنے
قلم سے لکھی ہیں جنہیں نہ رخ حرفوں کے درست ہیں نہ کرسی صحیح۔ الفاظ
ثلاثہ میں ساکن کو متحرک کرنیکا قاعدہ عام نہیں ہی بلکہ جسقدر اساتذہ نے تصرف
کرلیا اسی قدر جائز ہی۔ اور خواجہ نصیر مرحوم کا کلام استناد کے لیے کافی
نہیں ہی۔ قادرسخنان فارس نے کہا ہوتا تو مضائقہ تھا۔ معہذا خواجہ نصیر نے
قدس بمعنی پاک نہیں کہا ہی بلکہ قدس ایک شہر کا نام تھا وہاں کے دشت کو
کہا ہی ؎ اور وحشی نے ترے دشت قدس کی تیلیاں۔
مستوں کی چشم مست کی مژہ کو مگس جام شراب سے تشبیہ دے سکتے
ہیں لیکن ایسی تشبیہات میرے نزدیک کراہت سے خالی نہیں شعرا
نے خال کو مگس سے تشبیہ دی ہی۔ اور بحر نے باعتبار نیش کے زنبور سے
ساتھ تشبیہ دے لی ہی۔ محمد احمد مع اخوان ما وجب رسال ہیں۔

تمہاری محبت کا منت پذیر
فقیر امیر ۱۲۰ فروری ۱۸۹۳ء
روز یکشنبہ امپور مراد آباد

محب دلنواز سلمکم اللہ تعالی۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون کے بعد
مدعا نگار ہوں۔ کہ بہت دن ہوئے تم نے اپنی خیریت سے مجکو مسرور نہیں
کیا۔ کیا کہوں تعلق خاطر کسقدر تکلیف دہ ہی۔ دو مہینے کے قریب قریب ہوتا ہی
کہ تمہارا سعادت نامہ آیا تھا! ور اس کے ساتھ اس دو غزلے کی نقل

اس زمانے والے بہت سے لائق عزیز اور احباب شانِ شل لکھنے کے
مخالف ہیں مجبوراً اس کو ترک کر دیا ہے۔ اب میں دعا پر اس خط کو ختم کر
تم سے استدعا کرتا ہوں کہ اپنی کیفیت مزاج سے جلد جلد مطمئن کرتے ہو
خود لکھنے میں اگر خدانخواستہ اب بھی تکلیف ہو تو کسی اور ہی سے ایک
کارڈ لکھوا دیا کرو۔ فقط

امیر فقیر۔ ۲۷ جنوری ۱۸۹۳ء رامپور اسٹیٹ

الٰہی پیارے زاہد کو مکروہات سے محفوظ اور مرغوبات سے محظوظ
رکھے۔ آمین۔ دعا ہو چکی مدعا یہ ہے کہ مدت کے بعد تمہاری تحریر دلپذیر پیرایہ
افزائے خاطر فاتر ہوئی۔ ازالۂ مرض سے اطمینان ہوا حقیقتاً لکھے تو
کا مژدہ بھی جلد سنائے۔ غزلیں دیکھیں بقدر ضرورت بنائیں بارک اللہ
ایسی پھبتیں میں کیا نازک شعر کہے ہیں اور کتنے کہے ہیں کہ جی ہی جانتا ہے
اگر اجازت انتخاب دو اور یہ چاروں غزلیں لکھوا کر مجھے بھیجو تو میں ریاض الاخبار
وغیرہ میں چھپوا دوں تاکہ لوگ دیکھیں کہ ایسی پامال اور سنگلاخ زمینوں
میں اب بھی ایسے ایسے پھولنے پھلنے والے موجود ہیں شان امثال
میں میں نے یہ رائے قرار دی ہے کہ جس حکایت میں خلاف عقل و عادت
کوئی بات نہ وہ ضرور لکھی جائے۔ میرا گمان ہے کہ بالغین بھی وہی لوگ
اکثر ہیں جو نیچر کے خلاف امور پر معترض ہیں۔ میں ہاتھ کے مرتعش ہونے
سے اب اپنے ہاتھ سے کم لکھتا ہوں دست و قلم کے قابو میں نہ ہونے سے
لکھنے میں دیر بھی ہوتی ہے اور خط بھی بدنما ہوتا ہے۔ جی بھی گھبراتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جلیل

معذرت نامہ سمجھو۔ اور برائے خدا اپنی خیریت مزاج سے بہت جلد مطلع کرو۔ میں اپنا حال کیا لکھوں روز بروز بتر ہے۔ امراض قدیمہ اور بعض شکایات جدیدہ کے شدائد میں مبتلا ہوں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ لغات کا دوسرا چھپ رہا ہے۔

امیر فقیر۔ ۱۴۔ دسمبر ۱۸۹۲ء

پیارے زاہد۔ شافی مطلق تم کو شفائے کامل عطا فرمائے اور اصلی طاقت و توانائی جلد عود کر آئے۔ اتنے دنوں تک تمہارا خط نہ آنے سے جو دہڑکا بار بار دل میں سماتا تھا آخر تمہارے خط سے تفصیل کے ساتھ اس کی اصلیت معلوم ہوئی اور بیمار اور زار و نزار دل کو بہت ہی افسوس ہوا۔ میں کہتا ہی تھا کہ زاہد صاحب دیرینہ میرے خطوط کا جواب نہ لکھیں اسکے کیا معنی۔ ہو نہو کوئی مانع قوی ضرور ہے۔ معاذ اللہ تمہارے خط ہی کو دیکھکر تمہارے اوپر شدائد امراض اور ان سے حد سے ضعف اور ناتوانی کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ افسوس تم نے بہت تکلیف اٹھائی مجھ بوڑھے سے اور کیا ہو سکتا ہے سوا اس کے کہ تمہاری صحت اور تندرستی کے لیے ہمیشہ دعا کروں۔ امراض اور افکار و آلام نے مجھے بالکل نکما کر دیا ہے عجب کاہش اور بے چینی سے زندگی کے دن کاٹ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے۔ تم بھی میرے حق میں دعائے خیر کرو۔ جوان صالح ہو۔ آل رسول ہو۔ زاہد ہو۔ امیر اللغات کا دوسرا حصہ چھپ رہا ہے صاحب مطبع یقین دلاتے ہیں کہ آخر فروری تک چھپ جائے گا

اگر تمہاری سمجھ میں نہ آتا ہو تو اپنے حافظے پر خوب زور دیکر شعر یاد کرو
اور پھر غزل پوری کر کے مجھے بھیجو تو دیکھ لوں اب تک مجھے پھر امید لگی ہوئی
ہے کہ تمہاری کوشش سے غزل پھر پوری ہو جائے گی اور اگر خدانخواستہ
تم کو مسودہ نہ ملا اور حافظے نے بھی مدد نہ کی تو مجھے اور بھی رنج ہوگا۔ افسوس
کیسی اچھی زمین میں تم نے کیسے کیسے شعر کہے تھے اور میں ان کو دیکھکر جی خوش بھی نہ کرنے
پایا۔ دو رات دن میں کئی کئی بار یہ غزل مجھے یاد آتی ہے اور گھنٹوں قلق رہتا ہے
خدا کرے مسودہ تمہارے پاس نکل آئے یا شعر پورے پورے یاد آجائیں
تو میرا جی خوش ہو۔ زیادہ دعا کے سوا کیا لکھوں فقط

امیر فقیر ۔ ۲۰ ۔ نومبر ۱۸۹۵ء

رام پور مرادآباد

پیارے ... عرصہ ہوا کہ میں نے ایک معذرت نامہ تم کو لکھا تھا کہ
تمہاری غزل جس میں جام شراب قفس جام شراب مجھ سے کھو گئی۔ اس کا مسودہ
کسی طرح تلاش کروا کر پھر غزل بھیجدو۔ اور اگر خدانخواستہ مسودہ نہ ملے تو
یاد کر کے غزل پوری کر دو۔ اب تک تم نے جواب نہیں لکھا اس سے تردد
ہے تعجب بھی۔ تردد اس وجہ سے کہ خدا جانے تمہارا کیا حال ہے نصیب اعدا
کچھ مزاج تو ناساز نہیں ہو گیا ہے۔ اور تعجب اس کا ہے کہ اگر تمہاری طبیعت
اچھی ہے تو کیا باوجود کمال معذرت اور اظہار ندامت کے تم مجھ سے
اسقدر خفا ہو گئے ہو کہ مجھے خط لکھنا ہی پسند نہیں کرتے۔ ایک خیال
یہ بھی ہوا ہے کہ شاید وہ معذرت نامہ تمکو پہنچا ہی نہو۔ بہرحال اسکو دوسرا

ختم کتاب کے بعد ایک ضمیمہ ان کا لگا دیا جاے گا۔ جیسا کہ صاحب برہان قاطع نے کیا ہی۔

غزلوں پر اصلاح ہونے کی نسبت جو آپنے لکھا ہی بہتر تو یہی ہی کہ مہینے ڈیڑہ مہینے میں میں اس حصے سے فراغت پا جاونگا اس وقت آپ دو دو ایک ایک کرکے بھیجدیجئے گا۔ اور اگر کسی غزل پر اصلاح کی نہایت ضرورت ہو تو مجھے آپ کے لیے اس حال میں بھی عذر نہیں ہی۔ زیادہ بجز دعاے سرسبزی دارین اور کیا لکھوں میری طبیعت اچھی نہیں رہتی ہی اس سبب سے ہر کام میں اور بھی دیر ہوا کرتی ہی۔ لڑکے اور ارباب دفتر سلام نیاز کہتے ہیں۔

امیر احمد عفی عنہ۔ ۲۷ ستمبر سنہ ۹۲ء رام پور اسٹیٹ

پیارے زاہد۔ میں تم سے ہقدر محجوب ہوں کہ کئی دن سے تم کو خط لکھنے کا قصد کرتا تھا مگر ندامت کسی طرح اجازت نہ دیتی تھی اس اتفاق کو میں نہایت ہی افسوس کے ساتھ لکھتا ہوں کہ تمہاری غزل بکس جام شراب کھو گئی۔ ہمیشہ لیمپ یا کاغذ گیر میں غزلیں اور خطوط احباب و اعزہ کے رکھی جاتے تھے مگر کبھی کوئی خط یا غزل ضائع جانا یاد نہیں آتا۔ اتفاق سے تمنے جو وہاں غزل کا مسودہ کھودیا تو مجھہ سے بھی یہاں صاف شدہ غزل جاتی رہی۔ افسوس صد افسوس۔ میں نے کوئی دقیقہ تلاش کا اٹھا نہیں رکھا مگر غزل نہ ملنا تھا نہ ملی۔ اب نہایت ہی قلق اور ندامت کے عالم میں تم کو یہ کارڈ اس لیے لکھتا ہوں کہ تم مسودے کو بخوبی تلاش کرو اور

لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اکمل الاخبار نے تھوڑے دنوں سے لکھنا چھوڑ دیا
آزاد۔ ریاض الاخبار۔ نجم الاخبار۔ سرمور گزٹ۔ اور وفادار اس دفتر میں
بھی آتے ہیں۔ ان اخباروں میں مدت سے کوئی بحث اس قسم کی نہیں
چھپی۔ آزردگی۔ آسودگی۔ آشفتگی آوارگی۔ یہ سبب قاعدے کی بنا پر
چھوڑ دیئے گئے۔ اور آزادہ رو۔ آفس۔ آفیسر۔ آوارہ مزاج۔ آنچل ڈھلنا
بیشک امیر اللغات میں نہیں ہیں بعض تو اختلاف رائے کی وجہ سے عاجز
ہو کر چھوڑ دیئے مثلاً آفس کہ اس کی جگہ کچہری اور دفتر کا لفظ موجود ہے
جو آدھی انگریزی اور آدھی اردو بولتے ہیں زیادہ انہیں کی زبانوں پر یہ لفظ
ہے۔ اور آفیسر لکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ افسر موجود ہے اور اس دوسرے حصے
میں لکھا گیا ہے۔ اور بعض نقص استقرا سے رہ گئے۔ یہ الزام بجا ہے
اس کا دعوی کبھی نہیں کیا گیا کہ امیر اللغات میں کوئی لفظ چھوٹ نہ جائیگا
کیونکہ یہ محال ہے۔ بڑے بڑے فارسی اور عربی کے لغات موجود ہیں
جن میں روزمرہ کے صدہا الفاظ نہیں ملتے۔ صراح وغیرہ پر دس ہزار
لغات صاحب قاموس نے بڑھائے۔ صاحب غیاث اللغات نے
کیا کچھ کوشش نہیں کی مگر پھر بھی صدہا الفاظ نہیں ملتے۔ اردو میں اس
وقت جتنے لغت لکھے گئے ہیں انکا یہی حال ہے کہ پہلے میں دس لغت
ہیں تو دوسرے میں بیس تیسرے میں پچاس ہیں تو چوتھے میں سو۔ ہاں
میں نے یہ قصد کر لیا ہے کہ جو لغات حصہ چھپنے کے بعد چھوٹے ہوئے
معلوم ہوں گے وہ سب ایک جگہ جمع ہوتے جائیں گے او

سعیدو رشید دارین عزیزی سید زاہد حسین کو ترقی عمر و اقبال کی دعائیں۔ محبت نامہ پہنچا۔ اور اس کے ساتھ وہ الفاظ بھی پہنچے جو آپ نے کسی ڈکشنری سے منتخب کر کے لکھے ہیں۔ میں آپ کی اس محبت و سعادت اور امیر اللغات کے ساتھ دلی ہمدردی اور اس کی امداد کے خیال کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ افسوس ہے کہ نصف ٹکڑا دوسرے حصہ کا ۱۵ ستمبر کو چھپنے کے لیے روانہ ہو چکا لیکن پھر بھی جہانتک اس ٹکڑے میں الفاظ کا بڑھانا ممکن ہوگا کوشش کیجائے گی اور یہ ٹکڑا تو اب تک یہاں موجود ہی۔ میں استقرا کلام اور لغات سے عوام اور خواص کے وہی الفاظ لیتا ہوں جو اردو لغت کی شان پر پھبتے ہیں۔ آپ کے مرسلہ الفاظ میں بھی جو لفظ ایسے ملیں گے داخل لغت کئے جائیں گے۔ میں نے بہت دنوں ملک کی رائے پر کام کرنا چاہا مگر باہم رایوں کا اختلاف اسقدر رہا کہ میں عاجز آگیا۔ چند نازکخیال اور عالی دماغ احباب نے یہی رائے دی کہ ان جھگڑوں میں لغت تالیف سے رہجائے گا۔ صرف اپنی رائے کو دخل دینا چاہئے۔ ملک سے بہت دنوں صلاح و مشورہ کیا گیا۔ ناچار میں اب اپنی ہی رائے سے کام لیتا ہوں اور جو عزیز یا دوست میری مدد کرتا ہی اور اپنی کوئی صائب رائے ظاہر کرتا ہی اس کا شکر گزار ہوتا ہوں اور اس کی رائے ماننے نہ ماننے میں ہٹ دھرمی نہیں کرتا۔ جن لغات متروک کے آپ نے نام لکھے وہ سب اور ان کے علاوہ اور بھی اس دفتر میں موجود ہیں اور پیش نظر رہتے ہیں۔ مجھے پہ نہیں معلوم ہی کہ کون کونسے اخبار اس زمانے میں کتب امیر اللغات کی نسبت

ہو تو یہاں پنڈت سے دریافت ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب امیر اللغات کے سلسے کہاں تک مفید ہے باقی ہیں تمہارے حسن لیاقت سے بہت خوش اور تمہاری سعادت و محبت و امانت کا بہت ممنون ہوں فقط

امیر فقیر رام پور سٹیٹ - ۱۹ - جون سنہ ۹۲ء

مجی سلام و دعا - کارڈ پہنچا - مجھے خیال تھا کہ جو باتیں آپ نے دریافت کی تھیں اس کا جواب میں دے چکا ہوں مگر افسوس ہے کہ یا تو میرے یا ڈاک کی غلطی تھی یا میرا خط ڈاک میں تلف ہو گیا - اب لکھتا ہوں کہ امیر اللغات کا دوسرا حصہ جو جوہ اب تک چھپنے کو نہیں گیا - انشاء اللہ تعالیٰ اسی مہینے سے تھوڑا تھوڑا کر کے روانہ کیا جائے گا - آپ کے مرسلہ اوراق میں نے دیکھے اور جس جس جگہ سے مدد ملی اس سے فائدہ اٹھایا - مگر اردو کے لفظ میں بالفعل مختصر طور پر کچھ لکھ دیا گیا ہے - اور ہمیشہ سے یہ خیال ہے کہ اس کی تحقیق علیحدہ لکھ کر لغت میں لگائی جائے - کتاب ختم ہونے تک جس وقت موقع ملا یہ خیال پورا کیا جائے گا - اور آپ نے جو کچھ اس کی نسبت لکھا ہے وہ بھی آنکھوں کے سامنے رہے گا تاکہ مفید باتیں اس میں سے بھی چن لی جائیں - گوہر انتخاب جہاں سے مل سکتا ہے اس کا پتا آپ کو لکھا جاتا ہے - میرے پاس کوئی جلد اس کی نہیں ہے - امیٹھی بندگی میاں کی - ضلع لکھنو - قاضی سید تصور حسین صاحب آپ ان سے ویلو پی ایبل خواہ ٹکٹ بھیج کر منگوا لیجئے - ایک روپیہ سے کم قیمت ہے ٹھیک یاد نہیں - اپنی خیریت سے ہمیشہ مسرور فرماتے رہیئے - خدا آپ کی عمر دراز کرے فقط

امیر فقیر - ۳ - اگست سنہ ۹۲ء

وقت ملے تو تمہاری ہدایات بہت غور سے دیکھوں اور اردو کی تحقیق
میں جو کچھ تمنے لکھا ہی اس پر اچھی طرح نظر کروں تو اس کے بعد جواب لکھوں
مگر اسوقت تک ایسا وقت نہ ملا۔ یہ حصہ ثانی جس پر نظر ثانی ہو رہی ہی۔ چھپنے
کو بھیج لوں تو آپ کی تحریر کے ہر جزئے کو تدقیق نظر سے دیکھوں اور صاحبان
رائے موجودہ دفتر سے بھی بحث کر کے رائے لوں۔ اس وقت ان سطور
کے لکھنے سے صرف رفع نگرانی اور بالاجمال آپ کی شکر گزاری مقصود ہی
مگر شکر تو ادا ہو نہیں سکتا اس کے عوض بھی اس اخلاص نامہ مختصر کو دعا پر
ختم کرتا ہوں۔ الہی قابلیت ولیاقت ورشد سعادت وعمر دولت روز افزوں ہو
فقط آپ کی سچی محبت کا منت پذیر

امیر فقیر از ریاست رامپور روہیلکھنڈ

۱۷ جون ۱۸۹۲ء روز جمعہ

مجی سلام مسنون دعا مشحون۔ محبت نامہ آیا ممنون ومسرور کیا تمہارے
مرسلہ اوراق کی نسبت میرا یہ خیال نہیں ہی کہ بعد طبع حصہ دوم ان کو دیکھونگا
بلکہ منشا میری تحریر کا یہ ہی کہ مسودے پر جو نظر ثانی ہو رہی ہی اس سے فراغ
ہو لے تو ان اوراق پر نظر ڈالوں اور جو باتیں نئی اور مفید مطلب ملیں انکو
اس میں چھپنے کے قبل داخل کردوں۔ ورنہ بعد چھپ جانے کے الف
مقصورہ کے لغات کو دیکھنا کیا کام آسکتا ہی۔ پہلے خط میں تم نے لکھا تھا
کہ ایک کتاب سنسکرت کی مفید لغت اردو دستیاب ہوئی ہے یہاں کے
یہاں علم سنسکرت کے ماہر ایک پنڈت ہیں اگر تم اس کتاب کا کوئی جزو

ہاتھ تک پہنچ جائے تو اپنے جام شراب کی ہوس ہیچ ہے۔ دل کو کیوں نہ ہو اور جب
اسی ہاتھ سے کہئے گا تو جام شراب کے اس ہاتھ تک پہنچنے کا فائدہ کچھ
نہ ہوگا۔ جرس کا کنز کنا فصحا نہیں کہتے۔ مقطع بھی بدل دیجئے۔ چشم بد دور ابھی تمہارا
آغاز شباب ہے بڑھاپے کے مضمون کا ابھی کیا موقع ہے۔ اطفال فقیر با جیب
گزارہیں فقط

امیر فقیر ۲۰۔ جنوری سنہ ۱۸۹۲ء۔

محب عزیز من۔ دعائیں لو خط پہنچا۔ ممنون یاد آوری کیا۔ بعض موانع سے
جنکا قصہ طول ہے اب تک امیر اللغات کے دوسرے حصہ کے چھپنے کی نوبت
نہیں آئی زمانہ دم نہیں لینے دیتا۔ نصف نظر ثانی سے باقی ہے غالباً بیس جزو کا یہ
حصہ بھی ہوگا اور صرف الف مقصورہ کا۔ امید کرتا ہوں کہ ۱۵ جون سے چھپنے
کے واسطے روانہ ہونا شروع ہو جائے گا اپنا حال کیا لکھوں پیری و صد عیب
آپ اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہا کیجئے

امیر فقیر۔ ۹ مئی سنہ ۱۸۹۲ء

پیارے زاہد۔ الٰہی تم ہو اور دونوں جہاں کی لذتیں۔ دنیا میں نا مرغوبات
سے محفوظ رہو اور عقبیٰ میں نجات سے محظوظ مدت کے بعد محبت نامہ آیا میں
نے اس کو سینے سے چمٹایا آنکھوں سے لگایا۔ جواب میں تاخیر اس وجہ سے
ہوئی کہ امیر اللغات کے دوسرا حصے نکلنے میں وقت سے بہت زیادہ ہو گیا
ہے اس لیے باوصف عدم صحت اور ضعف و نقاہت اسی حصے کی تکمیل میں
مصروف رہتی ہے اور کسی وقت اور کام کرنے کی فرصت نہیں ملتی چاہتا تھا کہ

اب تک سامنے نہیں ہے اور اس موسم بارد میں گونا گوں تکلیفیں رہتی ہیں ارحم الراحمین رحم فرمائے۔ اور بتصدق رحمۃ للعالمین خاتمہ بخیر کرے۔ گوہر انتخاب کا کوئی نسخہ ہی تو ضرور مگر ڈھونڈھ کر ذرا نکالنا دشوار ہے جس وقت کہیں نظر پڑ جائے گی ضرور بھیجونگا۔ امیر اللغات کی جلد ثانی غالباً الف مقصورہ ہی پر تمام ہو۔ یا شاید بائے موحدہ کا بھی کوئی ٹکڑا شریک ہو جائے۔ تم سے اگر ممکن ہو تو زبان کی اصلیت لکھو ابتدا کہاں سے یہ زبان پیدا ہوئی اور کن کن تغیرات کے بعد اس حال کو پہنچی وغیرہ وغیرہ لکھو۔ تذکرۂ آبحیات میں آزاد نے اور جلوۂ خضر میں صفیر نے اور گلستان سخن میں مرزا صابر بخش شاہزادہ دہلی نے کچھ کچھ اس بحث کو لکھا ہے میں چاہتا ہوں کہ امیر اللغات میں یہ بحث ان سے الگ اور نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی جائے مگر اس کے مادے کا پتہ نہیں لگتا کہ کہاں سے اخذ کیا جائے تم کہیں سے ٹوہ لگاؤ۔ میں بھی فکر میں ہوں جو کچھ آزاد و صفیر وغیرہ نے لکھا ہے امیر اللغات میں اس کی نقل کر دینے کو توجی نہیں چاہتا۔ نئی باتیں بھی پیدا ہوں اور ان کے ضمن میں یہ باتیں بھی سب آجائیں۔ اور عنوان تحریر کا ان سے الگ ہو تو مضائقہ نہیں۔ الف کا گرنا جائز نہیں۔ ہندی کا الف جو آخر میں ہو وہ گرتا ہے بعض شعرا نے جو ایسا کیا ہے وہ قابل استناد نہیں ہے کیونکہ اساتذہ سلف کی طرف سے وہ ہمیشہ مورد ایرادات رہی ہیں۔ مطلع میں میں نے دخل دیا ہے بے شک اس کے جیب ہو دستر من جام شراب — کیوں نہ اس ہاتھ سے ہو پھر ہوس جام شراب دوسرے مصرع میں (اس ہاتھ سے) کی جگہ (مینحواروں کو) بنا دیا ہے کیونکہ لطف اسیقدر مضمون میں ہے کہ جب جام شراب کو یہ فخر حاصل ہے تو اس کے

پیارے زاہد دعائیں لو۔ تمہاری غزل پس جام شراب جب سے آئی کئی بار ارادہ ہوا کہ بناؤں مگر اس موسم باردہیں میری طبیعت کو بار بار ہرج ہوجاتا کہ سنبھلنے نہیں پاتی کہ پھر بگڑ جاتی ہی اور پھر زمین بھی ایسی ہی کہ اسمیں سنبھل کر قدم رکھنا چاہیے ناچار اسوقت یہ کارڈ رفع نگرانی کے واسطے بھیجتا ہوں غزل جب دیکھونگا تو بھیجونگا۔ تم سے خفگی کا کیا موقع ہی۔ میں تمہاری لیاقت وصلاحیت و بے لوث محبت سے بہت ہی خوش ہوں اللہ تعالی تمہاری عمر و اقبال میں برکت دے۔ تم ہمیشہ اپنی خیریت اور ترقی اقبال و دولت سے مسرور کیا کرو۔ اور میری کوتہ قلمی کی تقصیر کو معاف کردو۔ امیر اللغات میں مدد دینے سے ہاتھ نہ روکو یعنی جو کچھ ہو سکے وہ لکھا کرو اور ممنون و مشکور کیا کرو۔ اگر مجمع الامثال کے سوا کوئی ذخیرہ مثلوں اور شان امثال کا ملے تو بڑا کام نکلے مثلیں تو خزینۃ الامثال میں ملتی ہیں مگر شان امثال نہیں ملتی۔ سوزاں مرحوم نے ایک زمانے میں وعدہ کیا تھا کہ اس کا مادہ میں دونگا۔ افسوس ہے کہ وہ چل بسے۔ گوہر انتخاب اور امیر اللغات کے باب میں کیا بات آپ پوچھتے ہیں مجھے یاد نہیں، پھر لکھ بھیجئے۔ محمد احمد سلام نیاز عرض کرتے ہیں اور ان کے اور اخوان بھی اظہار شوق کرتے ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۱۲ جنوری ۱۸۹۲ء

پیارے زاہد۔ زہد مشرب۔ جام شراب والی غزل اسوقت میں نے لکھی اور مست ہوکر جھومنے لگا۔ مشکل زمین تھی مگر تم نے بہت اچھے اچھے شعر کہے اللہ تمہاری عمر میں برکت دے اور اقبال بڑھائے۔ میری طبیعت

پہنچاؤنگا۔ میرے پاس بھی الف سے ی تک مسلسل معنی و مثل کی ساتھ لغت
موجود ہے جس کا نام میں نے بہار ہند رکھا تھا۔ مگر وہ فارسی عبارت میں گلشن فیض
کی قبیل کا ہے اب جہاں تک ممکن ہو اس سے بڑھانا مقصود ہے۔ امیر اللغات
اس سے کئی حصہ زیادہ ہوگا تاہم آپ کے مرسلہ اوراق کو میں بہت شکریے
اور قدر کی نگاہوں سے دیکھکر دفتر میں رکھونگا۔ انگریزی الفاظ سے مجھے کوئی
مناسبت نہیں اس لیے اس کا ایسا ذخیرہ نہ میرے سینے میں ہے نہ سفینے میں
جس سے یہ معلوم ہو کہ کتنے الفاظ اردو نے قبول کر لیے ہیں۔ کتابیں بھی ایسی
اب تک بہت کم ملک میں تالیف ہوئی ہیں صرف فرہنگ فرنگ اور بعض اخبار
کے اوراق جنمیں ایسے لفظ جمع کئے گئے ہیں دفتر میں موجود ہیں۔ اس لیے
میں تم کو ایسے الفاظ کے جمع کر دینے کی ضرور تکلیف دونگا۔ اس کا احسان
نہ صرف مجھپر ہوگا بلکہ ملک ممنون ہوگا۔ تم نے جو انگریزی الفاظ امیر اللغات
میں کم پائے اس کی وجہ یہ ہے کہ کمیٹی میں باتفاق یہ رائے قرار پائی کہ امیر اللغات
میں وہی الفاظ انگریزی کے داخل کئے جائیں جن کی جگہ اردو میں کوئی فصیح
مختصر اور ٹھیک انہیں معنوں میں لفظ موجود نہیں ہیں۔ آفس۔ آتھر۔ آرڈر وغیرہ
لکھے لکھائے مسودے سے خارج کر دئیے گئے کیونکہ آفس کی جگہ کچہری اور
دفتر اور آتھر کی جگہ مصنف، آرڈر کی جگہ حکم موجود ہے۔ آنر۔ آنریبل۔ آنریری وغیرہ
لکھے گئے ہیں۔ باقی کیا لکھوں۔ ہاں یہ مسرت کہ تم سے لایق شخص کی نظر میں
امیر اللغات سب طرح سے اچھا اور ملک و زبان کی ضرورت کو پورا کرتا
ہوا جنچا۔

امیر فقیر۔ ۲۶۔ ستمبر سنہ ۱۸۹۱ع

اپنے کتب خانہ کی فہرست بھجوائیے شاید کوئی کتاب مجھے مطلوب ہو تو مستعار لینے کی درخواست کروں اور نقل لیکر باحتیاط بھیجدوں۔ امیراللغات کی پہلی جلد چھپی ہے اور آپ کے پاس جلد پہنچے گی۔ محمد احمد تسلیم گزار ہیں۔

امیر احمد مینائی عفی عنہ۔ ۳۰۔ جولائی سنہ ۹۱ء

دلنواز! سلام و نیاز کے بعد التماس ہے کہ ماشاء اللہ کیا اچھے اچھے شعر آپ نے کہے ہیں۔ خدا آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے۔ غزل اور خط ایک ہی کاغذ پر تھے خط کا واپس کرنا بہت ہی شاق ہوتا ہے مگر مجبور ہوں۔ آئندہ ایسی پیاری چیز دیکر پھیر لینے کا ارادہ نکیا کیجیے۔ انشا کی غزل کے سوا المیلا میلا کے قافیوں میں میں نے کوئی غزل اب سے پہلے نہیں دیکھی۔ کیا عمدہ غزل آپ نے کہی ہے آپ کی طبیعت کا حسن ہر شعر سے ظاہر ہے افسوس ہے کہ میں آپ کی خدمت گزاری سے قاصر رہتا ہوں ورنہ آپ کا شوق چمک جاتا۔ پیرانہ سالی کے علاوہ اور بہت سے اسباب ہیں جو مجکو شاعری کے طرف متوجہ ہونے سے روکتے ہیں چھیلا کا قافیہ ضرور کہنے کا ہے۔ شوخ لفظ ہی ضرور لکھیے۔ نوش کا قافیہ خوب کہا ہے سبحان اللہ۔ ڈھونڈتا ہے کی جگہ ڈھونڈے ہے اب زبان نہیں ہے قدما کہتے ہیں متاخرین نے ترک کر دیا ہے۔ خور د نوش مستعمل ہے فقط نوش اس محل پر زبان نہیں ہے۔ اور کوئی عیب نہیں ہے۔ مضمون اچھا ہے اور معنا درست ہے لہذا رہنے دیا۔ ضروری محو و اثبات لکھدینے کی تو مجھے عادت ہے مگر آپ خود فہمیدہ ہیں آپ کو ذرا ذرا سی بات لکھنا کیا ضرورت ہے معہذا اصلاح سے زیادہ ہر جگہ وجوہ اصلاح لکھنا دشوار ہے اور اکثر وجوہ وجدانی ہوتے ہیں جنکو طبع سلیم

اور تم بیجا کرتے ہو تاہم آپ کے خلوص و محبت کے ساتھ تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور دلنوازی میں فرد کرے۔ میں مدت سے آپ کے خط کا منتظر تھا اور حیرت تھی کہ آپ نے مراسلت کیوں ترک کی بحمد اللہ کہ آج آپ کی تحریر نظر سے گذری۔ آپ کی تحریر پر تنویر دیکھنے میں آئی چونکہ اختصار کی وجہ سے تسکین خاطر پورے طور سے نہیں ہوئی۔ لہذا مفصل تحریر کا خواستگار ہوں۔ میری طبیعت اس زمانے میں بہت خراب رہی بخار آنے لگا تھا۔ اب اللہ کے فضل سے اچھا ہوں۔ سب بندہ زادے سلام کہتے ہیں فقط

امیر فقیر ۱۳۔ اپریل ۱۸۹۹ء رامپور

حضرت زاہد کو ایک رند آلودہ گناہ کا سلام پہنچے۔ اور حالی خاطر محبت ماثر ہو۔ کہ تاریخ تو خط میں ہی نہیں جو معلوم ہو کہ یہ خط کب چلا کب پہنچا۔ اور لفافہ پر ڈاک کی مہر پوری کھلی نہیں۔ بہر کیف آج ایک خط مجھے ملا جس میں یہ غزل بھی جوشِ نقش پا۔ ہجوم انتشار میں غزل دیکھی اور اپنے گمان میں بنائی واقعی تھدا جانے بگاڑی ہی یا بنائی ہی۔ جو الفاظ کاٹ دئیے کاٹنے کے وجوہ آپ غور سے سمجھ لیجئےگا۔ زمین مشکل اور پامال ہی شعر آپنے اچھے اچھے کہے ہیں۔ میں نے جن شعروں پر صاد کئے ہیں وہی رکھئے گا۔ مجھے فرصت و اطمینان نہیں ہی ورنہ وجوہ بھی حواشی پر لکھدیتا۔ ماشاء اللہ آپ خود ذہین ہیں سمجھ لیں گے۔ سبحان اللہ کیا غزل کہی ہی اور کس ٹیڑہی زمین میں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے اور خیال میں اور وسعت۔ مطالعہ کتب سے آپ کو فرصت نہیں ہوتی اور کتاب بینی کا مشغلہ رہتا ہی ذرا مہربانی کر کے

یہ سب بھی اگر جمع ہوں تو ایک مجموعہ ہوسکتا ہی۔ مگر کون یہہ کام کرے اسقدر
ضرور ہی کہ کوئی خوش سلیقہ فہمیدہ و سنجیدہ آدمی ترتیب دیکر ان کو یکجا لکھدے
اور میں ایک نظر دیکھکر جو مطالب شایع کرنیکے نہوں ان کو نکالڈالوں تو سب بنے
مگر اس کی فرصت ہی نہیں ہی۔ کروں کیا "یک انار صد بیمار" کا مصداق ہوں
کاہشوں سے نجات نہیں ہوتی یہ لغت اردو کا جسکو لکھہ رہا ہوں اس نے تو
کسی کام کر لینے کا وقت نہیں چھوڑا ہے۔ اور پھر وہ بھی جلد نہیں ہوتا ہے
اور ہو کیونکر روپیہ پیسہ بہت چاہئے اور یہاں اب تھوڑا سا بھی نہیں ہے
خیر خدا مالک ہی وہی کسی فراخ حوصلہ کو ہمت دیدے تو کام چلے اور اب
تک جو ہزار ہا روپیہ میرا صرف ہوا ہی وہ رائگاں نجاے اور جانکاہی ٹھکانے
لگے اگر یہہ کام ہو گیا تو عجب عمدہ کام ہوگا ایسا پورا لغت اردو کا اب تک
کوئی نہیں اور آیندہ بھی امید نہیں ہی اسواسطے کہ اب زمانہ اس زبان کو
مٹاتا جاتا ہی زیادہ کیا لکھوں۔ آپ کو اپنا دلسوز سمجھکر کچا چٹھا اپنا لکھہ گیا ہوں
خط نظر اغیار سے محفوظ رہے۔ بعد کے ساتھ لفظ میں کا لانا خلاف فصاحت
ہی اور ہو کی جگہ ہوے یا ہوئے اگلی زبان ہے۔ غزل دیکھی کیا نئی زمین
ہی اور کیا اچھے اچھے شعر کہے ہیں۔ بارک اللہ فی عمر کم۔ اطفال دعا گو
گزار ہیں۔

امیر فقیر۔ ۷ اپریل سنہ ۹ء

پیارے زاہد۔ رسیلے لوکاٹ پہنچے اور باعث شکرگزاری ہوے۔
اگرچہ یہہ لوکاٹ اعلیٰ قسم کے نتھے جیسا کہ سہارنپور کے لوکاٹ مشہور ہیں

دلنواز. سلام مسنون اخلاص مشحون. خط آپ کا آیا ممنون فرمایا میں الله کی عنایت سے بخیریت ہوں باقی زندگی میں مرض و صحت سے نجات کہاں برخوردار محمد احمد کے پھوڑا نکلا تھا جس سے بڑی تکلیف اٹھائی۔ اب بفضلہ اچھے ہیں۔ اور برخوردار ممتاز احمد وجع مفاصل میں عرصہ سے مبتلا ہیں آپ کی دلنوازی و عنایت فرمائی کا بہت ممنون ہوں امید کہ گاہ گاہ خیریت مزاج سے مطلع کرتے رہو گے۔ زیادہ خیریت وبس۔ مکرر آنکہ میں بھی مشتاق ملاقات کا ہوں مگر مشغلہ کسب کمال کا بہت اچھا ہے۔ خدا کرے کہ بعد فراغ اطمینان کے ساتھ ملاقات ہو فقط۔

امیر فقیر ۵ جولائی سنہ ۹۶ء

میری قدر کر کے میرا دل بڑھانے والے خدا تم کو زندہ رکھے اور اقبال بڑھائے۔ آمین محبت نامہ آیا دل کو تسکین ہوئی تمنے میری انشا پردازی کی ستایش کر کے اور مجھے شرمندہ کیا۔ شرمندگی کے ساتھ تمہاری قدردانی کا (جو محض محبت سے ہے) شکر گزار ہوں۔ خطوط جب میں فکر سے اچھے لکھتا تھا وہ ذخیرہ ایک سو کئی جزو کا میرے ایک شاگرد نے جمع کیا تھا۔ سولہا برس ہوئے کہ وہ بیچارہ مرگیا اور اس ذخیرہ کا پتا نہ لگا پھر کسی نے جمع نہیں کیا۔ تین چار شاگردوں نے کبھی کبھی کچھ خطوں کی نقلیں اپنی پسند کے موافق لکھ لیں وہ جابجا ہیں بعض تحریروں کی نقلیں لڑکوں نے کرلی ہیں اور جب سے امیر اللغات کھولا گیا ہے تحریریں بقلم بعض مکاتبات لکھ لیتے ہیں

ہمیشہ اپنے خط خیریت نمط سے مسرور کرتے رہا کیجئے فقط

امیر فقیر - ۲۱ - مارچ سنہ ۹ء

سید صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - مہربانی نامہ آیا تواتر حوادث ووقائع رحلت عزیزان سامی سے سخت قلق ہوا - انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا اس داغ کا کوئی مرہم نہیں - اللہ صبر وشکر وتسلیم ورضا کی توفیق دے جس بلا پر صبر کی توفیق ہو وہ اس نعمت سے کہیں بہتر ہے جس پر شکر کی توفیق نہو - یہاں بھی مرض چیرو بائیت کو پہنچا ہے اطبا وعطاروں کے دربار گرم ہیں مگر بحمد اللہ ابھی نجات غالب ہے اور ہلاکت مغلوب - میرے ایک عزیز کی لڑکیوں کی شادی تھی گھر عشرتکدہ ہو رہا تھا دوسرے دن عقد کی شادی چاہنے والے باپ جو جوان سال خوش خصال تھے دنیا سے دفعتہ کوچ کر کے اس عشرتکدہ کو ماتم کدہ کر دیا - جو مہمان نزدیک و دور سے بیاہ میں آئے تھے وہ تجہیز وتکفین میں شریک ہوئے - دنیا عجب عبرت گاہ ہے مگر افسوس کچھ عبرت نہیں ہوتی سہ

آساں نہیں ہے دام سے دنیا کے چھوٹنا یہ ایک بڑے حکیم کا باندھا طلسم ہے

میری اولاد میں بھی پانچ آدمی مبتلائے تپ ہیں مجھے بھی حرارت ہے - اللہ رحم فرمائے اور صحت دلخواہ دے نہیں تو دنیا سے اٹھا لے - دعائے خیر کا طالب ہوں - آپ بنی فاطمہؑ ہیں ضرور دعا کیجئے کہ اللہ مجھ سیاہ کار کا خاتمہ بخیر کرے - محمد احمد تسلیم عرض کرتے ہیں -

امیر فقیر - جمعہ ۲ اپریل سنہ ۹ء رامپور مراد آباد

اور لبستوں میں بندہ جاتے ہیں باقی چاک ہوتے ہیں۔ بہرکیف اس قدر تو پیدا ہے سے خیال آیا کہ سال رحلت ۱۳۱۶ھ ہجری ہوگا۔ لہذا اسوقت مادہ تاریخ تجویز کر کے تین مصرعے لگائے ہیں جو بھیجتا ہوں اگر پسند آئے تو خیر ورنہ پھر لکھی گی یہ خط محض بنظر احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں ورنہ ٹکٹ موجود تھا اطفال اور اہل دفتر لغت اردو ما وجب ما گزار ہیں۔ مجبا! اگر عمدہ کتابیں ہوں تو اپنے کتب خانہ میں غور کر کے اچھی اچھی کتابوں کی فہرست ضرور بھیجئے اور عمدہ کتاب میرے نزدیک مطلا و مذہب اور بہت خوشخط ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ فی نفسہا فی الکتاب کے حسن پر نظر رہی فقط

امیر فقیر مینائی ۔ ۳۰۔ ربیع الآخر ۱۳۱۶ھ ہجری

قطعہ تاریخ

زہے سید کاشمس آید پدید ۔۔۔ علی باحسین ار بگرد و قرین
پئے سال رحلت بجاکش امیر ۔۔۔ بگو۔ تربت سید مسلمین ۱۳۱۶

مجبا۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا۔ بحمد اللہ یہاں خیریت ہے۔ آپ کا کوئی خط مع غزل یا بغیر غزل اس مدت میں نہیں آیا۔ آگے جسے شاید ڈیڑہ یا دو مہینے گزرے ہونگے ایک خط مع غزل جس کی زمین اسوقت یاد نہیں ہے مگر اتنا یاد ہے کہ کوئی نئی اور اچھی زمین تھی آیا تھا وہ غزل میں نے ضرور دیکھ کر بھیجی تھی اس کے بعد کوئی غزل نہیں آئی۔ کیسے ہوسکتا تھا کہ غزل آتی اور میں دیکھکر نہ بھیجتا اور غزل بھی آپ کی۔ زیادہ کیا لکھوں۔ نہایت عدیم الفرصت ہوں۔ محمد احمد مع اخوان سلام و نیاز کہتے ہیں

بھی شعر بھی مزے کے نکلے۔ اپنا حق ثابت کرنے کو میں نے کچھ دخل دیا ہے۔ خدا جانے بگاڑا ہے یا بنایا ہے۔ تاریخ کا کئی بار قصد کیا اور دو ایک مادے پورے ہونے بھی مگر خود مجھکو بھی پسند نہیں آئے تو آپ کو کیا پسند آتے۔ فرصت تو ہوتی نہیں شب کو لیٹتے وقت کبھی خیال کرتا ہوتا ہے، وہ بھی نصف شب کو کہ محنت کرتے کرتے طبیعت تھک جاتی ہے۔ خیر پھر سوچونگا۔ رسید ضرور بھیجئے تا کہ نگرانی نہ رہے اور غزل کے پہنچنے سے اطمینان ہو۔ سوزاں مرحوم کے اخلاف واقعی خلف ہیں یا اور قطع ہے۔ انکے عہد و نسب تو نہیں معلوم ہاں کہ علمی اور اخلاقی صفات میں خلف الرشید ہیں۔ مجھے اطمینان ہو لے تو تعزیت نامہ لکھوں۔ والا فلا۔ ہائے! میرے سوزاں کے کیا صفات تھے۔ خدا بخشے۔ محمد احمد مع اخوان ماوجبہ سال ہیں۔ آج کل آپ کے مشاغل کیا ہیں مفصل لکھئے۔ دیوان کے چھپنے میں بعض موانع سے کہ اس زمانے میں زیر بار زیادہ ہو گیا ہوں ذرا تاخیر ہے۔ دعا کیجئے آپ بنی فاطمہ ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۱۲۔ نومبر ۱۸۹۹ء رامپور مراد آباد

سید صاحب مہربان وکرم فرمائے مخلصان سلامت۔ سلام مسنون۔ میں بیمار تھا اب مرض تو بظاہر نہیں ہے مگر ضعف زیادہ ہے احباب کے بہت سے کام پڑے رہے اور میں شرمندہ رہا۔ آپ کی فرمایش تاریخ کی تھی۔ آپ سے بھی عذرخواہ ہوں۔ وہ خطوط جن میں دن مہینا وقت وغیرہ رحلت کا تھا وہ پہنچے ہی نہ تھے چونکہ ڈاک میں کاغذ بکثرت آتے ہیں اور صندوقچہ معمور ہو جاتا لہذا چھپنے میں کئی کئی بار صاف کیا جاتا ہے کہ ضروری کاغذ صندوق میں بند کر

گورنمنٹ کی طرف سے التفات نہیں خیر خوش ہیں اور اپنی تنبیہات میں کامیاب

امیر فقیر۔ ۲۶ ذوالحجہ سنہ ۱۳۱۲ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نوازش نامہ آیا مسرور کیا۔ تاریخیں صنم خانۂ عشق دیوان ثانی کی پہنچیں اور دفتر میں سپرد کر دیں دیوان کی ترتیب میں اعزہ حکیم فصیح الزبان نعیم تخلص کے دفعتہً وباے ہیضہ میں مبتلا ہو کر مرجانے سے حرج ہوا کہ طبیعت اس صدمہ جانکاہ سے نہایت افسردہ ہو گئی اور وسیم و آسی سلمہما الصمد کے اصرار بلیغ الحرام سے جو میں چند غزلیں روز شب کو سن لیتا تھا وہ شغل بھی چھوٹ گیا ہے اب چھپنے میں ذرا دیر ہو گی۔ تاریخیں آپ کی انشاءاللہ ضرور چھپیں گی۔ محمد احمد تسلیم رسالہ میں حضرت مولانا مرحوم کی رحلت کا صدمہ سخت روح فرسا ہوا ہے۔ کیا آدمی تھے۔ خدا بخشے انا للہ کے سوا اس نامراد کو کہاں۔ اللہ تعالیٰ توفیق صبر دے۔ ان کے اعقاب میں جو ان کا جانشین ہو وہ کون ہے کوئی لائق فرزند ہے یا نہیں ضرور لکھئے گا فقط

امیر فقیر ۵ ستمبر ۹۵ء

میرے دلنواز مجھ سے زیادہ مجھ پر مہربان میرے قدردان سلامت محبت نامہ آیا مسرور کیا مگر غزل اس کی پشت پر تھی لہٰذا بمجبوری اس سرنامہ کو سرنو پھیرنا پڑا۔ چیز دیکر پھیر لینا آپ نے کس سے سیکھا ہے یہ روش چھوڑ دیجئے اور آئندہ ایسا ستم نہ کیجئے اور کوتاہ قلمی بھی ذرا گھٹائیے۔ اب کے بار بہت دنوں کے بعد بھی خط آیا میری کوتہ قلمی کو معاف کیجئے۔ میں گوناگوں مصائب و آلام میں گرفتار رہا ہوں۔ غزل آپ نے خوب کہی ہے ماشاءاللہ چشم ماشاءاللہ زمین بھی کیا

ہوں مگر اس زندگی سے جس میں احباب کی خدمت نہ کر سکوں شرمندہ ہوں
ہمیشہ عفو تقصیر کا خواستگار اور دعائے حسن انجام کا امیدوار رہتا ہوں
محمد احمد مع اپنے سب اخوان کے سلام نیاز عرض کرتے ہیں۔ حضرت دلسوز
سوزاں سلمہم اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بکمال اخلاص تسلیم۔

امیر فقیر۔ ۱۰ فروری ۱۹ سنہ ۶ء ریاست امیر آباد

میرے عنایت فرمائے قدیم سلامت سلام مسنون اخلاص و سپاس
مشحون۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا ممنون یاد آوری کیا۔ بحمد اللہ زندہ ہوں
مگر اس وجہ سے کہ جس واسطے پیدا ہوا ہوں وہ کام نہیں کرتا اپنی زندگی سے
شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی طرف توجہ کی توفیق دے۔ آپ کی کم فرصتی شغل
علم میں ہے اس سے جی خوش ہے اللہ تعالیٰ عمر و اقبال بڑھائے۔ غزل پہنچی ای
وقت دیکھ کر واپس بھیجتا ہوں اس خیال سے کہ خدا جانے پھر کب نوبت
آئے۔ شعر بہت اچھے ہیں۔ اللہم زد و بارک۔ محمد احمد مع اخوان سلام
عرض کرتے ہیں۔ آب و ہوا یہاں کی آجکل فاسد ہے اور بازار حیات کاسد
خدا رحم فرمائے۔ میرے ایک عمدہ عزیز حکیم نعیم الزماں خلف اکبر جناب مولوی
محمد وجیہ الزماں خاں اسی مرض وبائی میں مبتلا ہو کر قضا کر گئے ان کا اس
واقعے سے جو قلق ہے وہ بیان نہیں ہو سکتا دل مٹی ہو رہا ہے۔ کیا خاک
لکھا جائے۔ اللہ صبر دے۔ میرے دل سوز قدیم حضرت سوزاں وہاں
ہوں تو سلام نیاز کہئے۔ جب خط لکھا کیجئے تو مرزا صاحب کی خیریت و کیفیت
ضرور لکھا کیجئے۔ حضرت موصوف کے ساتھ بدستور نیاز باقی ہے

رکھتے ہیں آپ بھی یہی شیوہ اختیار کیجئے۔ اور میں عہدا امکن آپ کا کلام بھی
دیکھا کرونگا۔ اس وقت پیشی کے بستے میں سو سے زیادہ وہ خطوط ہیں جن میں
مختلف اقسام کا کلام اصلاح طلب ہے۔ اب دیکھنا شروع کرونگا۔ اور اس مہم کو
جب تک سر کرونگا تب تک اور کلام آجائے گا۔ آپ خیال فرمائیں کہ پھر آخر
تعمیل احکام سرکار بھی کرنا ہے۔ نصف شب تک ہمت کروں تو کچھ کام ہو سکے
دل و دماغ ضعیف ہو گیا ہے کچھ ہو نہیں سکتا۔ اللہ تعالی جمعیت خاطر دے
تو بطور خود ضبط اوقات کر کے خدمت گزار احباب ہوں۔ مکروہات دنیوی

تاکہ یہ موتیوں کی لڑیاں جنکو میں نے بڑی دیدہ ریزی سے پرویا اور گوندھا ہے ٹوٹ نہ جائیں
اور ان کے انمول موتی بکھر کر پراگندہ و غیر منتظم ہونے پائیں اور اس سلک مروارید کے ساتھ
جنکے موتی انشاء اللہ کبھی بے آب ہونگے نہ گرجیں گے۔ میری اس تحریر کو بھی جس کی حقیقت
یاقوت کے دانوں سے زیادہ نہیں ضرور منسلک کر دیجئے اور اس سے ابتدا کیجئے کہ گیاہ
اگرچہ ناچیز ہے مگر دستہ گل میں پھولوں کا حسن دوبالا کر دیتا ہے۔ خال ہر چند کہ روسیاہ وقبیح
ہے لیکن رخسار صبیح پر ملیح ہے۔ تعرف الاشیاء باضدادھا۔ جناب مرحوم کے خطوط اگر
اور زیادہ مطلوب ہوں تو اخوی منشی محمد احمد صاحب قمر سے رامپور میں اور محبی حافظ
جلیل حسن صاحب سے حیدر آباد دکن میں اور مشفقی ممتاز علی صاحب آہ تحصیلدار سی
ریاست ڈونگر گڑھ میں ضرور خط و کتابت کیجئے جنمیں سے آخر الذکر کے پاس یقیناً پورا ذخیرہ
جمع ہوگا کیونکہ انہوں نے بھی کچھ دن ہوئے ایسا ہی قصد کیا تھا جو ابتک بعض وجوہ
و موانع سے انجام کو نہیں پہنچا۔ والسلام خاکسار زاہد سیاہ کار

سے کے آستے ہی یہ قصد کیا کہ اب غزل دیکھتا ہوں اب معذرت نامہ بھیجتا ہوں
مگر ہجوم کروہات و صدمات اور وفور غم والم نے فرصت نہ دی، پہلے تو اپنے برادر
مہربان ہمراز پدر کا ماتم رہا۔ پھر ان کی خاتون جو مجکو بجائے مادر تھیں ان کی رحلت
کا غم ہوا۔ ایک آباد گھر برباد ہوگیا۔ ان حوادث سے جو صدمے مجھ ناتوان
پر ہوئے ان کو لکھ نہیں سکتا۔ آپ کی عنایت و سیادت سے امید عفو
جرم کی رکھتا ہوں۔ کلام تلامذۂ نزدیک و دور اس کثرت سے آتا ہے کہ
میں ان کو کسی طرح دیکھ نہیں سکتا، قدردانان عذر شنو مجکو تا خیر اصلاح پر معاف

اغیار سے محفوظ رکھنے اور کسی کو نہ دکھلانے کی تاکید اکید کردی تھی۔ مالقصہ ارسال خدمت
شریف ہیں۔ میں ان ریزہائے جواہر کو اپنا سرمایۂ ناز اور اردو انشا پردازی کا گنجینۂ خزانہ
سمجھتا تھا۔ اور نثر اردو کی جان جانکر اپنی جان کی برابر رکھتا تھا لیکن جب یہ دیکھا کہ آپ
مجھ سے زیادہ اہل اور قدردان وقت ہیں اور ان پھولوں کو سدا بہار بنانے کی فکر
میں یا حسن کر رہے ہیں اور ان فصاحت وبلاغت کی تصویروں میں تدوین الطباع
کی روح ڈالکر اور حیات ابدی سے زینت دیکر جیتی جاگتی اور بولتی چالتی صورتیں
بنانے والے ہیں تو یہ صورت مجکو دل سے بھائی اور مطبوع طبع ہوئی۔ بنابریں
یہ تمام جواہر عنبر یہ اور زواہر بہر یہ بطور ارمغان و تہدی نذر کرتا ہوں۔ اور ان جواہر کے
ٹکڑوں بلکہ جگر کے ٹکڑوں کو جن کو کلیجے سے لگائے رکھتا تھا اپنے سے الگ کر کے
آپ کے دامن میں ڈالے دیتا ہوں۔ اگر بار خاطر نہ ہوا اور پسند خاطر ہو تو میری
خاطر سے اتنی رعایت و عنایت کیجے کہ ان کو اسی سلسلہ اور ترتیب سے طبع کرائیے

حکیم صاحب۔ السلام علیکم رحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ پریشانیوں کے ہجوم سے آپ کی غزل اور جواب خط نہ بھیج سکا انفعال کے ساتھ عذرخواہ ہوں۔ آپکا مع الخیر والعافیۃ گھر پہنچ جانا باعث انشراح خاطر ہوا۔ مگر رامپور کی فتح عزیمت سے امیدوار دل مایوس ہوگیا۔ اب موسم گرما میں آپ اپنا قصد لکھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ آپ کا ارادہ اور میری تمنا العنوان احسن پوری کرے۔ پیچے اور مشک آپ نے لکھنؤ میں منشی ظہور احمد صاحب کو پہنچا دیئے۔ میں دل سے اس کا شکرگزار ہوں۔ اب وہاں سے دو چار دن میں آجائیں گے۔ غزل آج دیکھکر بھیجتا ہوں امید کہ اپنی خیریت کے ساتھ اس کی رسید سے بھی مطلع کیجئے۔ اور یہ بھی لکھئے کہ وطن سے کب تک روانگی کا قصد ہے۔ سب چھوٹے بڑے ما وجیب رساں ہیں خصوصاً جلیل بصد شوق تسلیم عرض کرتے ہیں

داعی خیر امیر فقیر ۴ جنوری ۱۸۹۶ء

رامپور

حکیم صاحب محبی ومکرمی سید طفیل احمد صاحب کی ناچاقی طبیعت کو طول ہوا ہے میں ہمیشہ ان کے حالات مفصل پر اطلاع چاہتا ہوں اور وہ براہ مہربانی جواب ہمیشہ لکھتے ہیں مگر بیان حالات میں ایسا اجمال ہوتا ہے کہ کماحقہ تسکین خاطر نہیں ہوتی۔ دل سے تشویش نہیں جاتی معلوم نہیں کیا کیا امراض ہیں علاج کیا کس کس مرض میں کس کس مقدار اس سے نفع ہوا ہے نصیب اعدا معذوری کی حالت ہے یا اپنے پاؤں سے چلتے پھرتے ہیں۔ آپ طبیب ہیں بہت تفصیل کے ساتھ ان کے حالات سے آگاہی تامل کر کے مجھے

اپنے شہر بار بار قیمت آتا ... سے سفر فرمانے کا ارادہ ہوا ہے وہ آرزو تھی کہ ہمیشہ اللہ
سے چاہتا تھا خداوند تعالیٰ آپ کے ارادے اور میری آرزو کو پورا کرے۔ آپ
خیریت و عافیت کے ساتھ آئیں اور جلد آئیں کہ دل بیقرار اور آنکھیں محو انتظار رہیں
شکر ہے کہ صحت یاب ہو کر آپ کے پاس سے آ گئے اگرچہ میری فرمائش کے
موافق نہیں مگر آپ لکھتے ہیں کہ باعتبار زیبائش اور صفائی کام کے بہت اچھی
اور عمدہ چیزیں اپنی قیمت پر ہیں۔ آپ وقت قصد وطن اپنے ساتھ لاتے اور
ادب شاگردی کو منشی ظہور احمد کے سپرد کیجئے آپ نے منشی ظہور احمد کو مختار
کیا کہ شرابور ہو گیا۔ جناب نواب سید صاحب کے یہاں سے تنخواہ
وصول ہونا اور منشی ہو کر آپ کا مقتضی ہونا باعث افسوس ہوا اب دعا ہے
کہ جس قدر آپ کی تنخواہ باقی ہے وہ آپ کو وصول ہو جائے اور اللہ تعالیٰ آپ
کو جمیع مقاصد میں کامیاب کرے۔ یہاں کی آب و ہوا بہ زمستانی اور واقعہ زلزلہ
نہیں ہے جاتے آ گئے مگر عادت ... جاڑا شہر سے نہیں گیا ... جاتا نظر آتا ہے
میرے گھر میں کئی آدمی عوارضات تپ و لرزہ میں اور میرے مرض منہ کا حال بدستور ہے
شافی مطلق سب مریضوں کو شفائے کامل عطا فرمائے۔ اطفال و احباب
با وجہ گزارش ... بالتخصیص تسلیم کہتے ہیں اور شکر گزاری کے ساتھ تمنائے
شوق ملازمت ظاہر کرتے ہیں۔

امیر اللغات کا تیسرا حصہ مدت سے تیار ہے مگر ناداری کی وجہ سے
اس کی طبع کی نوبت نہیں آئی۔ دیکھئے اللہ کو کیا منظور ہے۔ دفتر بالکل

بھی کچھ شعر میں نے کہے۔ آپ کے اس دو غزلے میں بعض شعر مجھ سے متوارد ہو گئے ہیں، تو جو دو ایک شعر میرے اختیار سے باہر ہو چکے تھے وہ مجبوری تمہارے یہاں سے نکال ڈالے اور جن اشعار نے شہرت نہیں پائی تھی ان کو اپنے یہاں سے نکال ڈالا۔ نظمیں کی دھوم دھام سنکر جی چاہتا کہ محنت کیجائے مگر نہ دل و دماغ میں طاقت نہ مکروہات سے فرصت نہ صحت، مجبوری یہی شعر جو موزوں ہوئے ہیں بھیجدونگا۔ مجھے بڑی خوشی یہہ کہ گو میری غزل سست ہے مگر میرے عزیزوں دوستوں کی غزلیں تو اچھی نکلیں گی۔ جلیل و آہ نے بہت اچھے اچھے شعر کہے ہیں اور آپ نے تو دریا بہا دیئے ہیں۔ ریاض نے بھی ایک غزل بھیجی تھی اور لکھا تھا کہ ناتمام ہے اور بھیجونگا۔ واقع میں یہہ پرچہ اچھا نکلیگا۔ خدا کرے کا غذ و خط بھی اچھا ہو۔ زیادہ اسوقت کچھ لکھوا نہیں سکتا آپ اپنی غزل منتخب کر کے گلدستے میں دیجئیگا۔

امیر فقیر

پیارے کوثر۔ میں اس زمانے میں اپنے امراض و اعراض کی شدت سے بہت ہی بے چین ہوں کوئی کام حتی کہ دوسرے کے ہاتھ سے خط لکھوا دینا بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ صبح سے نصف شب تک گویا چوکی ہی پر بیٹھ کر بسر ہوتی ہے۔ پانچ سات منٹ سے زیادہ توقف نہیں ہو سکتا سفوف حجر الیہود کی نسبت میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ کچھ صرف حجر الیہود تھا یا اور کسی چیز سے ترکیب دی گئی ہے۔ اس کے جواب کا منتظر ہوں جو ق شانہ ساز تیار ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ کل پرسوں سے شروع کروں گا

دشنام زیادہ مونث ہی مگر ظفر نے ایک جگہ مذکر کیا ہی لہذا مختلف فیہ کہا جا سکتا ہی

ناسخ ؎

کسی نے جو حیدر کو دشنام دی   تو گویا پیمبر کو دشنام دی

ولہ ؎

بارہا میں گیا ہوں نزد امام   کبھی مجکو نہ دی کوئی دشنام

ظفر ؎

ہم کو پوشیدہ ہیں پیغام کسو کے آتے   خط پہ خط روز ہیں بے نام کسو کے آتے

ہوس بوسہ اگر کھینچ نہ لاتی ہم کو   کاہیکو سننے کو دشنام کسو کے آتے

سب بندہ زادے اور جلیل حسن بالتخصیص تسلیم گزار و سپاس گزار ہیں۔

امیر فقیر

پیارے کوثر۔ محبت نامہ آیا۔ غزلیں بھی پہنچیں۔ محنت کی تو نہ فرصت نہ طاقت خیر جس نظر سے دیکھ سکا فوراً دیکھ لیں اور اب بھیجتا ہوں۔ سفوف حجر الیہود کا استعمال آٹھ دس دن سے ہوتا ہی ابھی تو کوئی نتیجہ اس کا معلوم نہیں ہوا۔ آیندہ خدا سے امید ہی کہ نفع ہو۔ مشاعرہ کی غزل میں نے فوراً دیکھکر بھیجی مگر افسوس ہی کہ اس وقت تک آپ کے پاس نہیں پہنچی معلوم نہیں آپ نے بطور خود انتخاب کر کے غزل پڑی یا شرکت سے کنارہ کیا۔ طرح گلچیں میں جو غزل میں نے لکھی اس کے کچھ شعر منتخب کر کے ایک عمدہ ذریعے سے واسطے دکن کو بھیجدیئے ملاحظہ ہو کر دلپسند بھی ہو گئے۔ داغ نے بھی غزلیں مجھے بھیجیں نہیں میں نے دیکھیں میری غزل ... نے مانگی تھی وہ بھیجدی تھی۔ اس کے بعد

قصیدہ کے کوب کا حرف کی رسمہ میں تمام کر دیا جائے اگرچہ اس حرف میں بھی بڑی
سستی معلوم ہوتی ہے مگر یہاں حتی الامکان اختصار پر نظر ہے۔ عزیزی ممتاز علی صاحب
اپنے ماموں حافظ محمد محمود علی صاحب کے سخت بیمار ہو جانے سے وطن گئے
ہوئے ہیں۔ حافظ صاحب کا مرض نہایت خوفناک ہے حالت زار ہے۔ خداوند تعالیٰ
شفا دے۔ فرزندان فقیر سلام رساں ہیں۔ ارباب دفتر خصوصاً جلیل تسلیم کہتے
ہیں۔ مگر میرے چھوٹے پوتوں میں سے ایک نور چشم ممتاز احمد جن کے پاؤں کا زخم
بگڑ کر بہت بڑا ہو گیا ہے۔ تپ میں ہر وقت چور رہتا ہے۔ انصاف کرنا چاہیے کہ ایسے
میں مجھ سے کیا ہو سکتا ہے۔ کسی گلدستہ میں تازہ چھپی ہوئی میری غزل دیکھئے
تو یہ خیال نہ فرمائیے کہ میری حال کی شاعری ہے

امیر فقیر

رامپور ۔ ۳ ۔ نومبر ۹۵ء

مجی مشفقی زاد عنایتکم۔ سلام مسنون و دعا و اخلاص مشحون۔ میں آپ سے اپنے
قصور کی معافی چاہتا ہوں کہ آپ کے اکثر مہربانی نامے آئے اور میں کسی کا جواب
نہ دے سکا۔ میری معذوریوں کی اب کوئی حد نہیں ہے حبس بول کے دورے
جلد جلد پڑتے ہیں آٹھ روز ہوئے آج ہی کے دن سخت دورہ پڑا تھا دو مرتبہ
سلائی کی نوبت آئی خون کئی روز تک آیا کیا۔ اب تک بے چینی بڑی ہوئی ہے
ہر وقت دھڑکا رہتا ہے کہ اب پیشاب بند ہوا۔ اللہ اللہ کرنے کے سوا اب
اور کسی کام کا نہیں رہا۔ خداوند کریم خاتمہ بخیر کرے۔ نور چشم محمد احمد اور برخوردار
لیاقت حسین مہینے ڈیڑھ مہینے سے صاحب فراش ہو رہے ہیں لیاقت حسین

رامپور - ۹ - اگست سنہ ۹۳ء

محبی و مشفقی زاد عنایتکم - سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون - آپکا محبت
نامہ مرقومہ ۱۸ - جولائی آیا تھا میں سخت نادم ہوں کہ نہ آپ کی غزل دیکھہ سکا
نہ خط کا جواب لکھہ سکا - کیا کروں بیمارداریوں سے تو نجات ہی نہیں ہوتی
اب بھی بعض اعزہ سخت بیمار ہیں - جن کی بیماری بہت ہی مکلف رنج ہے
اللہ تعالیٰ رحم فرمائے - عجب اتفاق ہے کہ میری طرح آپ کو بھی کاہشوں سے
فراغت نہیں ہوتی - آپ کے بھائی کی بی بی کا دو معصومہ لڑکیوں
کو چھوڑ کر رحلت کر جانا بڑے صدمہ کی بات ہے - خداوند کریم ان غریب لڑکیوں
کی حالت پر رحم کرے اور آپ کو مصائب اور آلام سے نجات دے
غزل دیکھکر وقت پر نہ بھیج سکنے کی آپ سے معافی چاہتا ہوں اب ذرا اطمینان
ہو لے تو اس کو نکلوا کر دیکھوں - آپ نے امیر اللغات کو شروع سے آخر
تک دیکھا اور اسکی بعض فروگذاشتوں سے مجھکو مطلع کیا میں اس کا شکرگزار
ہوں - بے شک کاتب نے غلطی کی اور تصحیح کرنیوالے بھی چوک گئے جو سحر
کے شعر میں بچھوا کی جگہ پہنچا چھپ گیا - اچھا اچھا کی مثال میں سخی کا شعر بیشک
بہت مناسب اور اچھا تھا مگر اول تو سخی مستند استادوں میں نہیں ہیں
دوسرے آجتک ان کا کلام لغت میں دیا نہیں گیا - ایک تنکے کا شرمندہ
نہ ہونا میں میر کا شعر ضرور دیا جاتا اگر پہلے سے ملتا اتفاق کی بات ہے کہ استغراق
سے یہ شعر رہ گیا " ... " فصل الف مع ... میں لکھا گیا ہے آپ کی ...
[illegible] ... کر لیجئے - حصہ دوم کی ... [illegible]

اور برادرزادی سنگروہ صدمہ اٹھایا کہ اس کو دل ہی جانتا ہے۔ ہائے ان
دونوں کی عمریں ابھی کیا تھیں اور دنیا میں آکر انہوں نے ابھی کیا دیکھا تھا۔
میرا ستم رسیدہ دل تو اس تصور سے پاش پاش ہوا جاتا ہے کہ ان کے
ماں باپ اور آپ کی کیا حالت ہوگی۔ مگر خدا کی مشیت میں سوا صبر و شکر
کے بندے کو کیا دخل ہے۔ آپ خدا کی عنایت سے خود فہیم آدمی ہیں مجھے
صبر کے باب میں زیادہ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کچھ عجب وقت آگیا ہے
عزیز ہوں یا احباب کسی کی طرف سے کبھی خوشی کی بات سننے میں نہیں
آتی۔ سوانح اور واقعات روح فرسا سے یہ حالت ہے کہ اب دنیا سے
دل سیر ہوگیا ہے کسی چیز اور کسی بات میں دلچسپی نہیں رہی آٹھ پہر یہی دعا ہے
اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے۔ آپ کی ناسازی طبیعت سے الگ تردد
ہے۔ خدا کرے یہ شکایت جلد دفع ہو جائے۔ امید کہ مژدۂ صحت سے
مطمئن و مسرور کرنے میں دیر نہ کیجئے۔ میری حالت بدستور ہے نہ بیماریوں
اور بیمارداریوں سے فرصت ہوتی ہے نہ آئے دن کے صدمات سے
نجات ملتی ہے۔ باوجود اس رنجوری و معذوری کے غزل و رباعیاں آپ
کی دیکھکر بھیجتا ہوں۔ غزل میں شعر کثرت سے ہیں آپ انتخاب کر کے
اچھے اچھے شعر مشاعرے میں پڑھیں۔ خنجر کا دونا ہونا صحیح ہے۔ سب بندہ زاد
با وجب گزار ہیں اور نور چشم آہ و جلیل تسلیم کہتے ہیں۔ غزل کی رسید
اور اپنی خیریت بہت جلد لکھئے گا۔

امیر فقیر۔

لکا مشغلہ قطعی ترک ہوگیا بلکہ اس کے ذکر سے نفرت ہوتی ہے۔ دعا یہی ہے کہ
اللہ تعالی خاتمہ بخیر کرے۔ آپ سے مجکو بہت ہی ندامت ہے کہ باوجود آپ
کی محبت اور خصوصیت کے میری طرف سے خدمت گزاری میں نہایت
کمی ہوتی ہے بلکہ ہوتی ہی نہیں۔ یہ دو غزلیں جو آخر میں آئیں ان میں ایک
گیا کے مشاعرے کی ہے دوسری گلچیں کی طرح ہیں۔ گیا کا مشاعرہ تو اب ہو
ہی گیا ہوگا گلچیں میں البتہ وقت باقی ہے اسی نظر سے میں نے گلچیں کی غزل
دیکھی اور دیکھی کیا پڑھوا کر کئی جلسے میں سنی چونکہ اس کے ساتھ وہ دوسری
غزل بھی تھی لہذا دونوں کو بھیجتا ہوں اصلاحی کو صاف کرکے گلچیں میں بھیجیے
اور غیر اصلاحی کو اور وقت پر اٹھا رکھیئے۔ جہاں اور بہت سی غزلیں دیکھنے کو
باقی ہیں وہاں ایک یہ بھی سہی۔ آپ سے میں اپنی کم خدمتی کی معافی چاہتا ہوں
یہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالی مجھے صحت اور اطمینان عطا فرمائے کہ آپکا بقیہ کلام
دلجمعی کے ساتھ دیکھہ سکوں۔ آپ کے خط کا پورا جواب اسوقت لکھ نہیں
سکتا۔ طبیعت کو ذرا سکون ہولے تو اس کو غور سے دیکھکر ایک ایک
بات کا جواب لکھوں۔ نور چشم ممتاز علی اور جلیل بہت بہت تسلیم کہتے ہیں
اور سب اطفال ماہ جب رساں ہیں۔

امیر فقیر عفی عنہ

رامپور۔ ۱۹ مئی سنہ ۹۳ء

مجبی و شفیقی زاد لطفکم۔ بعد سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون کے
مدعا نگار ہوں کہ آپ کا محبت نامہ آیا واقعہ جگر گداز رحلت برادر زادہ

پیشاب رکتا نہیں ہے۔ ایسی دوا نہیں ملتی کہ شب کو سوتے وقت استعمال کروں اور صبح کو فضول مقوم بلا انتظار آسانی سے دفع ہوجائیں اور ریاح نہ ستائیں اور ادا میں دشواری نہو آپ بھی اپنی حذاقت رائے سے کام لیں حکیم صاحب گیا کے سفر سے پہلے اب کے بار دو چار دن کے لیے آپ رامپور کو ضرور آئیں اور اپنے دیدار فرحت آثار سے مسرور کریں۔ اگر ایسا نہوا تو مجھے نہایت حسرت رہی گی اور ملال ہوگا۔ لکھنو ہوکر آنا ہو تو عطر دانی کی شیشیاں اور چار شیشیاں تفارشے کی بڑے منہ کی پاٹی نالے سے لیتے آئیگا۔ سب عزیز و دوست ماوجب رساں ہیں۔ مولانا مولوی محمد عبدالحق صاحب کی خدمت میں سلام بشوق اور نیاز مندانہ شکایت عدم یاد فرمائی اور سب احباب کو ما یلیق

امیر فقیر ۱۱۔ دسمبر ۱۸۹۲ء

ریاست رامپور

۱۲۔ اپریل ۱۸۹۳ء

محبی وشفیقی زاد عنایتکم۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ آپکا محبت نامہ ۲۳۔ فروری کا لکھا ہوا آیا تھا۔ مجھے کثرت افکار و آلام سے جواب لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ ۲۴۔ شعبان کو جو واقعہ روح فرسا ہوا ہے۔ اس نے اور بھی دل کو چور کردیا اور وہ واقعہ یہ ہے کہ عروس نور چشم محمد احمد نے سختی ولادت دختر فرد سے رحلت کی تدبیر اور علاج میں اپنے امکان بھر کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رہا۔ مگر مشیت الٰہی میں کیا دخل۔ میری طبیعت یوں ہی کبھی صحیح نہیں رہتی اور ان صدمات سے کچھ اور ہی حالت ہوگئی ہے۔ شعر اور سخن، کسیکا

ہی گیا ہے۔ دوسرے کی محتاجی اور زیادہ مکلف ہے اور اکثر ہرج بھی ہوتا ہے۔ اب یہ دو سطریں لکھیں اور آنکھیں ڈبڈبا آئیں گروانے لگیں بصارت میں بھی کمی ہونے لگی سب احباب سلام کہتے ہیں اور اطفال تسلیم رساں ہیں۔ پیارے کوثر پچھلی غزلوں کے شعر کچھ بنے ہیں خدا کرے دیکھ لوں تو بھیجوں۔

تمہاری سچی محبت کا منت پذیر

امیر فقیر۔ ۶۔ اگست ۱۸۹۲ء

پیارے کوثر۔ کئی روز ہوئے ایک کارڈ لکھ چکا ہوں اس کے جواب کا انتظار ہے مجکو اتنی فرصت اور اطمینان نہیں کہ آپ کے خطوط کی جملہ فراتب پر نظر کروں اور ہر ایک بات کا جواب لکھواؤں۔ غزل آج دیکھ لی بھیجتا ہوں آپ صاف کر کے نقلیں ہیں بھیجئے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ پریشانیاں بڑی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالی رحم فرمائے جلیل داغ۔ تسلیم رساں ہیں۔

امیر فقیر۔ ۲۳۔ اگست ۱۸۹۲ء

پیارے عابد۔ سلام و دعا کے بعد معلوم ہو کہ کارڈ آیا مع الخیر وطن آنا اور عزیزان وطن کو بخیریت پانا مبارک ہو میری طبیعت روز بروز بگڑتی ہی جاتی ہے معمولیت اور اکو کوئی دوا مفید ہوتی ہے نہ ریاح یا سوء کا غلبہ اور بار بار تلین ہو نا موقوف ہوتا ہے اور بے تلین اور حبس ریاح بہ زیادتی علامت حبس بول کے معلوم ہوتی ہیں۔ اکثر تجربہ ہوا ہے کہ جب اجابت صالح القوام باسانی الگنا گی ہو جاتی ہے اور ریاح بلا تکلف گردش کرتی ہیں اور منکسر ہوتی ہیں تو اس میں سہولت ہوتی ہے نہ حاجت ادار تو بار بار اس حالت میں بھی ہوتی ہے مگر

پیوستہ ہوا اور مجتنا زاختہ۔ گو امید اندمال زخم تو قوی ہے مگر ہنوز رنجور و معذور رہتے

اور میں بھی گاہ گاہ بیمار ہو جاتے ہیں۔ آجکل پریشانیاں بڑی بڑی ہوئی ہیں خدا رحم

فرمائے میں بہت منتظر رہتا کہ کب آپ احمد علی تا انہا صاحب کا خط مشعر

طلب نفیس بھیجیں گے تعمیل و تکمیل کے ساتھ کوشش کیجیے۔ صبا طفال

واہل دفتر خصوصاً تحمیل وارد سلمہا اللہ با وجیہہ سالم ہیں۔ دلنوازا اس وقت

ڈاک سے ایک تھیلی مجھے پہنچی جس کے منہ پر فقط ایک ڈورا لپٹا ہوا تھا اور

دوسرے پر تار کی مہر بھی نہ تھی شاید ہو کہ سہواً یوں ہی روانہ ہو گئی اب آپ

کا خط آئے تو یہ نقش استعمال معلوم ہو اطمینان کے واسطے یہ دو سطریں

بطور رسید لکھدیں۔ فقط

امیر فقیر۔ ۵ فروری سنہ ۱۸۹۲ء

پیارے کوثر۔ مجھے بیماریاں و بیمار داریاں خصوصاً اور مکروہات دنیاوی

عموماً نہیں چھوٹتے کہ میں احباب سے سرخرو ہوں تم بھی میرا قصور معاف

کر دو۔ افسوس کہ جو تکلیفیں گزشتہ جس دن آئی اس دن خیال ہوا

کہ ضرور دیکھکر بھیجونگا پھر ایسے حالات ہوئے کہ آج تمہارے لکھنے پر غزل کا آنا

یاد آیا عذر خواہ ہوں اور اس غزل کو اسی وقت دیکھکر بھیجتا ہوں کتاب

لغت کی بدولت یہ باری حد سے بڑھی ہوئی ہے خدا رحم فرمائے

پیشاب کا مرض سخت تکلیف دیتا ہے چوکی پر جاتے جاتے پاؤں تھک جاتے ہیں

اور ہر بار رک رک کر ہوتا ہے۔ دیر ہوتی ہے تو عسر بول بڑھ جاتا ہے۔ آنکھوں

کو جب سے روگ لگا ہے تب سے لکھنا اور کتاب دیکھنا گویا چھوٹ

جلیل باوجب رسا ہیں۔ رسید ضرور لکھئے گا۔

امیر فقیر۔

پیارے کوثر یلفوف کاغذ میں لکھوا کر بھیجتا ہوں اس کو آپ دیکھکر اپنے مراسم کے موافق احمد علی خانصاحب منصور آبادی کو جلد لکھکر بھیجدیں۔ اور کوئی دقیقہ کاربرآری کا فروگذاشت نکریں۔ مجھے بھی جلیل سے سخت انفعال ہے اور ان کی کامیابی کا نہایت ہی خیال ہے۔ افسوس ہے کہ میں عوارض دمکارہ کی وجہسے سفر نہ کرسکا ورنہ ضرور وعدہ ان سے وفا کرتا اور بسبب اس کے کہ جلیل کو دفتر سے علیحدہ ہونے دینا مجھے پسند نہیں اور ان کے والد درویش صفت ضعیف دنیا کے تعلقات سے کارہ مکان پر ہیں ان سے کوئی دنیاوی کارروائی ہو نہیں سکتی۔ بلکہ وہ خود پیرانہ سالی سے ایک دل سوز خدمت گزار کے محتاج ہیں ان وجوہ سے جلیل دور جانا نہیں چاہتے ہیں۔ ورنہ دکن میں ان کا نوکر رکھوانا ممکن تھا۔ آدمی یہ ایسے اچھے ہیں کہ جہاں ہوں وہاں اصلاحی برکات پھیلیں میں ان کی علیحدگی کو اپنی بدقسمتی جانتا ہوں مگر بمجبوری گوارا کرتا ہوں بشرطیکہ اسی جوار یعنی قرب وطن میں ان کی بسر اوقات کی صورت نکلے۔ چونکہ مجھے خوب معلوم ہے کہ اس جوار میں عموماً لوگ تمہارے معتقد ہیں اور خصوصاً احمد علی خانصاحب کو بہت ہی تمہارا لحاظ ہے تم تہ دل سے کوشش کروگے تو ضرور جلیل کامیاب ہوجائیں گے۔ لہذا بہت ہی اصرار سے لکھتا ہوں کہ سرگرم حاجت روائی ہوجئے۔ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں آپ خود مجمع اوصاف حمیدہ ہیں۔ اللہ آپ کی عمر دراز کرے اور اقبال بڑھائے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ میرا حال

تلاش کراؤنگا ملجائے گی تو انشاء اللہ کسی وقت دیکھکر بھیجونگا۔ یہ غزلیں جواب آپنے بھیجیں باوجود تغیر حالات اور کمزوری طبیعت کے دیکھکر بقدر ضرورت بنائیں مشق آپ کی بعنایت الٰہی بہت بڑھی ہوئی ہے غزلیں قصیدوں سے کم نہیں ہوتیں اور ہر قسم کے مضامین ہوا کرتے ہیں مگر افسوس ہے کہ حیرت ہے کی صحبت میں چند روز سے آپ کا ہونا خصوصاً اس بیچارے سے صحبت رہتا نہیں ہوتا اگر میسر ہے تو اس سے بہتر ہے مجھے کسی دوا سے کچھ مطلق فائدہ نہوا اگر آپ کسی نسخے کی ترتیب ایسی دیں جو کہ اسہال ریاح ہونے کے ساتھ شب کو کھا لینے سے مانی الامعاء فضول کو بغیر تلیین کے آسانی سے دفع کر دیا کرے تو امید ہے کہ تکلیف گھٹ جائے عسر بول قبض و غلبہ ریاح کے وقت زیادہ ہوتا ہے اور تلیین سے جب اجابت ہوتی ہے تو اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ محاورات و لغات کی تحقیق کے واسطے مخزن المحاورات اور گلشن فیض کسی قدر مفید ضرور ہیں مگر غیر محقق کو دھوکا دینے میں بھی یہ کتابیں استاد ہیں۔ دعا کیجئے کہ امیر اللغات مکمل ہو جائے تو خدا سے امید ہے کہ وہ ان سب سے مستغنی کر دے گا۔ دوسرا حصہ چھپ رہا ہے آج ہیں انشاء اللہ شائع ہونے کی امید ہے۔ اس زمانے میں نور چشم خورشید احمد کا عقد کاکوری میں قرار پایا تھا۔ میں اپنے مرض کی وجہ سے جا نہیں سکا چند اعزہ یہاں سے ان کے ساتھ گئے تھے عقد سے فراغت ہو گئی آج کل میں خورشید احمد آنے والے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپنے خیرآباد سے خط نہ لکھا۔ لکھا تو اتنے دنوں کے بعد اب لکھا۔ میں آپ کی عدم ادراک خیریت سے متردد ہو جاتا ہوں خط تو ضرور لکھا کیجئے کہ نگرانی نہ رہا کرے۔ سب عزیز و احباب خصوصاً ممتاز اور

صناج کی بھی تو مجھے یاد آتا ہے کہ شعرا نے گھڑی نہیں بھی ان معنوں میں کہا تھا تسک مرحوم کا شعر یہ ہے ؎

ڈھالی ہوئے ہیں سانچے میں یہ بھی بدن کے صناج ہرگز سنار نے ترے زیور گھڑے نہیں

اور گھڑے بمعنی تنہا البتہ میں نے لکھنؤ میں فصحا سے نہیں سنا اور کلام میں بھی نہیں دیکھا۔ موتی کی لڑی کی سند آپ نے ایسی دی ہے کہ اب میں اُس میں کچھ کلام نہیں کر سکتا جنہوں نے مجکو منع کیا تھا جب انہیں کے یہاں موجود ہے تو مجھے کیا تامل ہو سکتا ہے۔ محمد احمد آپ کی مہربانی کے شکر گزار ہیں مولوی کریم رضا صاحب کا خط ان کو پہنچا اور بہت خوش ہوئے۔ مولوی صاحب کا پتا ٹھیک ٹھیک لکھ بھیجئے تو اسی ذریعہ سے ان سے خط و کتابت کریں۔ ریاض نے ایک ناتمام سی غزل اپنی بھیجی تھی اور لکھا تھا کہ اور شعر کہکے بھیجونگا پھر کوئی خط نہیں آیا۔ وسیم کا حال مطلق نہیں معلوم کہاں ہیں جلیل اور آہ اور سب اہل دفتر اور بندہ زادگان کبیر احمد اصغر واجب گزار ہیں فقط

امیر فقیر عفا عنہ۔ بقلم دیگرے۔

۱۰۔ فروری ۱۸۹۳ء

پیارے کوثر میں آپ کو خیر آباد خط لکھکر بہت خوش ہوا تھا کہ اب کے بار میری آرزو ضرور پوری ہو گی مگر افسوس کہ دل کی حسرت دل ہی میں رہ گئی مصروف کی نسبت تو اگر آپ مجھے اطلاع دیتے تو میں بکمال طیب خاطر فوراً بھیجتا مگر آپ کا تکلف کہ اس کی اجازت دیتا تھا۔ امید وصال تو بعد گرافتنا۔ اوائل دسمبر میں یاد نہیں کون سی غزل آئی تھی، دفتر میں

دوسرائے مسہلہ وملینہ کا استعمال کرتا ہوں اور تلین سے اجابت
ہوتی ہی تو سوزش مدفع براز کی طرف دیر تک رہتی ہی اور بار بار قلیل اجابت ہوا
کرتی ہی۔ فراغ نہیں ہوتا اور یہ امور اور زیادہ مانع ادرار ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی
دوا ایسی مل جائے جو میں شب کو استعمال کروں اور صبح کو آسانی سے
ما فی الامعاء مقوم فضول دفع ہو جایا کریں اور ریاح بخوبی منکسر ہوں تو مجھے قوی
امید ہی کہ ادرار کی تکلیفیں ضرور کم ہو جائیں مگر مجھے ایسی دوا نہ یونانی ملتی ہی نہ
ڈاکٹری ہیں۔ کبھی کبھی اسپغول وتخم ریحان وغیرہ مزلقات سے کچھ کارروائی
ہوتی مگر ان چیزوں کے التزام سے اور خرابیاں ہوتی ہیں جن کو آپ خود جانتے
ہیں۔ آپ بھی بہت سوچ کر اپنی حذاقت رائے سے کام لیں اگر مقصود کے موافق کوئی
نسخہ ترکیب پائے تو کیا کہنا۔ مگر جلد بھیجئے گا۔ ذرا ایسا نہو کہ بنوانے میں بکھیڑا
بہت ہو۔ بازاری اطریفل کا بھی استعمال بہت کیا۔ خود اس لئے نہیں بنوایا
کہ نسخے مختلف ہیں طبیعت کو یکسوئی نہیں ہوتی معہذا کم سے کم ایک چلے کے
بعد اس کا استعمال چاہیئے یہاں اب ضرورت شدید ہی۔ آپ کے قصد
وطن سے بہت جی خوش ہوا خداوند تعالیٰ آپ کو خیر وعافیت سے لائے
میں آرزو کرتا ہوں کہ آپ وطن سے مجھ دیدار طلب کے دیکھنے کو رامپور
ہی تشریف لائیں۔ خدا کے لیے اب کے ایسا نہ کیجئیگا کہ میں منتظر ہوں۔ خواجہ
حمید جان صاحب کی خدمت میں حصہ اول امیر اللغات کا بھیجدیا۔ گھڑنا اور
گھڑھنا دونوں صحیح ہیں مگر گڑھنا شعرا کے کلام میں نہیں پایا۔ فصحائے لکھنو
گھڑنا کو ترجیح دیتے ہیں۔ رشک مرحوم نے جب گھڑی نہیں اور چھڑی نہیں

میر بشارت حسین صاحب رئیس صاحب گنج کے واقعۂ رحلت سے سخت صدمہ ہوا۔ اُس محسن کا نعم البدل خداوند تعالیٰ آپ کو دے۔ دنیا عجب دار حوادث ہے۔ ملپچ سے اب تک ایسے ایسے نامور اٹھ گئے ہیں کہ ان کے داغ فراق اُٹھا کے صدمے کو دل ہی جانتا ہے۔ ممکن ہوا تو تتمہ غزل سابق کسی وقت نکلوا کر دیکھونگا۔ ممالک نزدیک و دور سے کلام اس کثرت سے آتا ہے کہ میرا دل چھوٹ جاتا ہے۔ طاقت وفا نہیں کرتی۔ فرصت ملتی نہیں دنیا بھر سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ سب عزیز و احباب و اہل دفتر خصوصاً آہ و جلیل تسلیم عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر۔ ۲۶۔ مئی ۹۲ء

ریاست رام پور ہیلکمنڈ ۲۹۔ اکتوبر ۹۲ء

پیارے کوثر۔ سلام و دعا کے بعد مدعا نگار ہوں کہ ۲۴۔ اکتوبر کا لکھا ہوا محبت نامہ اپنے وقت پر مجھے پہونچا تھا۔ مگر بیزارگی طبیعت سے جواب نہ دیسکا عفو کا خواستگار ہوں۔ سفوف حجر الیہود میرے ایک دوست حکیم محمد قیام الدین صاحب نے جو کئی مہینے سے اس دفتر میں رونق افروز ہیں عرض ترتیب میں تیار کیا ہے آپ کے سفوف تمام شدہ کی جگہ اس کا استعمال کرونگا۔ حکیم صاحب موصوف میرے تغیر حالات کو رات دن دیکھتے ہیں اور ماشاء اللہ ذہین اور ذی استعداد ہیں۔ اس سفوف کو شربت بزوری اور بعض مدر قیات کے ساتھ استعمال کو تجویز کرتے ہیں چندے اس کا استعمال ہی کرلوں شاید ایسی سی شافی مطلق نفع دے۔ میں جہانتک خیال کرتا ہوں جس و عسر بول زیادہ اسی وقت ہوتا ہے جب امعا فضول سے پاک نہیں ہوتے اور ریاح محتبس ہوتی ہیں

حکیم صاحب دل کے بڑھانیوالے اگلی صحبتوں کے یاد دلانے والے خطوط
آپ سے کم آتے ہیں اور جی چاہتا ہے کہ زیادہ آئیں بشرطیکہ غزلیں ان میں نہوں
سب عزیز و اطفال یاد جب رساں ہیں۔

پیارے کوثر۔ ارحم الراحمین بطفیل ساقی کوثر تم کو دونوں جہان میں جام
مراد سے سیراب کرے۔ محبت نامہ آیا تاخیر جواب سے منفعل ہوں۔ موانع
ومکروہات متعدد ہیں کہ لکھ نہیں سکتا۔ اسوقت چند شعر خود دیکھے اور باقی دوسرے
سے سنئے بارک اللہ فی عمرکم واقبالکم۔ ممتاز احمد کے پاؤں سیدھا ہونے کا
علاج ہو رہا تھا نمک اور مسکے کی مالش ہوتی تھی جراح نے دو دن موم باندھ دیا
تمام ران میں پھنسیوں پر دانے نکلکر کچھ مرجھا گئے اور پانچ چھ پھوڑے ہوگئے
اب ان کا علاج ہو رہا ہے۔ خدا رحم فرمائے۔ عسر بول کے باب میں جو ہدایات
حکیم صاحب نے کی ہیں واقعی میں اب تک ان پر کاربند ہونے کا اتفاق نہیں ہوا
کچھ میری کاہلی کو بھی اس میں دخل ہے اور کچھ یہ بات ہے کہ بار بار نئی شکایات
پیدا ہو جاتی ہیں کہ ان کے تدارک میں مصروف ہوجاتا ہوں چنانچہ ایک مہینے
سے نیچے اوپر کی داڑھیں اسقدر دکھتی ہیں کہ آنکھ اور کان اور سر کا درد تڑپایا کرتا ہے
ہلتی ہیں مگر نکلتی نہیں اور عمل زنبوری کی جرات نہیں پڑتی معہذا لوگ کہتے ہیں کہ
اوپر کی داڑھ نکلوانے میں آنکھ پر صدمہ پہنچے گا۔ الغرض جتنے دن باقی ہیں
ان میں راحت کی امید نہیں۔ خداوند تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے اور دار الراحت
میں آرام دے۔ آنکھوں کی تکلیف اس زمانہ میں خود بخود کم ہے۔ تر پہلے سے
کبھی کبھی آنکھیں دھوتا ہوں اور اطریفل کا بھی استعمال کر لیتا ہوں۔

مجبوراً کاٹ دیا۔ پیشاب کی تکلیف اس وقت تک بڑھی ہوئی ہے مگر خیر بند نہیں ہے نقط

امیر فقیر

پیارے کوثر۔ محبت نامہ آیا ممنون فرمایا۔ مکرمی شرف الدین صاحب [illegible]
سے جو مصالحت مقدمہ حضرت شاداب معلوم ہوئی جی خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان
کو خوش رکھے۔ گو وہ اپنی خوشی پر خوش ہونے والوں کو ناخوش رکھیں۔
میں نے مدت سے خط و کتابت مجبور ہو کر ترک کر دی اگر کبھی ادھر سے کوئی تحریر
آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ شہباز ہماری یہاں نہیں آئے مجھے نہیں معلوم کہ
عظیم آباد میں ہیں یا کلکتے چلے گئے۔ غزلیں پہلی ہوں گی کہیں مگر اب ڈھونڈھنا
اور نکالنا اور ڈھونڈھنا دشوار ہے کہ فرصت کہاں۔ جو کلام یہاں تک پہنچا وہ نذر وسیم ہوا
آپ جائیں وہ جائیں۔ مدفن بکسر فا لغۃً صحیح ہے موزوں کرنے کو کون منع کرتا ہے
اچھا نہ معلوم ہو نہ کہیے۔ میں نے ہی کبھی کہا تھا خلد آشیاں نے موزوں
کیا تھا بہت چرچا رہا مگر جیت انہیں کی تھی کہ لفظ صحیح ہے۔ جتقلش یعنی جنگ مشہور
غیاث میں بفتح لام ہے اور اردو میں بکسر لام انبوہ کے معنوں میں ہے۔ خانہ
کعبہ کا ترجمہ کعبے کا گھر بالکل مستعمل نہیں اور نہایت برا معلوم ہوتا ہے
وجہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ ترکیب اضافی نہیں ہے ترکیب توصیفی یا بدل مبدل منہ ہے
پھر کعبے کا گھر کیونکر درست ہوگا۔ آپ کسی سے تو لڑتے نہیں اور سمجھنے کہ
غلط ہے [illegible] معتبرین کے کلام میں نکلے تو خیر۔ اگر کوئی آپ سے پوچھتا ہے
تو سمجھا دیجیے کہ میرا تو یہ خیال ہے پھر وہ [illegible]
الغت [illegible] کلام ہوتا ہے

پھر کسی وقت دیکھونگا، اور خطوط پر نظر کر کے جوبات جواب طلب ہوگی انشاء اللہ
اس کا جواب لکھونگا۔ تیجیں ہیں جو مجھ سے طرح کی فرمایش ہوئی تھی میں نے
یہ مصرع لکھکر بھیجدیا ہی۔ کنی ہیرے کی نیلم میں جڑی ہی۔ جڑی کڑی۔ قافیہ اور ہی
ردلیف۔ آپ کی خواہش کے موافق یہ مصرع طرح لکھدیا گیا۔ سب اعزہ واحباب
تسلیم رسان ہیں فقط

امیر فقیر ۱۳ ستمبر

حکیم صاحب۔ عجیب کیفیت میں ہوں کہ دن رات میں کسی وقت آرام
نہیں نہ آنکھیں کام دیتی ہیں نہ ہاتھ قابو میں ہیں سواد خط سے آپ پہچان لیجئے
کہ رعشہ خط کو خراب کر رہا ہی۔ فرصت ایسی مفقود ہی کہ رات کے ۱۱ بجے تک
جان نہیں چھوٹتی۔ لغت نے مجھے مار ڈالا۔ خیر خدا خاتمہ بخیر کرے۔ عرق ذیابن
اور عرق ملوہ کا دس تولے پینا ہی مجھے سخت دشوار ہی، مگر دونوں عرق کھچوالوں
تو چند سے جبر کر کے پیوں، بہرکیف آپ کا احسانمند ہوں۔ یہ فرمائیے کہ حجر الیہود
خالص کا سفوف ہی یا مرکب ہی۔ زیادہ کیا لکھوں۔ غزل میں جلدی۔ مدی
ضروری تصرف کر کے چند شعر پیام پیار کو بھیجے دیتا ہوں۔

امیر فقیر۔ ۲۵ ستمبر سنہ ۹۲ء

حکیم صاحب۔ پرسوں حبس بول کا دورہ پڑا تھا مرتے مرتے بچا
آج اس قابل ہوا کہ آپ کا خط کھولا بہت افسوس ہوا کہ شاید غزل وقت پر
نہ پہنچے گی مگر جلدی میں سنکر کچھ کچھ بنایا۔ خدا کرے مشاعرے تک پہنچے۔
زیادہ لکھوا نہیں سکتا کہ اور دیر ہوگی اور جلدی میں بعضے شعر بنا بھی نہ سکا

مجی و مکرمی سلام و شوق و اخلاص و نیاز و سپاس یاد آوری کے بعد التماس ہے کہ نوازش نامہ آیا آپ کی غزل پیام یار میں نہ چھپنا میرے قصور سے نہیں ہے میں نے جلد دیکھ دی تھی۔ وسیم و نعیم و اصغر وغیرہ کی غزلیں بھی گئی تھیں۔ عابد کی غزل بھی روانہ ہوئی تھی۔ کسی کی نہیں چھپی خدا جانے کیا سبب ہوا۔ یہ غزل ابھی آئی ابھی دیکھی اور آپ کو بھیجتا ہوں تاکہ آپ بھیجیں ابھی وقت میں گنجایش ہے غالباً وقت پر پہنچے گی۔ اس وقت یہاں صحیح لکھ دینے والا کوئی نہیں ہے مجھے زکامی درد سر اور حرارت ہے۔ شاداب کو میں نے تہنیت نامہ آپ کی رائے کے موافق لکھا جواب میں تار آیا کہ میں شکر گزار ہوا۔ خط نہ لکھا۔ لغت میں کوشش ہو رہی ہے جب نتیجہ ظاہر ہوا در حصص نکلنے لگیں تب کی بات۔ روپے کا توڑا ہے اور حاجت بہت ہے خدا کوئی سامان کر دے سب اعزہ از اطفال و احباب و اہل دفتر ما وجب رسال ہیں۔ اللہ تعالیٰ وبا کو وہاں سے دفع فرمائے۔ بارش ادہر کم ہے آب و ہوا میں اب تک وبائیت نہیں ہے ٹکٹ ملفوف تھا اور ہوتا بھی تو میں احتیاطاً بیرنگ بھیجتا۔ رسید لکھئے گا تاکہ اطمینان ہو۔ وقت بہت تنگ تھا فوراً دیکھ دی ایسا ہو چھپنے سے رہ جائے اور آپ خفا ہو جائیں۔ انتخاب الانتخاب بھیجئے گا

امیر فقیر۔

پیارے کوثر۔ ترکیب استعمال دوا کی معلوم ہوئی مسفوف پھانکنا پینا آسان ہے۔ مگر یہ عرق یاقوت کا قدح پینا محال۔ کوئی سہل راہ نکالیے۔ غزل تو دیکھی جلدی کی تھی تم نے اسوقت دیکھا اور جو شعر پسند آیا اس پر صاد کیا تا کہ تم تغیر

اس وقت آیا اگرچہ فرصت نہ تھی مگر سب کام چھوڑ کر غزلیں دیکھیں بنانا تو کہاں ہوسکتا ہی ایک دو جگہ عیوب پر آگاہ کردیا۔ ایک دو جگہ آہستہ آہستہ والی غزل میں بنا بھی بنا دیا۔ اور انتخاب کے صاد کرکے وسیم کو غزلیں دیدیں کہ لکھو اگر نثار کو آج ہی بھیجدیں اور مسودے کو داخل ذخیرہ مسودات کرکے آپ کو بھیجا رہیں امید ہی کہ آپ روانہ کریں۔ میری طاقت روز بروز گھٹتی جاتی ہی۔ اور مکروہات بڑہتے جاتے ہیں۔ لغت میں مصروفی اور محنت کی بہت حاجت ہی بٹالوی بالکل چھوٹی ہی اصلاح کو کلام بکثرت آتا ہی کون بنائے کون جواب لکھے۔ انقلابات و تغیرات جو ریاست میں ہو رہے ہیں وہ اور پریشان کر رہے ہیں سیکڑوں روپیے ماہوار کا خرچ اور آمد کچھہ نہیں۔ احباب نے جو کچھہ کہا وہ کیا۔ حضرت شاداب نے رسم قدیمہ بیکقلم ترک کردی۔ آپ اسی ملک میں ہیں جو یاسے حال رہیا ور حالت جو کچھہ معلوم ہو ضرور مجھے لکھے بھیجا کریں کہ مجکو ان کی بھی خواہی پریشان رکھتی ہی۔ ان کو میرا کچھہ خیال نہیں ہی میں نے بھی کئی مہینے سے اُن کو خط نہیں لکھا یہی سمجھکر کہ جواب تو آتا نہیں لکھہ کے کیا کروں۔ آپ اپنی ذکاوت سے اگر کوئی راہ نکالئے کہ ان کو توجہ کافی پیدا ہو اور وعدہ وفا کریں تو آپ کا احسان ہی۔ دو سو روپیہ ماہوار دفتر لغت میں صرف ہو رہا ہی۔ سب اطفال و اعزہ و احباب ما وجب رساں ہیں۔ اس ملک کے نیچے کسی طرح ضرور بھیجئے۔ مولانا مولوی محمد عبد الحق صاحب کے اعزاز و امتیاز و ترقی مراتب سے بہت جی خوش ہوا۔ خدا خوش رکھے اور توفیقات نیک دے آمین

امیر فقیر۔ ۳۱۔ مارچ سنہ ۹ء

مجی۔ سلام و دعا التماس۔ مدت سے تمہارا محبت نامہ نہیں آیا یہ ہی تمہارا اتنا ہرا۔ تم کو یہ عذر ہوگا کہ ضروری کاموں سے فرصت نہیں ہوتی تو کیا تمہارے نزدیک یہ ضروری کام میں داخل نہیں ہے کہ اپنے داعی خیر کو، اپنی خیریت سے کبھی کبھی مطلع کرو خیر ہم کو یاد کرو یا نہ کرو ہم تو دعا سے یاد کرتے ہیں

کو نہیں پوچھتے ہر گز وہ مزاج ہم تو کہتے ہیں دعا کرتے ہیں

صنمخانۂ عشق کو نظرثانی سے میں نے مکمل و مہذب کر لیا ہے کچھ کسر باقی ہے بعض احباب سخت مصر ہیں کہ چھپے امید ہے کہ اب کے ایسا ہی ہو تمہارا اشاعت وغیرہ میں مدد دینے اور خریدار بہم پہنچانے کی نسبت تمہیں کچھ لکھنے کی حاجت نہیں ہے۔ اتنا تم سے کہتا ہوں کہ یہ دیوان دیوان اول سے بدرجہا اولی ہے باعتبار زبان اور فرے کے اور باعتبار بلاغت کے بھی اور ہاں اب امیر اللغات کے روپیے تو بھیجدو۔ تم نے بڑی دیر کی بڑی ضرورت ہے۔ جلیل آپ کے محبت کے جلیل سلام عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر رامپور ۲۲ نومبر ۱۸۹۵ء

حکیم عابد علی صاحب کوثر خیر آبادی کے نام

میرے پیارے کوثر۔ میں نے کسی خط کا جواب تکلم انداز نہیں کیا وسیم گواہ ہیں کہ خیر آباد کی خاتون کی مزاج پرسی کا خط فوراً بھیجا۔ صاحب گنج سے جو خط آیا اس کا جواب بھی دوسرے یا شاید تیسرے دن روانہ کیا تھا اچنانچہ کون دشمن راہ سے اڑا لیتا ہے۔ یہ خط مورخہ ۲۵ رجب

ضرور لکھیے اور حسب وعدہ ہمیشہ مزاج نیک سے شاد کام رکھیئے ۔ جملہ عزیزان و احباب کو نام بنام دعا و سلام کہئے فقط

امیر فقیر - بقلم دیگرے -

رام پور - ۱۴ - نومبر ۱۸۹۷ء

محب دلنواز - سلام مسنون و دعا مشحون

آپ اب کس حال میں ہیں کیسا مزاج ہے - میرے خط کا جواب ابھی ندیا جو خبر علالت سنکر فی الفور لکھا تھا - میں آپ کی صحت کے لیے ہر وقت دست بدعا ہوں اور کچھ کیفیت دریافت نہونے سے نہایت متردد ہوں - خدا کرے اب آپ کو آرام ہو - اس کارڈ کو پاکر بواپسی ڈاک جواب بھیجئے اور مفصل حال لکھکر مطمئن کیجئے -

سب کی طرف سے ماوجب اور جلیل حسن کی طرف سے مزاج پرسی

امیر فقیر -

۲ مارچ ۱۸۹۳ء - رام پور اسٹیٹ

محبی برہم کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ تحریر تمہاری پہنچی باوجود تپ لرزی میں مبتلا ہونے کے دو تاریخیں ایک فارسی اور ایک اردو لکھکر قاضی صاحب کی خدمت میں بھیجدیں - اور تمہاری نسبت بھی مختصر الفاظ لکھدئے مجھے جناب قاضی صاحب کی کوئی تحریر نہیں پہنچی - ورنہ کیا ممکن تھا کہ میں جواب نہ لکھتا یا تعمیل نہ کرتا فقط

امیر احمد عفی عنہ

حوا طف .... ہونا باعث مزید مسرور ہوا خداوند تعالیٰ ہر جگہ آپ کو بسا
اور کامگار رکھے میں بھی موقع پر حسن یاد آوری کا شکر گزار ہوں۔ بارش یہاں بھی
دسویں سفر سے جوشا جوش ہے۔ میری طبیعت اب تک سنبھلی نہیں۔ موسم بھی خراب
آگیا ہے۔ سب کی طرف سے ما وجب فقط۔

امیر فقیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ محبت نامہ آیا آپ کی محبت آمیز عذر خواہی سے
مجکو پشیمان کیا اب اس کا ذکر ہی جانے دیجیے۔ جوش فساد اب وہ ہوا ہے
آج کل ہر وقت موت کا سامنا رہتا ہے ذرا اطمینان ہوا اور میں نے غزلیں
دیکھیں خاطر عاطر جمع رہے یہ پوسٹ کارڈ اس لیے لکھا کہ نگرانی رفع ہو۔

امیر فقیر ۔ ۲۰ محرم سنہ ۱۳۱۰ھ

ریاست رامپور
۱۶ جون سنہ ۱۸۹۷ء

دلنواز احباب سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون
میں داغ مفارقت احباب دل پر لیے ہوئے شب کو رامپور پہونچا۔ پوسٹ کارڈ
اطلاع خیریت کے واسطے بھیجتا ہوں۔ جلیل ایک ہفتہ کے واسطے لکھنؤ سے
نانپور گئے اور جلیل کو ایک سفارش کا خط لکھنؤ سے مل گیا وہ بلرامپور پہنچے
لطیف و مسعود سلام کہتے ہیں۔ مکرم برادران جناب قاضی صاحب کو
حالات خیریت آیات سے مجھے ضرور مسرور کیجیے اور میری طرف سے بہت بہت
بہت بہت سلام [illegible]

لکھا ہے کہ پانیر میں مشتہر ہو کر نکلے گا اگر عموماً فرنگیوں کو اطلاع ہو جائے یہ
مسلم خزانے کو چند سے ابھی اور رہنے دو جب خدا ذرا اطمینان دے تو اچھا ہو کر نکلے
بغیر اپنے چھپوائے بڑے بڑے نا حق خواہ نہ چھپے گا۔ منشی نظام الدین صاحب نظام
کی لیاقت سے میں بخوبی آگاہ ہوں افسوس کہ بڑی نا قدردانی کے دقت میں وہ پیدا
ہوئے اور بہت خراب مقام پر انکا قیام ہے خدا ان کو کہیں اچھی جگہ پہنچا دے
میری آرزو تو یہ ہے کہ امیر اللغات کو رونق ہو تو ان کو اسی دفتر میں رونق افزائی کی
تکلیف دوں۔ میرا سلام کہئے گا۔ محمد احمد تسلیم گزارہیں۔

امیر فقیر۔ ۲۸۔ مارچ سنہ ۹۱

سلام و دعا محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا خدا کرے آپ کی حسن تقریب
نسب دلخواہ عمدہ اثر پیدا کرے لطیف میاں گلدستہ چھپوانے کو لکھنو گئے
ہوئے ہیں اور اہل مطابع کے ناز اٹھا رہے ہیں مسودہ مہذب و منتخب ہیں سے
مرتب لگے ہیں۔ خدا کرے جلد نکلے۔ ابتدا میں ہر کام دقت سے ہوتا ہے
رفتہ رفتہ جب اپنا مطبع ہو جائے گا تو آسانی ہو جائے گی۔ ماہ صیام میں خط
لکھنا بھی دشوار ہے۔ مختصر نگاری معاف ہو فقط

امیر فقیر۔ ۱۴۔ جنوری سنہ ۹۸۔ ۵۔ رمضان سنہ ۱۳۱۶ھ

رامپور ۱۵۔ جولائی سنہ ۹۴ء

دلنواز ا۔ سلام مسنون۔ گیارہویں صفر کا لکھا ہوا خط چودھویں کو آیا اور
خیریت سے مسرت ہوئی اور اصغر علی خاں مہتمم فراشخانہ کی جوانمرگی سے عبرت
و حسرت۔ قاضی صاحب کی خدمت میں عیادت نامہ مختصر لکھا ہے آپ نامور

اب بزرگانہ آپ مجھے فکر کرنے کی فرصت نہیں دیتے کبھی نثار کے اصرار
سے مجبور ہو کر کوئی غزل کہنے کا خیال کرتا ہوں تو دو چار روز میں اٹھتے بیٹھتے کچھ
شعر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح دو تین بار اس زمین میں بھی خیال کیا جو شعر ہو گئے
ان میں سے بار بار انتخاب کر کے تمنا نے صرف پچیس پچیس شعر کی دو غزلیں
رکھی ہیں یا ان کی بھی پرزے ہیں کہ اسی قدر گلدستے میں چھپنے کو بھی جائیں۔ مگر میں
ان کو بھی زیادہ سمجھتا ہوں۔ فقط

امیر فقیر

جو پیارے برہم لکھ کر پچھتا رہا ہوں کہ ہم بھی پیارے ہونے کی چیز کہاں ہیں کہ
میں نے پیارے برہم القاب میں لکھ پھر یوں دل کو تسکین دیتا ہوں کہ کسی کی
برہمی بھی تو کسی کو مزا دیجاتی ہے میرا مخاطب تو بعنایت الٰہی بجیرہ مہربان ہے ابتدا
میں بیشک کسی قدر اثر تخلص کو کام میں لایا تھا مگر جب دیکھا کہ اس سے یہ گریاں
ہوتے ہیں تو اب رحم آگیا مہربان ہو گیا۔ اور خدا سے امید ہے کہ مہربان ہی رہے گا
اس کی تقصیرات صدور سے پہلے ہی عفو رہیں گی۔ پیارے برہم کے رنجور کی
کا خط اس وقت نظر کے سامنے ہے اور تاخیر و تقصیر جواب سے مجھے محجوب کر رہا
امیر اللغات کو خدا رونق دے۔ رامپوری زیر باری سے گئے تو ضرور ایک وقت
اصلاح کے واسطے نکالونگا۔ امیر اللغات کا پہلا حصہ چھپ گیا۔ اسی ہفتہ میں
خریداروں کو پہنچے گا۔ اشتہارات بعض ہندوستانی اخباروں میں چھپ گئی انگریزی
اخبار پاینیر میں ٹیونیل تو ۲۰ مارچ کو شایع ہو گیا عنقریب اشتہار انگریزی
بھی جو ایک منتخب ادیب مسٹر فلپ صاحب ڈائرکٹر ریاست رامپور نے

حالات اور شکایات ہیں اتنا جلد جلد تغیر ہوتا ہی کہ جب تک میں اپنا حال تم کو لکھ کر بھیجوں اور تم کوئی دوا تجویز کرکے بھیجو اس وقت تک وہ شکایت جاتی رہے اور ایک دو نئی شکایتیں پیدا ہو جائیں۔ مگر تم نے دلسوزی اور محبت و سعادت سے میرا حال بتفصیل پوچھا ہے تو اب ضرور ہوا کہ شکر گزاری کے ساتھ ان تکالیف سے تم کو مطلع کروں۔ میرے بعض احباب نے جو طبیب ہیں میرا مفصل حال دریافت کیا تھا اور میں نے ان کے سوالات کے مقابل میں جواب لکھ دیے تھے۔ ہی کی نقل تم کو بھیجتا ہوں۔ ان کو دیکھنے کے بعد اگر اور کوئی بات دریافت طلب ہو گی تو مجھ سے پھر پوچھ لینا۔ ہاں اتنا لکھ دینا اور ضروری ہی کہ پار سال جو دورہ حبس بول کا پڑا تھا اور جس کا ذکر ان جوابات میں ہی اس کے بعد اس سال اسی مہینے اور اسی تاریخ کو دورہ پڑا یعنی ۱۲۔ ربیع الاول تھی۔ کئی پہر سخت تکلیف رہی۔ مگر الحمد للہ کہ قاثاطیر سے کام لینے کی ضرورت نہیں پڑی بند پیچ ادرار ہو گیا اگرچہ تھوڑی تھوڑی تکلیف کا اثر کئی روز تک رہا۔ اب میری حالت یہ ہو گئی ہے کہ چار چار، پانچ پانچ منٹ کے بعد چوکی پر جاتا ہوں نہ کہیں آنے جانے کے قابل رہا نہ کسی سے ملنے جلنے کے لائق۔ ایک مہینے سوا مہینے سے یہ شکایت پیدا ہو گئی ہے کہ اجابت کئی کئی بار ہوتی ہی کبھی تلین کے ساتھ اور کبھی ذرا ذرا سی ملتی۔ سینے پر ایک سوزش اور جلن رہتی ہی، ریاح نہایت جلتے ہوئے خارج ہوتے ہیں۔ اجابت ہو جانے سے سوزش وغیرہ میں کمی ہو جاتی ہی اور اجابت نہیں ہوتی تو بدستور بے چینی رہتی ہی۔ میں نے بعض احباب کے اصرار سے غزل کہی ہی اب تک ذفتر گلچیں میں نہیں بھیجی۔ امراض اور ضعف

دیکھی ہیں۔ بستے کے بستے شاگردوں کے کلام سے بھرے پڑے ہیں۔ تم پہلے مجکو مطمئن کردو پھر جتنا کلام چاہو بھیجو۔ حکیم صاحب حکمت کی باتیں تم کو بہت آتی ہیں۔ کام کی بات ایک نہیں آتی۔ سچی بات لکھی ہی برہم تو جانا

امیر فقیر۔

پیارے برہم سے

غصے میں ترے ہم نے عجب لطف اٹھایا اٹھو عمداً اور بھی تقصیر کروں گا

تمہاری تحریر آئی اسی وقت غزل دیکھی بہت اچھے اچھے شعر ہیں دو ایک جگہ تصرف کیا۔ اس زمانے میں حبس بول کا دورہ پڑا تھا۔ میں اور بھی ناتواں ہو گیا ہوں اور عسر بول کی تکلیف تو روز ہی رہتی ہی۔ اشعار قصیدے کے آئیں گے تو بشرط امکان دیکھکر بھیجوں گا۔ آپ کے باب میں تحریک باطنی اور ظاہری چلی جاتی ہی۔ خاطر جمع رکھئے انشاءاللہ آپ بہت جلد کامیاب ہوں گے

زعم خویش برخوردار باشی بشرط آنکہ با ما یار باشی

امیر فقیر۔ ۸۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء

رام پور اسٹیٹ

۶۔ نومبر ۱۸۹۲ء

پیارے برہم۔ خدا تم کو تمہاری آرزوؤں میں کامیاب کرے۔ تمنے محض اپنی سعادت اور دلسوزی سے میرے امراض اور شکایات کی تفصیل چاہی ہے۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں مگر کیا لکھوں کیا نہ لکھوں اس لیے کہ ست خانۂ مزاج درچنیں است و گشتی در فرنگ۔ تم بھوپال میں میں رام پور میں، اور

ہو نام سنکتے۔ ہاتھ چلے تنگدستی نے تنگ کر رکھا ہے۔ براہ بے تکلفی تم کو لکھا ہے
مستعد ہو جاؤ۔ زیادہ لکھنا فضول ہے۔ درخانہ اگر کس ہست یک حرف بس ست فقط

امیر فقیر عفی عنہ

۵ رذی قعدہ ۱۳۱۴ھ

رامپور۔ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۷ء

مجی برہم۔ دعا کے بعد مدعا یہ ہے کہ تمہاری تحریر مشعر ناچاقی طبیعت
پہنچکر سخت تشویش و ملالت افزا ہوئی۔ جس وقت سے یہ خط آیا ہے تمہاری
ہی طرف جی لگا ہے۔ دعا کے سوا ہیچا ت بے نیدوں کو چارہ کیا ہے۔ خدا کرے اس
خط کے پہونچنے تک تمہاری طبیعت صاف ہو گئی ہو اور مژدہ صحت دلخواہ جلد
سامعہ نوازی کرے۔ اور اب خیر سے حسب دلخواہ کامیابی کے ساتھ تمہارا
قیام دارالاقبال ہی میں رہے۔ امید ہے کہ اپنی طبیعت پر جبر کر کے جلد جلد حالات
خیر آیات سے رفع نگرانی کرتے رہو۔ کئی روز ہوئے ایک خط میں نے تمہارے
مستقر حکومت انسپکٹری کے پتے سے روانہ کیا ہے کیا عجب وہاں سے واپس
ہو کر بھوپال میں تم کو ملے سب کی طرف سے سلام و مزاج پرسی۔

امیر فقیر

رامپور۔ ۵۔ ستمبر ۱۸۹۷ء

پیارے برہم۔ سلام بعد دعا

۳۰۔ اگست کا لکھا ہوا خط آیا غزلوں کا پلندہ بھی پہونچا آپ کی بہن کے یہاں
چوری کا ہو جانا اور آپ کی کچہری سے سامان مہمانی اجناب اٹھ جانا باعث

بھیجانے ہیں۔ محامد خاتم النبین ڈاکٹر صاحب کے واسطے آج ہی کی ڈاک میں روانہ ہوتا ہے۔ صنم خانہ عشق کے چھپ جانے کی خبر تو آپ نے سنی، فال نیک سے زیادہ اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے، اگر چھپا ہوتا تو پہلے آپ کو پہنچتا۔ منشی فیاض الرحمان صاحب اور قاضی خیر اللہ صاحب کی خدمت میں سلام شوق۔ فرزندان فقیر ما و جب رساں ہیں۔ میاں برہم اب خط لکھا ہے تو لکھتے رہو۔ پھر ایسا غوطہ نہ لگانا کہ مہینوں خبر نہ لو۔ میں تو پیرانہ سالی اور خستہ حالی سے معذور ہوں مگر تم ماشاءاللہ جوان ہو، میری کوتاہ قلمی کو معاف کر دیا کرو۔ سب اہل دفتر تمہاری جب کہتے ہیں۔ آہ کو جو کچھ لکھا ہے وہ اس کا جواب اپنے قلم سے دیں گے فقط

تمہاری محبت کا منت پذیر۔
امیر فقیر۔

پیارے برہم۔

اندہا جب پتیائے کہ دو آنکھیں پائے

بیکے مدار کا کہنا اور تمہارا یقین کرنا اور یہ لکھنا کہ کا مدار مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے ایک حاجتمند کو خوش ضرور کرتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ ظاہر کرنا کہ وفائے وعدہ کا وقت معین نہیں ہو سکتا اس خوشی کو مٹاتا ہے در یہ خریف کا وقت تو گزر گیا۔ اب ربیع کا وقت قریب ہے۔ دیکھا چاہئے بہر کیف جب تک رقم مجوزہ یہاں پہنچ نہ جائے اس وقت تک میں تمہاری پوری توجہ کا قائل نہیں سہ ایں را تبنے کو کہ تراشناسد۔ باتوں میں خوش کر دینا تو تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ جان من! ایسی کوشش کرو

تقصیر پر اور زیادہ منفعل کیا۔ کیا کروں ہزاروں مکروہات ہیں۔ امیر اللغات کا دوسرا حصہ عنقریب چھپنے جائے گا پروف تو نہیں دیکھنے کو نہیں ملتا نہیں کیونکر پہنچ سکے صرف کاپیاں آتی ہیں وہ دفتر میں مقابلہ ہو کر واپس جاتی ہیں کاپیوں کو پتھر پر ڈالکر پروف اتارکر اگر صاحب مطبع بھیجیں تو جب تک پروف واپس نہ جائیں جب تک چھاپنے سے معذوری ہو اور ان کے پتھر گھرے رہیں یہ ہرج کوئی کیوں گوارا کرے گا۔ ہاں کسی مطبع کا بہت بڑا کارخانہ ہو پتھر بکثرت ہوں تو شاید ایسا ہو سکے۔ اغلاط ہی اسی سے رہجاتے ہیں کہ پروف نہیں آتا کاپی میں بن بھی جاتا ہے تو مطبع میں بنانے سے کچھ رہ بھی جاتا ہے پروف آئے تو مکرر نظر ہو اور غلطی بہت ہی کم رہے۔ کاش آپ بتلام کے عوض اکبر آباد میں ہوتے یا ایسے فارغ البال الو العزم ہوتے کہ اسی ضرورت سے اکبر آباد میں رہ سکتے تو پروف دیکھتے اور اپنے سامنے چھپواتے۔ اکمل الاخبار ایک دوست کے پاس سے اکثر یہاں آجاتا ہے میں تو کبھی دیکھتا نہیں ہوں اس لئے کہ مفت رنج ہوگا مگر آہ کی نظر اکثر پڑجاتی ہے۔ جہاں کہیں آتا ہو تم بھی وہاں سے لیکر دیکھ لیا کرو تو بہتر ہے۔ مجھے یقین نہیں کہ ریاض تم سے خفا ہوں بلکہ مرگ جوان نے ان کو اپنی زندگی سے بیزار کردیا ہے۔

آپ کے دوست ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے امیر اللغات کے حصص آئندہ کے دیکھنے کا شوق جس پیرائے میں ظاہر کیا اس کا میں ممنون ہوا میری طرف سے بعد سلام اخلاص انضمام کہئے کہ اگر امیر اللغات کی تکمیل جلد منظور ہو تو کسی حکمت سے ایک لاکھ روپیہ دلوا دیجئے پھر دیکھئے کتنے جلد حصے

پیارے برہم۔
دوبارہ پان بھیجنے کا شکریہ۔ اس مرتبہ پان بالکل ضائع گئے، ایک تو ڈھولیوں
کے اندر بہت ہی ناقص پڑے بھرے ہوئے تھے۔ دوسرے ہرے اور خام
ہونے سے ٹھہر نہ سکے۔ اب کے پان بھیجو تو سفید پکے پان اعلیٰ درجے کے
بھیجو۔ وہ مسلّم پہنچیں گے اور زیادہ ٹھہریں گے۔
میری حالت نورچشم لیاقت حسین کی تحریر سے معلوم ہوئی ہوگی اب مجھے
بہت افاقہ ہے اور مرض کا گویا ازالہ ہو چکا ہے مگر ضعف سے اب بھی یہ حالت ہے
کہ اپنی طاقت سے کروٹ نہیں لے سکتا۔ لطیف احمد و مسعود احمد تپ میں مبتلا
ہو گئے ہیں۔ اس سے اور پریشانی ہے کچھ عجب اتفاق ہے کہ قافلہ میں کوئی
فرد صحیح نہیں ہے لیاقت اور ثابت علی ہی بار بار مبتلا ہوئے اور سنبھلے۔ انہیں
پریشانیوں میں شبانہ روز گذرتے ہیں۔ اتنا موقع نہیں ملتا کہ تم کو یا کسی کو
کوئی خط لکھ سکوں۔ بدقت اس وقت یہ سطریں لکھوائی ہیں۔
پان بھیجنے کی تکلیف بار بار تمہیں دی گئی ہیں نہایت محجوب ہوں۔
اور اس مرتبہ کے پان ضائع ہونے کا سخت افسوس ہے۔ زیادہ کیا لکھوں
تم اپنی خیریت سے ہمیشہ مسرور کرتے رہو والسلام

امیر فقیر

۱۵ جون سنہ ۹۲ء

پیارے برہم
مدت کے بعد داغِ دل کا مرہم آیا۔ تمہارے نذر کو تاثلی نے مجکو اپنی

کیا ہے اور اس کو کسی نے مکروہ نہیں جانا حافظ ؎

گر تیغ بارد در کوے آں ماہ　　گردن نہادیم الحمد للہ

تقطیع مصرع اول، فعلن فعولن فعلن فعولاں تقطیع مصرع ثانی فعلن فعولاں

فعلن فعولاں۔ میر ؎

اب حال اپنا اسکے ہے دلخواہ　　کیا پوچھتے ہو الحمد للہ

مشقت کو محنت کو جو عار سمجھیں　　ہنر اور پیشے کو جو خوار سمجھیں

میری برائے میں یہ سالم ہے نہ مسبغ

ترن بضمتین صحیح ہے۔ انوری ؎

دو قرن از کرمت بردہ جہاں برگ و نوا　　تو چہ دانی کہ جہاں بے تو چہ بے برگ و نوا

مالیقرر کا استعمال خط و کتابت کے ساتھ ہے جیسے کہیں فلاں شخص کا خط

مالیقرا ہے خوشنویس نہیں اور کسی چیز کے ساتھ استعمال میں نے نہیں سُنا۔

بحر نے جو ایک شعر میں ؎

اب مجھسے التیام کی باتیں نہ کیجئے　　دل تم سے پھٹ گیا جگر افگار ہو گیا

مصرع اولی میں کیجئے کے ساتھ خطاب کیا ہے اور دوسرے مصرع میں تم سے یہ

بحر پر موقوف نہیں بلکہ اس زمانے تک اکثر معاصرین بحر جنکا شمار اساتذہ میں

ہے اس کے تارک نہ تھے۔ ان کے بعد متاخرین نے اس اختلاف خطاب سے

سے احتراز کیا۔ میں بھی انہیں تابعین میں ہونا۔

حیدر آباد دکن

[illegible]

پوری پوری شرح نہیں ہو سکتی۔
میری پریشانیوں کا دفتر بہت بڑا ہے اس کے لکھنے کو فرصت اور اطمینان چاہیئے۔
اور فرصت اور اطمینان ہی کا یہاں کال ہے۔ بہر حال جس حال میں ہوں اللہ
کا شکر کرتا ہوں۔ کبھی کبھی تمہارا مختصر و منتخب کلام آتا تو میں بہ چشمہ اس کے دیکھنے
پر قناعت کرتا اور پہروں ممکن ہوتا تو خود کرتا شکوے کہ عذر میرا الغیر ظاہر کئے ہوئے پہلے
ہی سے تمہارے بیان کا قائل ہے۔ امیر اللغات کے دونوں حصے تمہارے
ارادے کے موافق بھیج سکتا ہوں مگر ویلیو پے ایبل کو روانہ ہو نہیں سکتے اس
لیے کہ قیمت فوراً ادا کرنا ہی ہے۔ لہذا تم کہو تو بلحاظ بیرنگ روانہ کر دئے جائیں
پیکٹ بھیجنے میں تلف ہونے کا اندیشہ ہے کئی نسخے اس طرح بھیجنے میں تلف ہو چکے
ہیں۔ سب چھپنے پڑے ہے باعث گذارش۔ جلیل تمہاری محبت کے علیل
تسلیم بالوث التکریم و التبجیل کہتے ہیں۔ داعی خیر

امیر فقیر

داغ دل کے مرہم بیانے برہم۔ دعا سلام۔ اپنے سوالوں کا جواب لو۔
بحر متقارب کی تشبیہ میں نہیں بحر سالم میں تسبیغ کراہت سے خالی نہیں
محقق نصیر الدین طوسی نے معیار الاشعار میں اس کی تصریح کی ہے اور یہی
محقق بحر متقارب میں یہ شعر

بیا لا ینگ ما چو آزادہ سروی ولیکن برخسار مانند گلنار

لکھ کر کہتے ہیں و این ناپسندیدہ است چہ حرف آخر از دائرہ بیرون ست"
اور متقارب مزاحف میں اہل فارس اور اہل اردو نے تسبیغ کا استعمال

پیارے برہم۔ تمہارا خط آیا۔ غزل پہنچی۔ لطیف میاں لکھنؤ گئے ہیں دو چار دن میں آئیں گے۔ غزل پر اصلاح توجہ سے ہوگی بشرطیکہ اصلاح شعری معلومہ کا عمدہ نتیجہ تمہاری کوشش سے ظہور پذیر ہو۔ تم سارا سا آدمی اور اب تک اس باب میں حسن کارگزاری کا پتا نہیں لطیف احمد کا خط تم کو پہنچا ہوگا تمہارا خط اور غزل ان کو تفویض کرنے کے لئے مدامانت ہیں۔ ہنوز جو مطالب تم نے لطیف میاں کو اپنی غزل اور گلدستے سے متعلق لکھے ہیں وہ ان سب کا بخوبی لحاظ کریں گے اور کوئی جدید مطلب نہیں۔ سب عزیزاں و احباب بادحسب حال ہیں۔ یہ تم نے کچھ نہ لکھا کہ اب تم کس کام پر ہو ضرور لکھو فقط

امیر فقیر ۱۸ دسمبر ۹۸ء رامپور

ریاست پور ۲۲ اگست ۹۵ء

پیارے برہم تم میرے زخم جگر کے مرہم ہو تمہاری سلجھی ہوئی تحریر محبت آمیز نے میرے پریشان دل کو جمعیت بخشی اور انکار و انتشار کی جماعت کو درہم برہم کر دیا۔ خدا کرے تم ہمیشہ شاد و آباد اور تمہارے بدخواہ برباد رہیں۔ تم نے بیشک مجھے اپنے دل سے بھلا ڈالا ہے کہ مجھے برسوں یاد نہیں کرتے ہو۔ مگر اس پر بھی میرا اثبت منزل دل تم کو نہیں بھولا گو یہاں بسبب موانع قویہ تحریر کی نوبت نہیں آتی مگر تمہاری یاد بالکل نہیں جاتی۔ تم سے اور تمہارے خطوط سے تمہاری زمانہ بیت گیا ہے۔ اب جو تم نے اپنی ملاقات سے مسرور کرنے کا وعدہ کیا ہے خدا تمہارا وعدہ پورا کرے جو تمہارا وعدہ ہے وہی میری تمنا ہے اور یہی تمنا تم سے میرا ہے۔ تم نے بہت کم دیکھا ہے۔ اس لئے [illegible]

سلام و دعا اور اس بانکپن اور جرات کے ساتھ تنگا کاف دلوانے پر آفرین مرحبا کہیئے۔ میں اکثر اوقات دعا سے صحت دلخواہ میں مصروف رہتا ہوں مجیب الدعوات سے بیتجا یہ نیرنگ اجابت ہوں بتا رہا ہے۔ ابتک فسادِ آب و ہوا کا وہاں باقی رہنا اور یہی دل کو پریشان رکھتا ہے۔ آغاز ماہ اگست سے اس ملک میں یہی مرض وبائی پھیل رہا ہے ہر وقت دھڑکوں ہی میں گذرتی ہے۔ حق تعالیٰ ہر جگہ سے اس بلا کو دفع فرمائے سب جگہ امن چین ہو جائے فقط

امیر فقیر۔

رام پور ۸ ستمبر ۹۶ء

پیارے برہم اسوقت سلام و دعا سب نذار داس سے لیے کہ ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ راے سین کے انسپکٹر ہو گئے۔ اگر یہ سچ ہے تو ہم سخت ناچار و مضطر ہو گئے۔ درد دل کسکو لکھیں کسکی رسائی ذہن کے امید گاہیں رسائی تقدیر کی امید و کیمیت معلوم نہیں کیا مصلحت ہے کہ آپ نے پہلے تحصیلداری سے انکار کیا اب انسپکٹری قبول کر لی۔ ہماری نظر میں آج وہ تنگ سونا ہو گیا۔ خیر غریبوں کا اللہ والی ہے ہم تہ دل سے دعا کہ آپ جہاں رہیں خوش رہیں اور ہمیشہ اپنی خوشی سے خوش ہونے والوں کا دل خوش کیا کریں اور ہم کو بتائیں کہ اب ہم تحریکات خاص کی کیا سبیل نکالیں۔ اور کوئی مطلب اس خط میں لکھنے کا موقع نہیں راے سین کا ٹھیک پتا ایسے خط سے کہ پہنچا جائے لکھ بھیجئے۔ لطیف و مسعود اور سب عزیزان باوجب گزارہیں۔ ایک خط اور کلام ہمارا کئی روز ہوئے بھیجا ہے اس کی رسید کا انتظار ہے۔

امیر فقیر۔

کے ساتھ تحقیقی باتیں جو قابل اعتماد و کامل ہوں۔ محمد احمد مع اخوان تسلیم
رساں ہیں۔ جلیل سلام کہتے ہیں۔ کریم ایک برس سے اس دفتر میں نہیں
ہیں۔ راجہ جون پور کی سرکار میں نوکر ہیں سال بھر کے بعد کل ان کا ایک خط آیا ہے۔

امیر فقیر۔

رام پور۔ ۲۶ اگست

پیارے بیرہم۔ سلام و دعا، پھر دعا
محبت نامہ سعادت شمامہ ۲۲ اگست کا لکھا ہوا ۲۴ کو آیا انتظار مٹایا
دل بڑھایا۔ دیکھا چاہیئے یہ راسے آپ کی کہ سرکار عالیہ عرضداشت ضرور ہی
لکھوائیں گی۔ کہاں تک صحیح پیارا دیتے ہیں۔ موافق آپ منشی جی صاحب سے ...
ہوں اور عرضداشت کا ملاحظہ ہونا معلوم ہو ہوتا آئندہ کوئی مراسم قائم ہوں گے
جنکی نسبت آپ کا خیال ہے اگر جواب لکھوائیں گی تو انہیں سے ان کا زیج ...
سمجھنا ذرا مشکل بات ہے۔ شاید آپ کی جودت اور کوئی حکمت کام کر جا...
بہرکیف اب آپ کی آئندہ تحریروں کا انتظار رہے گا۔
آپ کے وجع الورک اور درد گلو نے دل درد مند کو اور بھی درد مند
کر دیا الحمد للہ کہ ان امراض سے نجات ہوئی۔ جناب قاضی صاحب
اذیتوں کا تصور ہر دم دل کو تڑپاتا ہے۔ معاذ اللہ کیسے کیسے صدمے
اٹھائے ہیں میں نے مزاج پرسی کا خط لکھا تھا۔ جواب اسی سے نہ آ...
کرنے میں پھر تکلف کی حاجت ہوئی اور تکلیف گھٹنے بڑھنے لگی۔ اب ...
التماس کرتا ہوں کہ آپ کسی موقع پر میری طرف سے بکمال نیاز و خلوص

مکتوبات امیر مینائی

جناب امیر مرحوم نے جو خطوط اپنے احباب اور تلامذہ کو وقتاً فوقتاً تحریر کئے ہیں ان کو بتقاضائے ارباب علم میں نے اس مجموعے میں بسعی تمام جابجا سے طلب کر کے جمع کیا ہے۔

ان خطوط کی سلاست زبان اور متانت بیان کا اظہار غیر ضروری ہے
مشک آن است کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید۔

جو لوگ طالب فن انشا ہیں ان کے واسطے یہ خطوط استاد شفیق کا کام دیں گے۔ زبان کی فصاحت و متانت، معاملہ نگاری، مختصر نویسی، ہر بات کی تحقیق، محبت و خلوص کی احتیاط یہ تمام باتیں اور غور کرنے والوں کو ان سے بہت زیادہ یہ تحریریں تعلیم دیں گی۔

ان امور کے علاوہ احباب سے اخلاص، تلامذہ کے ساتھ شفقت، عزیزوں سے محبت، تقویٰ، صبر و رضا، استقلال، اور دوسری صفات پاکیزہ کا سبق بھی حاصل ہوگا۔

بہر حال امید کی جاتی ہے کہ تمام پہلوؤں سے یہ مجموعہ ہر مذاق سلیم کے لیے مفید ثابت ہوگا۔

ثاقب

ہوگیا تھا۔ اور اتنے بارانکوٹ تو تم یہیں چھوڑے جاتے ہو اور جو
پانی آجائے تو کیا کروگے۔ یہ منہ اور مسالا؟ تم تو دوستی با عزی
بہ قدر میں طرح دیتا ہوں وہ اور شیر ہوتے جاتے ہیں۔ اتنی روشنائی
کافی ہوگی اور عنایت کیجیے۔ تم اور سمجھے جو میرا مطلب اور ہے۔ اجی ہم کو کون
روک سکتا ہے جائیں اور چاہیں۔ حکیم صاحب آئے اور میں اچھا ہوا۔ تم
وہاں گئے اور وہ پھر گئے۔ ہر معنی میں اور کے استعمال کو دکھایا ہے۔

محررہ ثاقب

اور اپنے متعلقین کی خبر نہ لے اپنا پیٹ تو کتا بھی پال لیتا ہے۔ اپنا ٹھکانا کر لینا" فقرہ۔ اب میرے یہاں گذرا نہوگا آپ کہیں اور اپنا ٹھکانا کر لیجئے۔ اپنا حساب کرلو" فقرہ۔ اپنا حساب کر لو اب میرے ذمے تمہارا کچھ نہیں باقی ہے۔ اترنا چاند" فقرہ۔ سنا ہے کہ اُترتے چاند ان کی شادی ہوگی۔ اترنا" فقرہ۔ پانی نہ برسنے سے گیہوں اُتر گیا ہے۔ اٹھنا" فقرے۔ کمرے سے ابھی پلنگ تو اٹھے نہیں فرش کیونکر بچھے۔ وہ جہاں بیٹھ جاتے ہیں پھر اُٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ جو مصیبت آپ اٹھا رہے ہیں کسی سے بھی نہ اٹھیگی۔ ان کے پاس خزانہ ہو تو دو دن میں اٹھ جائے۔ ادہر دیوار اٹھ گئی اب آمد و رفت نہیں ہے۔ میر صاحب کا تعزیہ آٹھویں کو اٹھتا ہے۔ رات کو علم اٹھیں گے۔ اسی طرح ۹۴ استعمال اٹھنے کے تحریر فرمائے ہیں۔

احدی" فقرہ کیا جب سے نوکر چاکر ہوئے ہیں وہ احدی بنکر بیٹھ جاتے ہیں۔ احسان اتارنا" فقرہ۔ تھوڑا سا روپیہ خرچ ہو گیا تو بلا سے اوچھے کا احسان تو اُتر گیا۔ ادرک کا لچھا" فقرہ۔ ادرک کا لچھا میاں فیض علی کی دکان کا بال سے باریک ہوتا ہے۔ ادہار" فقرہ۔ ہمارے یہاں دمڑی کی چیز بھی ادہار نہیں آتی۔ اُدہر کی دنیا ادہر ہو جانا" فقرہ۔ ادہر کی دنیا ادہر ہو جائے مگر وہ اپنے خیال سے کبھی باز نہ آئیں گے۔ اَدہن" فقرہ۔ پانی تو اَدہن ہو رہا ہے اس سے خاک تسکین ہوگی۔ اندہا دہند" فقرہ۔ بے سوچے سمجھے اندہا دہند روپیہ اٹھائے چلے جاتے ہیں۔

اوچھا ہاتھ پڑنا" فقرہ۔ خیریت ہوئی کہ ہاتھ اوچھا پڑا ورنہ کام تمام

انجام کو پہنچی تو کوئی لغت کسی زبان میں باقی نہیں رہے گا۔ اگر شرط لگائی جائیگی جب بھی کوئی ایسا لغت نہیں ملنے کا جو اس کتاب میں نہو"......

بہت سی زبانیں ایسی ہیں جو لغت کی کتابوں کی بدولت مہذب اور مستند اور علمی زبانوں میں داخل ہو گئی ہیں اور اب ہمارے مخدوم امیر احمد اور ان کی امیر اللغات کی بدولت اردو بھی اُسی درجے کی زبانوں میں داخل ہو جاوے گی "

اس تالیف میں جناب مرحوم نے جو فقرے مثالاً لکھے ہیں وہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے کسی طرح نظم کے بندوبست اور اہتمام سے کم نہیں ہیں۔ ذیل میں ہم کچھ حصہ دیباچے کا اور تھوڑے سے فقرے نقل کرتے ہیں۔

از دیباچہ امیر اللغات حصہ اول

میں نے ہوش سنبھالا آنکھیں کھولیں تو یہ دیکھا کہ اچھے اچھے اہل زبان اور زبان داں سرزمین سخن کے فرمانروا ہیں انہیں صحبتوں میں اردو زبان کی چھان بنان کا شوق مجھے بھی ہوا اور اُنہی زمانے میں یہ آرزو پیدا ہوئی اور بار بار بے چین کرنے لگی کہ اردو الفاظ کے بکھرے ہوئے موتیوں کی ایک خوشنما لڑی بناؤں اتنے میں لکھنو کی سلطنت مٹ گئی اور غدر ہو گیا وطن کی تباہی اور گھر بار کے لٹنے سے چندے حواس ہی جمع نہو سکے الفاظ کیسے! لیکن اس آرزو کی آگ دل میں سلگتی رہی۔ یہاں تک کہ فردوس مکان نواب محمد یوسف علی خاں بہادر والی رامپور نے مجھے طلب فرما کر عزت کی خلعت اور اطمینان کا سرمایہ دیا۔ اب میں پھر اپنی تمنا کے سلسلے کو ہلانے لگا۔ مگر اس زمانے میں رامپور کی عدالت دیوانی مجھ سے متعلق تھی

ولی سوز، مصحفی، جرأت، ناسخ، آتش، میر، درد، مومن، غالب، داغ وغیرہ کا کلام دیکھا جاتا ہے
بعض محاوروں کی تشریح کی ہے۔ اس کتاب میں سب کچھ ہے، دلی لکھنؤ کی زبان، مفردات، مرکبات
محاورے، مثلیں، مشہور مقولے، تمام مروجہ اصطلاحیں، نشان، مثل، کنایات، صفات
تشبیہات و استعارات، شعراء کے خاص استعمالات، الفاظ و مصطلحات قانون
کچہری، اہل دفتر کے خاص محاورات، پیشہ والوں کی خاص اصطلاحیں،
شعرا کی تعریفیں، آزادوں کی بولی ٹھولیاں، ریختی، ٹوٹکے، عورتوں کی رسمیں، انکی
منتیں، ان کی خاص رسمیں، اشعار مثالیہ کا التزام، فصیح و غیر فصیح، مستعمل و متروک
تذکیر و تانیث کی بحث، اور اس باب میں مولف کی رائے، دو مرادف
لفظوں کا دقیق فرق، حرف زاید کی تفصیل، رسم الخط و املا، اشتقاق، سنسکرت
و ہندی وغیرہ زبانوں سے محاوروں کا پہلو، استعمال مشہور لوگوں کے
مختصر حالات، اردو صرف و نحو کے قواعد، ہندی مثالوں کے علاوہ فارسی
عربی کی مستعمل مثالیں اور مشہور مقولے لیا ہے۔ غرض اس کتاب میں جیسا
مبسوط اور حاوی جامع لغت اردو زبان کا امیر اللغات کے سوا نہیں ملے گا
اس کے دیکھنے سے مولف کی جامعیت وسعت نظر، تحقیق اور موشگافی کا
حال معلوم ہوتا ہے۔

اس کتاب پر ملک کے سربرآوردہ اصحاب نے ریویو کیا ہے اور ان کی
تحریریں دوسری جلد کے آغاز میں چھپی ہیں۔ سر سید مرحوم نے اس تالیف
کی بیحد تعریف کی ہے ان کے بعض فقرے ہم یہاں لکھتے ہیں فرماتے ہیں "جو
ڈھنگ کہ انہوں نے اس نمونے میں اختیار کیا ہے اگر اسی طرح یہ کتاب

حاضر و ناظر ہے اگر بندہ عاجز و ضعیف ہے تیری ذات تو قوی و قادر ہے۔ خداوندا اپنی جملہ صفات جمال کا صدقہ، خداوندا اپنی شان جلال کا صدقہ خداوندا اس تقرب کا صدقہ جو دو کمانوں سے بھی کم تھا خداوندا ان آنکھوں کا صدقہ جو باوجود تیرے لطف کے تیرے خوف سے رویا کیں۔ خداوندا اس دندان مبارک کا صدقہ جو تیری راہ میں کفار کے ہاتھ سے صدمہ سنگ اٹھا کر شہید ہوا۔ خداوندا اس سینے کا صدقہ جو تیرے اسرار کا گنجینہ رہا۔ خداوندا اس دل کا صدقہ جو تیرے ذکر کا خزینہ رہا۔ خداوندا اپنے محبوب اور آل عترت و اصحاب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اس بندہ ناچیز کی سیہ کاری سے درگزر کر اپنی شان کرم پر نظر کر میرے اصول فروع، ماں باپ، اہل و عیال، بھائیوں بہنوں، عزیزوں، دوستوں، آقاؤں، خادموں، استادوں، شاگردوں کو محض مورد رحمت کاملہ فرما دے، خداوندا اگرچہ ہر کام وقت پر موقوف ہے مگر خبر دہ قبولیت اس وقت سے پہلے سنا دے بلکہ آثار اجابت دعوات آنکھوں سے دکھا دے

خداوندا سہ کچھ ایسی کڑی منزل نہیں ہے　　مجھے مشکل تجھے مشکل نہیں ہے

امیر اللغات

آج تک اردو زبان کے لغت میں کوئی تالیف اس جامعیت اور تحقیق کے ساتھ ملک کے ہاتھ نہیں آئی افسوس اور نہایت افسوس ہے کہ استاذ کی رحلت نے ایسی جامع لغت کو ناتمام رکھا۔ یہ قابل قدر کتاب نہ صرف لغت ہے بلکہ اردو علم ادب کی تکمیل کے لیے بہترین ہدایت ہے

ڈرا لگتا ہے کہ جو مراد مانگی جائے مبادا وہ خلاف مصلحت ہو، خداوندا اس بندۂ ناچیز کے حق میں جو بہتر ہو اسی کی طلب کی ہدایت ہو خداوندا الیقین کی وہ قوت دے کہ سب وسوسوں سے نجات پاؤں، خداوندا شان رحمت کی وہ نیرنگیاں دکھا کہ جہاں رسائی وہم سے باہر ہے وہاں پہنچ جاؤں۔ خداوندا میرا تو یہ حال ہے کہ جیسے کوئی اندھا لنگڑا لولا عاجز بیدست و پا جنگل میں پڑا ہزاروں آفتوں لاکھوں مصیبتوں میں مبتلا ہاتھ پاؤں مارتا ہو اور نہ کسی فریادرس دستگیر کو دیکھے نہ کسی غمخوار مددگار سے یاری اور غمخواری کی امید ہو مگر بے اختیار دہائی پکارتا ہو۔ بار الہا میری تو یہ حقیقت ہے جیسے کسی بھوکے پیاسے کے ایک طرف نعمتوں کا خوان رکھا ہو اور دوسری طرف چشمۂ شیریں بہتا ہو مگر نہ وہ اس سے ایک لقمہ کھا سکے نہ اس کے ایک قطرے سے پیاس بجھا سکے۔ میں ایسا ہوں جیسے کوئی جان بوجھ کر اپنے آپ کو جلتی آگ میں ڈالے یا جیسے کوئی منزل مقصود کی سیدھی راہ جاننے والا اپنے آپ کو بیابان مصیبت میں گمراہ بنائے۔ اے بھوکوں کو کھلانیوالے مردوں کو جلانیوالے تو ہی مجھے اپنی پسندیدہ نعمتوں سے سیر کر گناہوں کی بھڑکتی آگ سے نکال منزل مقصود کی سیدھی راہ دکھلا اے پتھر کے کیڑے کو رزق پہنچانیوالے ایک طائر کے سیراب کرنے کو دریا جوش میں لانے والے! اے بیکسوں کے دادرس اے غریبوں کے فریادرس! تیرے سوا کون کس کا سہارا ڈھونڈے۔ میں عاصی ہوں خاطی ہوں جو کچھ ہوں تیرا ہوں مجھے اپنی درگاہ سے نکال طوق ملامت میری گردن میں نہ ڈال۔ خداوندا اگر بندہ نابینا، اور تو اس کی نظر سے غائب ہے تیری ذات تو

رکھ اور ایمان کے ساتھ اٹھا۔ خداوندا سکرات موت کی مشکل سہل خداوندا
فشار گور کی منزل آسان۔ خداوندا قبر کی تنگی فراخی سے اور وحشت موانست سے
بدل جائے خداوندا اس بے زبان کی کیا مجال کہ نکیرین کے سوالوں کا جواب
دے سکے اسوقت تیرے محبوب خاص شفیع المذنبین انیس الغریبین مدد کو
آئیں۔ خداوندا جس وقت زمین بورئیے کی طرح لپیٹے آسمان دھنکی ہوئی روئی
کی طرح اڑیں پہاڑ متزلزل ہو کر خاک سیاہ ہوں ستارے آنسوؤں کی طرح گریں انبیاء
اولیا خوف سے تھرائیں آنکھیں روئیں دل دھڑکیں جن و انس کے کلیجے پانی
ہوں جہنم کی آگ ہر امت کے گھیرنے کا ارادہ کرے گنہگاروں کے بدن
عریاں ہوں اور تیری شان عدالت تخت پر جلوہ دکھاتی ہو صدقہ اپنی ستاری
کا اسوقت میرے عیوب چھپانا مجمعوں میں برہنہ نہ بلانا بائیں ہاتھ میں اعمال
دیکر مجمعوں میں شرمسار نہ فرمانا ہائے وہ انبیا کا ہراس وہ امتوں کا لرزنا
وہ زمین کا کانپنا وہ میزان میں گناہوں کے پلے کی گرانی وہ گنہگاروں کی
پشیمانی اس وقت سوا تیرے کون ہے کہ عدالت سے رحم کی طرف توجہ کرے
یا ارحم الراحمین اسی نبی کریم کا صدقہ جس کو تو نے رحمۃ للعالمین خطاب دیا ہے
دوزخ میں منہ کے بل نہ گرانا صراط پر قدم ڈگمگائیں تو دستگیری فرمانا سوا نیزہ
پر آفتاب آئے تو لوائے احمد کے سائے میں گرمی سے بچانا۔ خداوندا [illegible]
[illegible] پیش آئیں سب بآسانی سے طے ہو جائیں خداوندا اگر تو نے مجھ
سے سیہ کار کی نافرمانیوں پر نظر کی تو جہنم کی انتقام [illegible] خداوندا
[illegible]

امیدی ہے کہ یہ نثر نیاز گزاری درگاہ باری میں مناجاتی کیلئے وسیلہ نجات ہو۔

مناجات

خداوندا بندہ گنہگار ہے تیری ذات غفار ہے وہ معاملہ کر جو آمرزگار گنہگار سے
ساتھ کرتا ہے نہ وہ معاملہ جو عادل ظالم کے ساتھ کرتا ہے۔ خداوندا خلقت تیری
شان شماری سے کانپتی ہے اور یہ عاجز تیری شان عدالت سے بھی ڈرتا ہے۔ خداوندا
اگر تو عفو و کرم کو چھوڑ کر فقط انصاف و عدالت سے کام فرمائیگا تو کوئی گنہگار بچا
نہ پائے گا۔ خداوندا جب تیری تیغ عدالت پر نگاہ جاتی ہے تو اپنی عاجزی
سامنے آتی ہے۔ خداوندا اعمال بد پر سزا عین انصاف ہے مگر امیدواران رحمت
پر عدالت ان کی امید کے خلاف ہے۔ خداوندا جو تیری رحمت پر آس لگائے
اس کا آسرا نہ توڑ۔ خداوندا گنجشک ضعیف کو شہباز عدالت کے منہ پر نہ چھوڑ۔ اے
دادرس خطرات نفسانی کے ہاتھ سے دادخواہ ہوں میری داد کو پہنچ۔ دردمند ہوں
دوا بھیج مریض ہوں شفا بھیج خس طوفانی ہوں گرداب بلا سے نجات دے تشنہ
جگر سوختہ ہوں دریائے رحمت سے آب حیات دے۔ فرشتوں کو بال و پر
دئے میری بے بال و پری پر ترس کھا نوح کو طوفان سے بچایا میری ٹوٹی کشتی
پر بھی رحم فرما۔ خداوندا غریب ہوں مسکین ہوں میری دعائیں مقبول کر سائل ہوں
فقیر ہوں میری التجائیں قبول کر۔ خداوندا دل میں جو داغ پڑے ہیں اسکو جنت
کا پھول بنادے۔ خداوندا کلیجے میں جو کانٹا چبھا ہے اس میں مژگان حور کا جلوہ
دکھادے۔ خداوندا دنیا میں عافیت کے ساتھ رکھ اور ایمان کے ساتھ

اور ہے وہ کیا ہے؟ قلب مستقیم وعقل سلیم۔ عقل سلیم سے مراد وہ عقل ہے کہ جو انسان کو اور حیوانات سے ممتاز کرے اور قلب سلیم سے مراد وہ قلب ہے جو شرف معرفت سے سرفراز کرے۔ معرفت ہی تمام مخلوقات سے فضل و شرف انسان کا سبب ہے اور اسی بزرگی کی بدولت اشرف المخلوقات اس کا لقب ہے۔ سوچنا چاہیئے کہ میری حقیقت کیا ہے۔ میں کون ہوں۔ کہاں سے آیا۔ ملکوت سے ملک میں کیوں پہنچا؟ انجام کار مجھکو کہاں جانا ہے اور جہاں لیجائیں گے وہاں کیا معاملہ پیش آنا ہے؟ نیکبختی میری کن باتوں میں ہے اور بدبختی کن باتوں میں۔ ان سب سوالات کے جوابات اگر مجمل بھی بتائے جائیں تو اس رسالے میں جو کچھ مقصود ہے وہ رہجائے۔ ناچار مختصر سی تمہید لکھکر اصل مطلب شروع کیا جاتا ہے۔

سونے والو! چونکو! اور سمجھو کہ تم دنیا میں مسافر ہو۔ پہلی منزل تمہاری پشت پدر ہے۔ دوسری رحم مادر۔ تیسری فضائے دنیا۔ چوتھی لحد۔ پانچویں میدان قیامت۔ چھٹے جنت ہو یا دوزخ۔ جب معلوم ہو چکا کہ ابتدا اور انتہا یہ ہے تو ضرور ہے انسان اپنی راہ سعادت کو پہچانے اور جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کو حق جانے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔

جناب مرحوم نے ۱۸۸۰ء میں ایک مناجات تحریر فرمائی تھی جو رسالہ الگداز [illegible] سنہ میں شائع ہوئی تھی۔ غالباً اردو کی نثر میں یہ پہلی مناجات ہے۔ اس رسالہ کے مرثیے [illegible]

از رسالہ اسرار نماز

حمد و نعت کے بعد واضح ہو کہ ارحم الراحمین نے اپنی رحمت کاملہ سے تمام مخلوقات کو بڑی بڑی نعمتیں عطا فرمائیں اور تمام کائنات میں انسان ضعیف البنیان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ غور کرنا چاہیئے کہ انسان کو یہ کیا نعمت دی ہے کہ اسے اشرف المخلوقات بنایا۔ غور کرنا چاہیئے کہ انسان اشرف المخلوقات کیوں ہے اور کس صفت نے اس کو ولقد کرمنا بنی آدم کا خلعت پہنایا ہے اس سے تو بظاہر زیادہ عاجز اور ناقص کوئی چیز نہیں کہ اسکو گرمی سردی کی برداشت ہے نہ بھوک پیاس کا تحمل۔ ذرا سے درد میں قریب جاتا ہے ذرا سی مصیبت کی تاب نہیں لاتا ہے اس کے علم کی طرف دیکھئے تو بالکل بے حقیقت ہے اگر ایک رگ بھی اس کے دماغ میں بے محل ہو تو صحت میں ایسا خلل ہو کہ دیوانوں کی طرح تنکے چننے لگے اور ہزار سر پٹکے مگر یہ نہ سمجھے کہ اس کے سبب کیا ہے۔ دوا اس کے درد کی سامنے رکھی ہو اور نادانی سے نہ جانے کہ یہ میرے درد کی دوا ہے۔ اور اگر اس کی قوت کا خیال کیجئے تو اس سے عاجز تر کوئی نہیں ایک پسو ایک مچھر سے جیت نہیں سکتا ایک لنگڑے مچھر نے نمرود سے طاقت ور بادشاہ کو ہلاک کر ڈالا اور اس کے اتنے بڑے لشکر کو تباہ کر دیا اور اگر ہمت کو خیال کیجئے تو ذرا سا نقصان اسکو پریشان کر دیتا ہے بھوک کے وقت غذا نہیں ملتی تو بدحواس ہو جاتا ہے . . .

. . . . جب یہ معلوم ہوا کہ علم و قدرت ہمت و صورت سب میں نقصان ہے تو سمجھنا چاہئے کہ شرف و بزرگی کا سبب کچھ

کا دیدار ہوا اور نقصان یہ کہ خدائے تعالیٰ سے دور اور عذاب میں گرفتار ہوا۔ اس صورت میں جو شخص اپنی ایک سانس بھی غفلت میں کھوئے گا تو وہ قیامت کے دن خسارہ اٹھائیگا اور حسرت میں روئے گا۔ اسی ڈر سے توفیق پانے والوں نے مستعد ہوکر نفسانی لذتوں کو چھوڑ دیا اور عمر کو غنیمت جان کر دن رات ذکر و فکر الہٰی میں بسر کرنے لگے اور مختلف اوقات کے واسطے مختلف وظیفے اختیار کئے اس لئے کہ آخرت کی عمدہ سے عمدہ نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے اور اس کے حصول کی صورت یہی ہوگی کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محب اور عارف ہوا اور اسی حال پر مرے اور محبت وانس محبوب کے ساتھ ذکر دوام سے میسر ہوتا ہے اور معرفت اس کی ذات اور صفات میں فکر سے حاصل ہوتی ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ ذکر و فکر الہٰی میں دوبارہ ہی اور چونکہ ایک ہی طرح پر ذکر و فکر کرنے سے اکتا جاتا ہے تو اس لئے ہر وقت کے لئے جداگانہ ورد مقرر کرنا بہتر ہے کہ پریشانی جائے اور طرح طرح کی لذت پائے اور دوام کی رغبت کے سبب سے التزام بھی آسان ہوجائے۔ جو شخص بے حساب جنت میں جانا چاہے تو اپنے سارے اوقات طاعات میں مصروف رکھے اور جو کوئی اپنی نیکیوں کا پلہ بھاری رکھنا چاہے تو وہ اپنے اکثر اوقات کو عبادت میں صرف کردے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو باوجودیکہ وہ سب بندوں سے مقرب اور درجات میں سب سے برتر ہیں ارشاد فرماتا ہے ان لک فی النہار سبحا طویلا۔ واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا۔ واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا ومن اللیل فاسجد لہ وسبحہ لیلا طویلا۔

نواب باحشم شرف الدولہ ذی ہمم — جن کی بہادری پہ ہے شمشیر تک گواہ

اچھے کے اچھے ہوتے ہیں سچ ہے جہان میں — وہ آسمان جاہ تو اولاد مہر و ماہ

ہیں رنگ و بوے باغ شرف دختر و پسر — دونوں در یگانہ دریاے عز و جاہ

دونوں کی شادیاں ہوئیں یوں پائی زیب — گلشن کا رنگ جشن سے محفل پہ رشک ماہ

تاریخ خامۂ دو زباں نے لکھی امیر — یہ مہ قمر ہیں بزہرہ و زہرہ قمر بماہ

تاریخ کتاب سبعہ سیارہ مصنفہ جامع کتب

رقم زد حضرت ثاقب کتابے جامع و نادر — دبیر آسماں ہم چوں امیر از درج او قاصر

چو گیرد اول و آخر کسے از سبعہ سیارہ — اگر نافہم نبود سال تاریخش شود ظاہر

۱۲۹۷ ہجری

تاریخ عقد دختر و پسر نواب شرف الدولہ

اے خوشا نواب والا مرتبت — جن کے برج شرف میں ہیں ہر بار چاند

ان کے دخت و طفل دونوں ارجمند — ایک سورج ایک ہے گویا کہ چاند

عقد دونوں کے ہوئے دل نے کہا — آئے ہیں گھر میں شرف کے چار چاند

۱۲۷۳ھ

زیبا ہے امیر اسکے لیے مصرع تاریخ
ہر صفحہ نیا آئینہ ہے بزم سخن کا ۱۲۹۱ھ

تاریخ دیوان فارسی نواب کلب علیخان بہادر

در انجمن معنی سلطان سخن آرا
شمعے بہ تجلیٰ افروخت از شعلہ زبانی ہا

آں شمع بود دیوان آں شعلہ بود مضمون
پیداست ز لمعاتش رنگ ہمہ دانی ہا

از ہند بایران شد و ز پارس بہند آمد
ہر ملک معطر گشت از عطر فشانی ہا

در پارس ہمی بالد زیں نظم زبان دانی
در ہند ہمی جوشد زیں بحر ز روانی ہا

مطبوع شد و گفتم تاریخ امیر آنرا
چوں ہند عجم نازید از شوخ زبانی ہا ۱۲۹ھ

تاریخ مثنوی نشتر تیز مصنفہ جامع مکتوبات

گفت چوں مثنوی نشتر تیز
ثاقب تیز فہم و تیز نظر

گشت محسود خلق و گفت امیر
دل حاسد شگافت این نشتر ۱۲۹۹ھ

تاریخ ولادت فرزند آنریبل راجہ جے پرکاش لال بہادر مدظلہ العالی مہاراجہ ریاست ڈمراؤں

ہوا فرزند پیدا خانۂ فرزندی شاہیں
مبارک ہو کہ دنیں دولت کی نور تاج جوگ آیا

امیر اچھی ولادت کی یہ تاریخ سمت ہیں
بکرماجیت کے گھر نیک صورت تاج جوگ آیا ۱۹۳۵ سمبت

تاریخ کدخدائی دختر و پسر نواب شرف الدولہ بہادر وزیر سلطنت اودھ

چمن سے ہوتے ہیں پیدا فتنے دیدۂ حساد میں

سخن ہر سخن میں ہے نگاہِ ناز کی جادوگری
چلبلے مضموں سے اگر سیکھ لے شوخی پری

چھین لی اس شاعری نے دلبری کی ابتری
عجب مضموں لقمان سے بری ہے حسن و خوبی کی پری

اوج تش اللہ کیا رسا ہے فکر عالی کی کمند
بجلی سے جا نہیں سکتا ہے مضموں بلند

استاد مرحوم نے تاریخیں بھی بہت کہی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ سال تاریخ اکثر بلا تعمیہ داخلی و خارجی ہر واقعہ کا نہایت مناسب الفاظ میں نکال لیتے تھے۔ ہم نمونے کے طور پر ذیل میں چند قطعات تاریخ درج کرتے ہیں۔

تاریخ مخزن الاخبار

مخزن الاخبار کو پایا جو مالامال حسن
لوٹنے کا دزدِ طبعاں کو بہانہ مل گیا

سال سے ہے اوجِ نجم مشتری روشن امیر
جس کو یہ چھپا مل گیا سمجھا خزانہ مل گیا

تاریخ رسالہ معرفت و سلوک تصنیف حضرت شاہ محمد حسین صاحب مجددی

ہدایت ہیں اس کے مضامین عالی
خضر ہیں یہ پے گمرہان طریقت

امیر اس کی تاریخ میں نے یہ لکھی
زہے رہبر سالکان طریقت

تاریخ دیوان نواب عبدالعزیز خاں عزیز بریلوی مرحوم

یکتا ہے فصاحت میں بلاغت میں ہے دیوان
تعریف کرے اس کی یہ کیا منہ دہن کا

رخ سے برقع کو ہٹایا شاہدِ امن نے — منہ چھپایا دامنِ بنگال میں ادبار نے

باغِ امکاں میں بہارِ کامرانی آگئی

پیرِ گردوں پہ نئے سر سے جوانی آگئی

سرو قد تعظیم دیتے ہیں بگولے دشت میں — گرد اٹھتی ہے کہ دامن بڑھ کے چھولے دشت میں

انس کی بو سے رہے ہیں پھول جو دشت میں — خضر بھی پہونچے جو راہ بھولے دشت میں

دشتِ ایمن کی طرح ہر سو ہے بارش نور کی

شاخ آہو ہے کہ ڈالی ہے نہالِ طور کی

پتی پتی ہات اٹھاتی ہے دعا کے واسطے — ڈالیاں جھکتی ہیں عرضِ مدعا کے واسطے

اٹھتی ہے صرصر بڑھے چلنے خدا کے واسطے — لے رہا ہے سبزہ خضرِ رہنما کے واسطے

اس مصرع میں ردیف نے کیا لطف دیا ہے!

پر لگے قدرت کے اڑ چلنے کا ساماں ہو گیا

موجۂ ریگِ رواں تختِ سلیماں ہو گیا

ابر کیا برسے گا دامانِ کرم کے سامنے — مہر کیا چمکیگا خورشیدِ علم کے سامنے

جودِ حاتم گرد ہے فیضِ اتم کے سامنے — قطرۂ ناچیز ہے کیا چیز یم کے سامنے

جس کسی کو اک نظر دیکھا خزانہ مل گیا

جس زمیں پر پڑ گیا سایہ گلستاں کھل گیا

عدل کے خنجر سے نخلِ ظلم کی جڑ کٹ گئی — دولتِ امن و اماں سارے جہاں میں بٹ گئی

جوشِ عشرت بڑھ گیا کلفت کی قوت گھٹ گئی — جو بلا آئی وہ رعبِ شہ سے پیچھے ہٹ گئی

ہے عملداری خزاں کی گلشنِ بیداد میں

داغ

فیصلہ آج میرا آپ کا
ہو نہ جائے کس دن کے لیے
ست ہیں در دسے پیر مغاں
چاہیے کیا پاک باطن کے لیے
دل کے لینے کو ضمانت چاہیے
ور اطمینان ضامن کے لیے
میکشو اب بھی شاید فصل گل
بلبلوں نے چن لیے تنکے لیے
غنیمت سمجھو ہے مرتے ہیں وہ
چھوڑ دیں غیروں کو کیا ان کے لیے
وہ نہیں سنتے ہماری کیا کریں
مانگتے ہیں ہم دعا جن کے لیے
آج کل میں داغ ہو گے کامیاب
کیوں مرے جاتے ہو دو دن کے لیے

امیر

وصل کا دن اور اتنا مختصر
دن گنے جاتے تھے اس دن کیلئے
دختر رز بھی پاک دامن چاہیے
شیشہ بھی ہے پاک باطن کے لیے
دل کا ضامن تو ہے تیرا کیا اعتبار
ایک ضامن ہو ضامن کے لیے
جہاز میں کون ہے گل کی نظر
بلبلیں پھرتی ہیں کیوں تنکے لیے
سب حسیں ہیں زاہدوں کو ناپسند
اب کوئی حور آئے گی ان کے لیے
ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دنیا چھوڑ دی جن کے لیے
لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر
آئے تھے دنیا میں اس دن کے لیے

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

جب سے بلبل تو نے دو تنکے لیے
ٹوٹتی ہیں بجلیاں ان کے لیے
مے نہ دی تو عوض اس نے دو دن کے لیے
جس نے توڑے ہم سے گن گن کیلئے

داغ

دل کچھ آگاہ تو ہے شیوۂ عیاری سے
اس لئے آپ ہم آتے ہیں تری گھاتوں میں

وصل کیا وہ کسی طرح بہلتے ہی نہیں
شام سے صبح ہوئی ان کی مداراتوں میں

جلوہ یار سے جب بزم میں غش آیا ہے
تو رقیبوں نے سنبھالا ہے مجھے باتوں میں

ایسی تقریر سنی تھی نہ کبھی شوخ و شریر
تیری آنکھوں کے بھی فتنے ہیں تری باتوں میں

ہمنے دیکھا انھیں لوگوں کو تیرا دم بھرتے
جن کی شہرت تھی یہ ہرگز نہیں ان باتوں میں

وہ گئے دن جو رہی یاد بتوں کی ای داغ
رات بھر اب تو گزرتی ہے مناجاتوں میں

امیر

کچھ اشارے جو کیے ہیں نے تو جھنجلا کے کہا
تم رہا کرتے ہو دن رات انہیں گھاتوں میں

عمر رفتہ کو عبث شیخ حرم روتا ہے
ڈھونڈ لے آ کے جوانی کو خراباتوں میں

التجا ٹوٹے ہوئے دل کی وہاں ہے مقبول
درد کی ساری ہے تاثیر مناجاتوں میں

انجمن ہو کہ چمن سب ہیں اسی کے سرمست
ایک ساقی ہے ہزاروں ہی خراباتوں میں

چار ادھر لوٹتے ہیں چار ادھر اے ساقی
شیشہ ہے یا کوئی شمشیر خراباتوں میں

بت نہ بولیں جو نہیں بولتے ہیں ہم سے امیر
اپنے اللہ سے باتیں ہیں مناجاتوں میں

تم نے بدلے ہم سے گن گن کیلئے
ہم نے کیا چاہا تھا اس دن کے لیے

کچھ نرالا ہے جوانی کا بناؤ
شوخیاں زیور ہیں اس سن کیلئے

چاہنے والوں سے گر مطلب نہیں
آپ پھر پیدا ہوئے کن کے لئے

تند ہے اور اسی کمسن کے لیے
ساقیا ہلکی سی لا ان کے لیے

ہے جوانی خود جوانی کا سنگار
سادگی گہنا ہے اس سن کے لیے

کون ویرانے میں دیکھے گا بہار
پھول جنگل میں کھلے کن کے لیے

داغ

ابر رحمت ہی برستا نظر آیا زاہد
خاک اڑتی کبھی دیکھی نہ خراباتوں میں

یارب اس چاند سے ٹکڑے کو کہاں سے لاؤں
روشنی جس کی ہو ان تاروں بھری راتوں میں

تمہیں انصاف سے اے حضرت ناصح کہدو
لطف ان باتوں میں آتا ہے کہ ان باتوں میں

دوڑ کر دست دعا ساتھ دعا کے جاتے
ہائے پیدا نہ ہوئے ہاتھ مری باتوں میں

کیا قیامت ہے اس ارمان بھرے کی حسرت
اک شب جبکو بھی نہ ہو سو راتوں میں

عہد جمشید میں تھا لطف مے و ابر و ہوا
کیا معشوق تھے اس وقت کی برساتوں میں

ہفت افلاک ہیں لیکن نہیں کھلتا یہ حجاب
کونسا دشمن عشاق ہے ان ساتوں میں

اور سنئیے ابھی رندوں سے جناب واعظ
چل رہے آپ تو دو چار ہی صلواتوں میں

بیچ دیتا ہے انہیں عشق متاع دل و جاں
ایک ہم کیا لٹی جاتی ہے سوغاتوں میں

امیر

مسجدوں میں ہیں یہ ہو حق ہے کہ کہاں ہوگا مے
رنگ توحید اچھلتا ہے خراباتوں میں

دل اڑا لیتے ہیں وہ کھول کے زلفوں کی لٹیں
دیکھو دن پھر سے ہیں چوروں کے انہیں راتوں میں

چار ہی دن میں وہ بت دیکھئے کیا چل نکلا
کیسی قینچی ہے زباں چلنے لگی باتوں میں

پھر سمجھ کر کبھی ناصح کی بھی سن لیتا ہوں
اک نہ اک بات نکل آتی ہے سو باتوں میں

وصل میں زلف سیہ نے جو کیا ہے اندھیر
یہ اندھیرا تو نہ تھا ہجر کی بھی راتوں میں

جب کہا نالہ و زاری میری دیکھو بولے
بجلیاں ہمنے بہت دیکھی ہیں برساتوں میں

ناز ادا آن حیا غمزہ کرشمہ شوخی
لے گیا دل کو اڑا کر کوئی ان ساتوں میں

واعظا جب چھڑ گئے رندوں سے سنا کرتے ہیں
کچھ مزا ملنے لگا ہے انہیں صلواتوں میں

دل دیا میں نے تو بوسے لئے کوئی کم ہوتی ہے
دل ہی دل وہ جو چلے آتے ہیں سوغاتوں میں

داغ

یہ نہ کہہ ہم سے تیرے منہ میں خاک
اس میں تیری زبان لیتے ہیں
کون جاتا ہے اس گلی میں جسے
دور سے پاسبان لیتے ہیں
کر گزرتے ہیں ہو بری کہ بھلی
دل میں جو کچھ وہ ٹھان لیتے ہیں
مستعد ہو کے یہ کہو تو سہی
آیئے امتحان لیتے ہیں
داغ ہی ہے عجیب سحر بیان
بات جس کی وہ مان لیتے ہیں
راہ پر ان کو لگا لائے تو ہیں باتوں میں
اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں
یہ بھی تم جانتے ہو چند ملاقاتوں میں
آزمایا ہے تمہیں ہم نے کئی باتوں میں

امیر

پیر ہوتے ہیں جوش شباب کے بعد
تیر دے کر کمان لیتے ہیں
وصل میں بھی جھجک نہیں جاتی
پھیر کر منہ وہ پان لیتے ہیں
نہیں ساقی یہ قلقل مینا
ہچکیاں ہنجان لیتے ہیں
میکشوں کو عروج مستی میں
ہاتھوں ہاتھ آسمان لیتے ہیں
ہر گلوری پہ چھیڑ ہے شب وصل
ہم پہ رخصت کا پان لیتے ہیں
ہائے وہ دن کہ گزر جاتی تھی شب باتوں میں
اب نہ باتوں میں مزا ہے نہ ملاقاتوں میں
لطف کیا آئے تکلف کی ملاقاتوں میں
کچھ رکھائی کے سوا بات نہیں باتوں میں

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

دم تو لیتے ہیں جان بوجھ کے پھر
ناتوانی سے بس حسینوں پر
جس کے انجان جان لیتے ہیں
چھانٹ کر دو بازی پان لیتے ہیں
ہم سخن کے لیے زحمت نہ امیر
اشتہا کی زبان لیتے ہیں

داغ

تم تغافل کرو رقیبوں سے
جاننے والے جان لیتے ہیں
پھر نہ آنا کوئی اگر بھیجے
نامہ بر سے زبان لیتے ہیں
اب بھی گر پڑ کے ضعف سے نالے
ناتواں آسماں لیتے ہیں
تیرے خنجر سے بھی تو اے قاتل
نوک کی نوجوان لیتے ہیں
اپنے بسمل کا سر زانو پر
کس محبت سے جان لیتے ہیں
پوچھتا ہے مرے لیے تلوار
اک مرے مہربان لیتے ہیں
وہ جھگڑتے ہیں جب رقیبوں سے
بیچ میں مجھکو سان لیتے ہیں
ضد ہر اک بات پر نہیں اچھی
دوست کی دوست مان لیتے ہیں
منزل شوق طے نہیں ہوتی
ہچکیاں ناتواں لیتے ہیں

امیر

پھیر دیں دل نہیں جوان کو پسند
کیوں غریبوں کی جان لیتے ہیں
ہنوز دل اس پری سے کہنے کو
شمع سے ہم زبان لیتے ہیں
یہ ملا اوج خاکساری سے
کہ قدم آسمان لیتے ہیں
نقد دل دے کے مصر حسن سے ہم
کیا نکیلا جوان لیتے ہیں
چھوڑتے ہیں وہ سینے میں پیکاں
دلدہی کر کے جان لیتے ہیں
طعنے دیتے ہیں عشق میں بے مہر
چٹکیاں مہربان لیتے ہیں
ساتھ مستوں کے مفت میں قاضی
دختر رز کو سان لیتے ہیں
میری ہر بات پر ہیں سو سو عذر
غیر کی خوب مان لیتے ہیں
ہر قدم پر برنگ نقش قدم
دم ترے ناتواں لیتے ہیں

داغ

اثر ہے جذب الفت میں تو کھنچ کر آ ہی جائیں گے
ہمیں پروا نہیں ہے ہم سے اگر وہ تن کے بیٹھے ہیں

فسوں ہے یا دعا ہے یا معمہ کھل نہیں سکتا
وہ کچھ پڑھتے ہوئے آگے میرے مدفن کے بیٹھے ہیں

بہت رویا ہوں میں جب سے یہ میں نے خواب دیکھا ہے
کہ آپ آنسو بہائے سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں

کھڑے ہوں زیر طوبیٰ وہ نہ دم لینے کو دم بھر بھی
جو حسرت مند تیرے سایۂ دامن کے بیٹھے ہیں

تلاش منزل مقصد کی گردش اٹھ نہیں سکتی
کمر کھولے ہوئے رستے میں ہم رہزن کے بیٹھے ہیں

نگاہ شوخ چشم شوق میں در پردہ چھنتی ہے
کہ وہ چلمن میں ہیں نزدیک ہم چلمن کے بیٹھے ہیں

یہ اٹھنا بیٹھنا محفل میں انکا رنگ لائے گا
قیامت بن کے اٹھیں گے بھبوکا بن کے بیٹھے ہیں

کسی کی شامت آئیگی کسی کی جان جائیگی
کسی کی تاک میں وہ بام پر بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

قسم دیکر انہیں یہ پوچھ لو تم رنگ ڈھنگ اس کے
تمہاری بزم میں کیا کچھ دوست بھی دشمن کے بیٹھے ہیں

امیر

وہ آمادہ سنورنے پر ہم آمادہ ہیں مرنے پر
ادھر وہ بن کے بیٹھے ہیں ادھر ہم تن کے بیٹھے ہیں

ملا کر خاک میں بھی ہائے شرم انکی نہیں جاتی
نگہ نیچی کئے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہیں

علاقہ میرے دشمن سے نہیں جاتا نہیں جاتا
نہیں دشمن تو اب وہ سوگ میں دشمن کے بیٹھے ہیں

تری دامن میں جو آیا آفتاب حشر بھی سر پر
تو ہم سمجھے کہ سائے میں ترے دامن کے بیٹھے ہیں

کڑی منزل ہے بوڑھے ہوں کی جو موت آئی تو یہ طے ہو
تھکے ماندے مسافر منتظر رہزن کے بیٹھے ہیں

نگاہ شوق ایسی پردہ در ہے کچھ نہیں کھلتا
کہ چلمن کے ادھر یا وہ ادھر چلمن کے بیٹھے ہیں

بگڑ کر جب وہ اٹھتے ہیں تو دل بیٹھے ہیں لاکھوں کے
ہزاروں فتنے اٹھتے ہیں جہاں وہ بن کے بیٹھے ہیں

وہ آئینے میں پیاری شکل اپنی دیکھ کر بولے
کہ یہ ہیں کون میرے گھر میں جو بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

بھری انصاف سے کہدیں کہ ہے کس کی جگہ اچھی
بغل میں انکے ہم پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

داغ

بیاں کس سے کروں ماجرائے دردِ جگر
جگر کو تھام کے کہتا ہوں ہائے دردِ جگر

مرے طبیب کو مشکل پہ سخت مشکل ہے
دوائے سوزشِ دل پھر دوائے دردِ جگر

اس انجمن میں اگر جم کے بیٹھ بھی جاؤں
ہزار مرتبہ اٹھکر اٹھائے دردِ جگر

زمیں غزل کی ہے اے داغ یا شفاخانہ
سنا نہ کان سے ہمنے سوائے دردِ جگر

جو دردِ دل میں گرفتار تھا ترا بیمار
وہ رفتہ رفتہ ہوا مبتلائے دردِ جگر

بھنویں تنتی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں
کسی سے آج بگڑی ہے کہ وہ یوں بن کے بیٹھے ہیں

دلوں پہ سیکڑوں سکے ترے جوبن کے بیٹھے ہیں
کلیجوں پہ ہزاروں تیر اس چتون کے بیٹھے ہیں

الٰہی کیوں نہیں اٹھتی قیامت ماجرا کیا ہے
ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

یہ گستاخی یہ چھیڑ اچھی نہیں ہے اے دلِ ناداں
ابھی پھر روٹھ جائیں گے ابھی وہ من کے بیٹھے ہیں

امیر

لیا کسی نے جو نامِ دوائے دردِ جگر
تڑپ کے دل یہ پکارا کہ ہائے دردِ جگر

نہ کوئی ڈھونڈنے والا نہ مہرباں ہے طبیب
کہاں سے آئے الٰہی دوائے دردِ جگر

اٹھا کے آنکھ بھی دیکھا نہیں کسی کی طرف
ہو کہاں سے یہ بیٹھے بٹھائے دردِ جگر

دیا ہے قسمتِ بد نے عجیب مرض میں مرض
کہ دردِ سینے میں بھی ہے سوائے دردِ جگر

ہمارے دل کا وہی درد امیر کچھ سمجھے
ہوا ہو عشق میں جو مبتلائے دردِ جگر

انھیں وہ مجمعِ اغیار سے کیا بن کے بیٹھے ہیں
وہاں دشمن ہی سب اٹھتے ہوئے جوبن کے بیٹھے ہیں

ہوا ہے چشم جتنے کھڑکیوں میں سب نکلکے بیٹھے ہیں
یہ سب مارے ہوئے ظالم تری چتون کے بیٹھے ہیں

عداوت ہم سے کی جاتی ہے پردہ میں محبت کے
اٹھا کر ہم کو وہ خود سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں

شبِ وصل میں کیا کیا نیاز و ناز کے جھگڑے
کبھی ہم منتظر تھے کبھی وہ من کے بیٹھے ہیں

داغ

دشمن کے آگے سر نہ جھکے گا کسی طرح
یہ آسماں زمیں سے ملایا نہ جائے گا

فتنہ نہیں ہوں جس کو اٹھایا کرے فلک
مجھ سے گرے ہوئے کو اٹھایا نہ جائے گا

زلفیں نہیں کہ شانے سے آراستہ کیا
بگڑا ہوا مزاج بنایا نہ جائے گا

اے داغ تجھکو رزق کی خواہش ہی چرخ سے
تنہا یہ غم کھلائے گا کھایا نہ جائے گا

امیر

لاؤں میں اسکے دل میں کدورت محال ہی
یہ لعل خاک میں تو ملایا نہ جائے گا

تیرے ہزار غمزے ہیں قاتل اٹھاؤں گا
خنجر کا تیرے ناز اٹھایا نہ جائے گا

دوزخ نے مجھکو دیکھ کے مالک سے یہ کہا
مجھ سے تو یہ غریب جلایا نہ جائے گا

وہ غنچہ اس چمن میں مرا دل ہے اے امیر
بادِ بہار سے بھی کھلایا نہ جائے گا

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

دل میں خیال اُن آنکھوں کا لایا نہ جائے گا
مے خانہ گھر خدا کا بنایا نہ جائے گا

آہوں سے سوزِ عشق مٹایا نہ جائے گا
آندھی سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بے خود نہ کر وصال میں اے جلوۂ صنم
ہوں ناتواں پھر آپ میں آیا نہ جائے گا

پہنائے جن کو پھولوں کے ہار اسنے بعدِ مرگ
دو پھولوں سے کفن بھی بسایا نہ جائے گا

ترکِ ادب ہی دل سے مٹاؤں جو داغِ عشق
مسجد کا ہی چراغ بجھایا نہ جائے گا

لیلو یاس توڑتی ہی مرے دل کا آسرا
یہ گھر اجڑ گیا تو بسایا نہ جائے گا

دکھلا کے سب کو دستِ حنائی وہ کہتے ہیں
عاشق کا یہ لہو ہے چھپایا نہ جائے گا

سو غمگسار لاکھ ہوں غمخوار آس پاس
دل میں جو درد ہے وہ بٹایا نہ جائے گا

دیدار یار کا اُٹھے گا مزا امیر
جب تک دوئی کا پردا اٹھایا نہ جائے گا

داغ

اس بزم میں شریک تو جایا نہ جائے گا
میں جاؤنگا اگر مرا سایا نہ جائے گا

دل لیکے اس کی بزم میں جایا نہ جائیگا
یہ مدعی بغل میں دبایا نہ جائے گا

اے حشر امتیاز کہ ہیں ہم شہید ناز
مردوں کی طرح ہم کو اٹھایا نہ جائے گا

دل کیا ملاؤ گے کہ ہمیں ہو گیا یقیں
تم سے تو خاک میں بھی ملایا نہ جائے گا

جو دل دکھا رہا ہی مرا ہر گھڑی مجھے
آنکھوں سے سو برس بھی دکھایا نہ جائیگا

امیر

گھر میں تمہارے غم سے جایا نہ جائے گا
آغوشِ نور میں کبھی سایا نہ جائے گا

دل گیسوؤں میں ہم سے پھنسایا نہ جائیگا
اس چاند کو یہ داغ لگایا نہ جائے گا

چلوؤں سے پلادے مجھے ساقیا شراب
ہوں ناتواں جام اٹھایا نہ جائے گا

لاکھوں کو خاک میں تو ملا دے گا آسماں
ظالم سے دو دلوں کو ملایا نہ جائے گا

مجھ روسیہ کو قبر میں رہنے دے اے کریم
یہ منہ کسی کو مجھسے دکھایا نہ جائے گا

بقیہ اشعار صفحہ ۵۷

ترے ناوک ادا سے کبھی ہارتا نہ ہمت — جگر اس سے آگے ہوتا تو جگر کے پار ہوتا

اثر اسقدر تو ہوتا مرے لوٹنے کا ان پر — کہ وہ کروٹیں ہی لیتے جو میں بیقرار ہوتا

مرا دل جگر جو دیکھا تو ادا سے ناز بولا — یہ ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا

سر قبر آئے ہو تم جو بڑہا کے اپنا گہنا — کوئی پھول چھین لیتا جو گلے میں ہار ہوتا

ترے تیر کی خطا کیا مری حسرتوں نے روکا — نہ لپٹتیں یہ بلائیں تو وہ دل کے پار ہوتا

میں نثار تجھپہ ہوتا تو رقیب جان کھوتا — میں ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا

مرے دل کو یوں مٹایا کہ نشان تک نہ رکھا — میں لپٹ کے روتا لیتا جو کہیں مزار ہوتا

داغ

یہ مزہ تمہاری دل لگی کا کہ برابر آگ لگتی
نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا

نہ مزہ ہے دشمنی میں نہ ہی لطف دوستی میں
کوئی غیر غیر ہوتا کوئی یار یار ہوتا

ترے وعدے پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے
اگر اپنی زندگی کا ہمیں اعتبار ہوتا

تمہیں ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہے داغ کا دل
یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

امیر

وہ مزہ دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے یارب
مرے دونوں پہلوؤں میں دل بیقرار ہوتا

نہیں جیوں تو کس کا ہو کر نہیں کوئی دوست میرا
یہ جو دل ہے دشمن جاں یہی دوستدار ہوتا

دم رخصت انکا کہنا کہ یہ کاہے کا ہے رونا
تمہیں میری قسمتوں کا ہی نہیں اعتبار ہوتا

شب وصل تو جو بیخود نہ ہوا امیر جو کا
ترے آنے کا کبھی تو اسے انتظار ہوتا

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

مری خاک بھی لحد میں نہ رہی امیر باقی
نئی چوٹیں چلتی قاتل جو کہیں دوچار ہوتا
پس مرگ کاش یوں ہی مجھے وصل یار ہوتا
رہی آرزو کہ رو دو ترے تیر ساتھ چلتے
ترا میکدہ سلامت ترے خم کی خیر ساقی
ترے التفات کا باعث تو ہی میری ناتوانی
میں ہوں نامراد ایسا کہ بلک کے یاس روتی
نہیں پوچھتا ہے مجھکو کوئی پھول اس چمن کا

انہیں مرنے ہی کا اب تک نہیں اعتبار ہوتا
کہا دہر سے وار ہوتا تو ادھر سے پیار ہوتا
میں نہ مزار ہوتا
وہ سبزہ زار ہوتا
کوئی دل کو پیار کرتا کوئی دل سے پیار ہوتا
مرا نشہ کیوں اترتا مجھے کیوں خمار ہوتا
جو میں توبہ توڑ سکتا تو شراب خوار ہوتا
کہیں پائے اسرا کچھ جو امیدوار ہوتا
دل داغدار ہوتا تو گلے کا ہار ہوتا

داغ

ورنہ برسوں نامہ برآتا جاتا رہا

ہمنے دیکھا اُنکی زلفوں کو تو فرمانے لگے
آپ کا دل کھل پڑا گم ہوگیا جاتا رہا

اچھی صورت کی رہا کرتی تھی اکثر تاکب جہاں تک
رہگئیں آنکھیں مگر وہ دیکھنا جاتا رہا

حرص دامنگیر دنیا مال دنیا بے ثبات
جسقدر حاصل کیا اس سے سوا جاتا رہا

داغ کچھ درہم نہ تھا جسکا انہیں ہوتا خیال
ہوگیا گم ہوگیا جاتا رہا جاتا رہا

عجب اپنا حال ہوتا جو وصال یار ہوتا
کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا

کوئی فتنہ تا قیامت نہ پھر آشکار ہوتا
ترے دل پہ کاش ظالم مجھے اختیار ہوتا

جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدہ کرتا
تمہیں منصفی سے کہدو تمہیں اعتبار ہوتا

امیر

ہاں مگر اکدم غریب آتا رہا جاتا رہا

گھورتے دیکھا جو مجھ چشموں میں جھنجلا کر کہا
کیا لحاظ آنکھوں کا بھی او بیحیا جاتا رہا

ہائے وہ صبح شب وصل انکا کہنا ناز سے
اب تو میری بیوفائی کا گلہ جاتا رہا

آنکھ کیا ہی موہنی ہے سحر ہے اعجاز ہے
اک نگاہ لطف میں سارا گلہ جاتا رہا

کھو گیا دل کھو گیا رہتا تو کیا ہوتا امیر
جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا

ترے عکس کا قاتل کبھی مجھپہ وار ہوتا
تو نثار ہونیوالا ہی جاں نثار ہوتا

مرے بس میں یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا
یہ نہ تھا تو کاش دل پہ مجھے اختیار ہوتا

ہیں زباں سے تمکو سچا کہو لاکھ بار کہدوں
اسے کیا کروں کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا

مر گیا جب میں تو ظالم نے کہا افسوس آج
آیت لا تقنطو ایری تو عاصی بول اٹھے
جب تلک تم تھی کشیدہ دل تھا شکوہ سے بھرا

ہائے ظالم ہائے ظالم کا مزا جاتا رہا
آج سب اندیشہ روز جزا جاتا رہا
تم گلے سے ملگئے سارا گلا جاتا رہا

کھلنے کا منہ نہیں لب خاموش نقش پا
روندی نہیں ہے آپ نے کیا قبر داغ کی
پھولوں کی چادر دوست سے چھپ جوش نقش پا
کیا لطف ستم یوں انہیں حاصل نہیں ہوتا
غنچے کو وہ ملتے ہیں اگر دل نہیں ہوتا
ہیں اور شاپ تپتہ و صحرا اے خطرناک
رہبر کا پتا سینکڑوں منزل نہیں ہوتا
غمزہ بھی ہو سفاک نگاہیں بھی ہوں خونریز
تلوار کے باندھے سے تو قاتل نہیں ہوتا
جس آئینہ کو دیکھ لیا قہر سے اس نے
اس آئینہ سے کوئی مقابل نہیں ہوتا
رکھ لوں ترے پیکاں کو کلیجے سے لگا کر
اپنا بھی ہوتا ہے کبھی دل نہیں ہوتا
یہ داد ملی ان سے مجھے کاوش دل کی
جس کام کی عادت ہو وہ مشکل نہیں ہوتا
انکار تو کرتے ہو مگر یہ بھی سمجھ لو
بے وجہ کسی سے کوئی سائل نہیں ہوتا
منزل پہ جو پہنچے تو ملے قیس کو لیلےٰ
ملنے سے جدا کیا کبھی محمل نہیں ہوتا

دیتے ہیں یہ خبر لب خاموش نقش پا
وحدت کی جلوہ گاہ ہے یہ مثبت خاک امیر
ہیں ایک چشم و گوش بر و دوش نقش پا
ان شوخ حسینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا
کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا
خضر رہ مقصود اگر دل نہیں ہوتا
منزل کا پتا سینکڑوں منزل نہیں ہوتا
دھبا نہیں دیتا ہے لہو حسرت دل کا
اس خون سے تر دامن قاتل نہیں ہوتا
نکرے بھی ہے گل خوں میں ڈوبا ہی ہے لیکن
اب بھی دل عاشق کے مقابل نہیں ہوتا
عاشق کے بہل جانے کو اتنا بھی ہے کافی
غم دل کا تمہیں ہوتا ہے اگر دل نہیں ہوتا
اٹھنے کو کہے کوئی تو بن جاتی ہے جی پر
اس بزم میں جانا مجھے مشکل نہیں ہوتا
حسرت سے ادھر اور ادھر دیکھ رہا ہے
بھوکا ترے دیدار کا سائل نہیں ہوتا
اڑتا بھی ہوا سے ہے تو اڑتا ہے ادھر ہی
لیلےٰ سے الگ پردۂ محمل نہیں ہوتا

ٹوٹی جاتی ہے پسی جاتی ہے کیا کیا ہے نثار
برچھی شانے پہ حنا پاؤں پہ سر پہ سہرا

شوخ ایسا ہے کہ اڑتا ہے ہوا سے ہاتوں
مجھکو حیرت ہے کہ باندھا گیا کیونکر سہرا

بیج اس نظم کو دربارِ علی میں امیر
تیری قسمت کا بھی چمکائیگا اختر سہرا

چند ہم قافیہ غزلیں بھی دونوں استادوں کی اور بعض دیگر اساتذہ کی ہم یہاں درج کرتے ہیں جس سے فرق مراتب بخوبی واضح ہو جائیگا۔

داغ دہلوی

دیکھو جو مسکرا کے تم آغوشِ نقشِ پا
گستاخیاں کرے لبِ خاموشِ نقشِ پا

شور اس خرامِ ناز کا محشر سے بڑھ گیا
کیا گوشِ خلق پھوٹ گئے گوشِ نقشِ پا

پھرتے ہیں بے قرار بہت تیری راہ میں
کتنا ہے صاف صاف یہی جوشِ نقشِ پا

تم شوخیوں سے پاؤں تو رکھو زمین پر
کھل کھیلتے ہیں اب لبِ خاموشِ نقشِ پا

یہ کون میرے پیچھے سے چھپ کر نکل گیا
خالی نہیں ہے فتنوں سے آغوشِ نقشِ پا

محشر میں وہ بھی فتنہ دیکھیں گے اہلِ حشر
جو دیکھتے ہیں آپ کے مدہوشِ نقشِ پا

مٹ جائیگا مگر نہ کھلے گا یہ اے صبا

امیر مینائی لکھنوی

سر کے وہ پاؤں ہو گئے جو ہم دوشِ نقشِ پا
فریاد کر اٹھے لبِ خاموشِ نقشِ پا

کیا جانے آئی شہرِ خموشاں سے کیا خبر
اب تک اسی طرف ہیں لگے گوشِ نقشِ پا

نسبت ہے راہِ عشق سے راہِ حرم کو کیا
یاں کثرتِ سجود وہاں جوشِ نقشِ پا

بیدرد جانے والو ٹھہر جاؤ دم تو لو
کچھ تم سے کہتے ہیں لبِ خاموشِ نقشِ پا

یہ تو کہاں نصیب کہ ہاتھ آئیں وہ قدم
آغوشِ حور ہے مجھے آغوشِ نقشِ پا

رفعت سے تیرے خاک نشینوں کو کام کیا
افسر طلب نہیں سرِ مدہوشِ نقشِ پا

کیا چین سے ہیں خواب میں آسودگانِ خاک

مرزا سے رخصت ہوتے ہوے۔ ان کا ایک مادہ تاریخ جیسی حسن لیجئے۔ نواب وقارالملک کی خطاب یابی کی تاریخ ہے ۔ افزایش خطاب مبارک زیادہ باد

حضرت زاہد نے ہمیں دو سہرے لکھکر بھیجے ہیں، دونوں حضور نظام کے لئے لکھے گئے تھے۔ ایک استاد کا ہی دوسرا مرزا داغ کا۔ کچھ اشعار دونوں کے یہاں لکھے جاتے ہیں۔ اسی زمین میں غالب و ذوق نے بھی سہرے لکھے ہیں۔

داغ مرحوم

یہ سجا آصفِ نوشاہ تجھی پر سہرا — عیش کا طرہ ہے شادی کا ترے سر سہرا
لاگ سے لڑتی ہے ایک ایک لڑی مل مل کر — گل و گوہر کا جو ہے سہرے کے اوپر سہرا
گرمیِ حسن سے بیچین ہیں ساری لڑیاں — رخِ نوشہ پہ ہوا کھائے نہ کیونکر سہرا
اپنے ہاتوں کی بھی لیتی ہے بلائیں مالن — کیسی اتراتی ہے شاہانہ بنا کر سہرا
کیا خوشی اسکو ہے پھولا یہ سماتا ہی نہیں — اپنے جامے سے ہوا جاتا ہے باہر سہرا
حق بجانب ہے اگر شاہ سے ہو داد طلب — تو نے اے داغ کہا سب سے بچا کر سہرا

استاد مغفور

جگمگاہٹ میں ستاروں سے ہے بڑھکر سہرا — ہے کرن جوڑے کے دامن کی یہ پر زر سہرا
تجھسا نوشہ نہیں دیکھا ہے قسم کھاتا ہے — ہات رکھ رکھ کے ترے مصحفِ رخ پر سہرا
لوٹ عارض پہ ہے کبھی ہے پیشانی پر — ایک صورت پہ ٹھہرتا نہیں دم بھر سہرا
ایسا بنتا نہیں خورشید سے پر زر سہرا — گوندھتا تارِ شعاعی سے ہے دلن بہر سہرا
واسطے [illegible] ہے سا کی خدائی کے لیے — شاہ ہے ظلِ خدا ظلِ ہمیشہ سہرا

اے فلک ان کے علاوہ بھی حسیں ہیں کہ نہیں — جو زمانے میں ہیں مشہور نظر آتے ہیں

سینک سے آتش رخسار سے دل کی جس — عشق کی مار بڑی ہے ترے بیمار و نیز

یہ رشک لکھنوی کی تقلید ہے۔ ۱۲

تیری قسمت میں ستارے ہیں کہاں — کوڑیاں گن تو نے چرخ پہ سہ جمع

نہیں ہوتی بندے سے طاعت زیادہ — بس اب خانہ آباد دولت زیادہ

بجائے طاعت، اطاعت ہونا چاہیئے۔ طاعت کا اطلاق عبادت الٰہی پر ہوتا ہے۔

حوروں کا انتظار کرے کون حشر تک — مٹی کی بھی ملے تو رواں ہے شباب میں

آخر کے دو شعر مرزا داغ کے کسی دوسرے دیوان کے ہیں مہتاب داغ میں نہیں ہیں۔

مرزا داغ کا سرمایۂ علمی کم تھا مگر طبیعت باذوق اور شوخ پائی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آخر عمر میں پہلی سی کاوش وہ نہیں کرتے تھے اس لیے دکن پہنچے جانے پر ان کے اشعار کا رنگ کچھ اور ہی ہو گیا تھا ابتذال اور اہمال سے بھی آخر میں ان کے اشعار محفوظ نہیں ہیں۔

ہ جب میں نے اشعار داغ کی یہ حالت دیکھی تو ایک روز مولانا حالی سے اس کا تذکرہ کیا وہ فرمانے لگے کہ "مرزا داغ کو اشعار کی پرکھ نہ تھی اور وہ خود اپنے اچھے اور برے شعر میں تمیز نہ کر سکتے تھے"۔ میں کہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ ان کے دیوان رطب و یابس سے مملو ہیں کس کو فرصت جو ان سنگریزوں میں سے جواہر پاروں کو ڈھونڈ کر نکالے اور عروس فن کے لیے ایک خوشنما ہار ترتیب دے! ثاقب۔

دلِ مجبور کے نالوں سے جو ہم آواز ۔۔۔ سینہ پھٹ جائے ترا کیا تری چھاتی پھٹے گھٹا
نہ پوچھو اسے کون ہے کیا بتائیں ۔۔۔ مگر ایک دیکھا ہے شیطاں سے بڑھ کر
بات سے قتل تو وہ پاؤں سے پامال کریں ۔۔۔ گھر ہی میں بیٹھے ہوئے حکم کیا کرتے ہیں
نظر کھائے جاتی ہے عشاق کی ۔۔۔ حسینوں کو دنیا میں راحت نہیں
بڑی کشمکش میں ہے عہد وفا ۔۔۔ کبھی ہے کبھی ان کی نیت نہیں

یہ شعر ادائے مطلب میں قاصر ہے ۱۲

آج کل نالۂ بلبل میں ہی تاثیر نہیں ۔۔۔ کیا عجب گل یہ پکارے کہ مرے کان گئے

کان گئے" اس محاورے کی تحقیق نہیں، مولانا حالی سے ذکر آیا، انہوں نے خود بھی سوچا اور فرہنگ آصفیہ میں بھی دیکھا مگر کچھ دریافت نہیں ہوا۔

اتفاق سے دلی میں آکر میں نے ایک صاحب کی زبانی استاد امیر کا شعر مندرجہ ذیل سنا تو جس معنی میں انہوں نے "کان گئے" لکھا ہے ضرور صحیح ہے سہ

چھوگئی گو ہنچ جو بالی کی بگڑ کر بولے ۔۔۔ ہات ٹوٹیں ترے مشاطہ مرے کان گئے

لیکن "کان گئے" "کان پھوٹ گئے" کے معنی میں محلِ تامل ہے۔

جانے نہ دوں گا آپ کو بے فیصلہ ہوئے ۔۔۔ دل کے مقدمے کو ابھی چکانا چاہیے
یہ نہری ہے آوارگانِ محبت ۔۔۔ جنابِ خضر کو مقامی کریں گے

مقامی کرنا" خدا جانے کیا معنی ہیں، اس غزل کے تمام اشعار سوا اس کے کہ موزوں کہے جائیں اور کوئی داد ہم نہیں دے سکتے ۱۲

کیونکر نکروں شور مناجات سے توبہ ۔۔۔ آغاز ہو جب چار گھڑی رات سے توبہ

توبہ آغاز ہو" المعنی فی بطن الشاعر ۱۲

اک چیز ہے اس عالم ہستی میں بشر بھی — دنیا کا خطا وار ہی، دنیا سے تبدر بھی

کیوں سب مجھے چپ لگی ہے اے قاصد — منہ سے تو پھوٹ کچھ، لکھا بھی سہی

گو جانتا ہوں جھوٹ مگر اس کو کیا کروں — کھاتے ہیں پیار سے وہ قسم میری جان کی

تجھ سے کیا بات کیسی رات ہے — ایک میں ہوں اور خدا کی ذات ہے

شکوے کے بدلے کیا شکر ستم — پھر خفا ہیں کیا مزے کی بات ہے

جو کہی قاصد نے دل کو لگ گئی — یہ اسی کافر کے منہ کی بات ہے

آنکھیں بچھائیں ہم تو عدو کی بھی راہ میں — پر کیا کریں کہ تو ہے ہماری نگاہ میں

مرزا داغ کے بعض پست اشعار بھی ملاحظہ ہوں

چھوڑو نگا میں نہ ہات سے چلے ادسا تجھ ساتھ — نازک کلائی دکھتی ہے تو آستین بڑی سہی

دیکھ کر سانولی صورت تری یوسف بن کے — چٹ پٹا حسن نمکدار سلونا کیا ہے

یہ داغ ہے صحابہ عظام کا غلام — یہ داغ جاں نثار ہے آل رسول کا

صحابہ عظام غلط ہے، عظام جمع عظیم کی ہے

جوش پر اور قیامت کی جوانی آتی — بات میرا جو ترے سینہ اکثر پھرتا

نہایت ہی مخش شعر کہا ہے

غیر ہو ناشاد کیوں کیسی کہی — چاہتا ہوں داد کیوں کیسی کہی

اس تمام غزل میں کوئی شعر قابل داد نہیں ہے

نہ پوچھ کچھ بھی کسی کی وہاں نہ آؤ بھگت — تمہاری بزم میں کل اہتمام کس کا تھا

اس غزل کا حال بھی پہلی ناشاد غزل کا سا ہے یعنی ایک شعر بھی دل آویز نہیں

نہ اندر کا اکھاڑا ہے نہ ایسی قاف کی پریاں — حسینوں کا تماشا خوب لینی تال میں دیکھا

دیدۂ تر سے کرکے ہم چشمی — کیا سمندر نے غوطہ کھایا ہے
نقد طاعت جو روز کرتے ہیں — خلد کا پیشگی کرایا ہے
ہمارے گھر میں جس دن ہوتی ہے اُس حور کی آمد — چھپر کھٹ کو پری آکر پری خانے کی کستی ہے

اس قسم کے اشعار کو داخل دیوان نہیں کرنا تھا، مگر اکثر دیوانوں میں ایسے اشعار پائے جاتے ہیں، کوئی شاعر اس مجبوری کو اس طرح ظاہر کرتا ہے ؎

شعر اگر اعجاز باشد بے بلند و پست نیست — در ید بیضا ہمہ انگشت ہا یکدست نیست

داغ؛ اب ہم کچھ پست و بلند اشعار نواب مرزا خاں داغ کے بھی لکھتے ہیں۔ مہتاب داغ ہمارے سامنے ہے اسی میں سے بعض ابیات کا التقاط کرتے ہیں اگرچہ انتخاب اشعار داغ کا ہمارا قصد نتھا اس لیے کہ یہ مجموعہ استاد امیر سے متعلق ہے۔ لیکن چونکہ ہمنے جہاں حضرت امیر کے کلام سے بحث کی ہے وہاں پر مرزا داغ کی شعر گوئی کے باب میں بھی کچھ لکھنا پڑا ہے لہذا یہ اقتباس ان کے اشعار کا بے محل نہو گا۔

نواب مرزا خان داغ کے اچھے شعر جو مہتاب داغ سے انتخاب ہوے

چڑھاؤ پھول مری قبر پر جو آئے ہو — کہ اب زمانہ گیا تیوری چڑھانے کا
برا کہنے سے کہیے مدعا کیا — یہ سنکر چپ رہیگا دوسرا کیا
بگڑ بیٹھے محبت ذکر عدو پر — سُنا کیا آپ نے میں نے کہا کیا
یہ نہ کہیے کہ نہیں اہل وفا میں کوئی — نام اک شخص کا ہے میری زباں پر پھرتا
گلشن میں ترے لبوں نے گویا — رس چوس لیا کلی کلی کا
فاتحہ پڑھنے بھی کوئی قبر پر آتا نہیں — وہ گیا میں کیا، کہ سب میری طرف سے پھر گئے

ساہی کوئی ناسور جگر میں شاید — کہ مری آنکھ سے کل شب کو لہو بھر آیا

سرطرح سے ہوتے ہیں یہ ہم ہم کو میر — کسی کی آنکھ جہاں ہم پر آب دیکھتے ہیں

ں جاگ رہا ہوں ہجر کی شب — پر میرے نصیب سو رہے ہیں

سے دیں ترے مریض پہروں — چھاتی سے لگا کے درد دل کو

بد میں بلاتا ہے ہمیں زاہد نافہم — ہوتا کچھ اگر ہوش تو میخانے نہ جاتے

فرماتے ہیں:۔

اس مٹ گیا تو وہ بھی مرے ساتھ مٹ گیا — سایے سے خوب حق رفاقت ادا ہوا

لیا بلا تھی نگہ ہوش ربا ساقی کی — اٹھ گئی آنکھ تو کوسوں کوئی ہشیار نہ تھا

قریب یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا قتل کیونکر — جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

مسٹر جسٹس سید محمود مرحوم نے اس شعر کو اپنے فیصلہ میں کوٹ کیا ہے

(دیکھو اپیل فوجداری نمبر ۸۷۰ ہائی کورٹ الہ آباد سرکار بنام پہولے وغیرہ۔

ویکلی نوٹس الہ آباد سنہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۵)۔

زار ایسا ہیں ہلو بادیہ پیما ہو کر — ذرہ چاہے تو بھٹکا دے مجھے صحرا ہو کر

دل و جگر دونوں جل گئے ہیں ذرا نگاہیں چار ہوتے ہی — تمہارے سرمگیں سے نہ کیا پسی ہوئی بجلیاں تھی

نے کش کے دل کا راز کسی پر عیاں نہیں — شیشے کو دیکھ لو دہن ہے زباں نہیں

پکشو شیشہ مے کی ہے حفاظت لازم — دیکھو پتھر تو کوئی ابر کے دامن میں نہیں

ان شوخ حسینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا — کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا

شوخ نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھیں چرائی — وہی تیر کیوں نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا

ل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں — دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

از دیوان نعت

رخ آپ کا ہی مہر تو قد آپ کا ہے شمع
پروانہ رات بھر ہوں میں ذرہ تمام دن

آئینہ ہی یہ پنجتن و چار یار کا
نقطے ہیں چار حرف ہیں پانچ آفتاب کے

شہیدی کے مشہور قصیدۂ نعتیہ پر جناب محسن نے طبع آزمائی فرمائی ہے حضرت امیر نے اس کو تضمین کیا ہی اور حق یہ ہی کہ جس شان کا وہ قصیدہ ہی ویسی ہی اس کی تخمیس بھی ہی۔ ایسے بلیغ قصیدے پر ایسے پرزور مصرعے چسپاں کرنا استاد ہی کا کام تھا۔ دو بند اس تضمین کے لکھے جاتے ہیں:۔

میں بسم اللہ آزادی ہوں سر پر تاج ہی مد کا
الف آوارگی کا راست لغشہ ہو صنم قد کا

تحیر دختۂ اول ہی میری مشق بیجد کا
ملنا لوح دل سے نقش ناموس اب و جد کا

دبستان محبت میں سبق تھا مجھکو ابجد کا

دم تحریر میرے ذوق سے بڑھ جا ترکی بھی
قلم سے نکلیں آنسو ہو یہ جوش خندہ شادی

شمول اشک شیریں دوات اتنی تو ہو پھیکی
الہی پھیل جاسے روشنائی میرے نامے کی

بنا ہو اعام و میم ہو لفظ احمد پر میم احمد کا

گوہر انتخاب دیوان مفردات ہی جس میں بعض وہ اشعار بھی داخل ہیں جو دفعتاً بعد وقت تلف شدہ دیوان کے یاد آئے۔ ۱۲۷۲ھ ہجری کی تصنیف اور تاریخی نام ہی۔

اس قدر ہی دراز ہجر کی شب
پر تڑپنے سے جی نہیں بھرتا

تمام رات یہ حسرت سے پوچھتا ہی مریضِ میں
کہاں ہی وہ جو دل نام اک بیمار رہتا تھا

جنبش نبض عشق ابھی کیا دیکھتے ہو میری نبض
پہلے اسکو دیکھ لو پھر مجھے تم دیکھنا

گماں ہوتا ہے جنت سے یہی اترا عبا ہو کر
اٹھا رکھا تھا جو اللہ نے سایہ محمدؐ کا

از قصیدۂ دیگر

در بیان بہار

طوبیٰ سے جا کے خلد میں پیوند ہو گئی
ایسی بڑھی ہر ایک گل و یاسمن کی شاخ
اللہ رے بہار کہ رنگت میں بڑھ گئی
مرجان کی شاخ سے بھی غزال ختن کی شاخ

از قصیدۂ دیگر

در مدح عدل ممدوح

حکم آپ کا جس روز سے ہی محتسب شرع
ہی زخم کے بھی چور کو اندیشۂ تعذیر
عاشق کا دل آزار نہیں غمزۂ معشوق
اس درجہ ہی آوازۂ انصاف جہانگیر
دیوانۂ الفت کا ذرا دل جو کرا ہے
غل گیسوے محبوب کرے صورت زنجیر

در مدح اسپ ممدوح

تیزی کا تصور دلِ مجرم میں جو گزرے
ہڑانے سے قاصد سے کے نہ ٹھہرے کبھی تقصیر

از قصیدۂ دیگر

تمہید در بیان شدت سرما

سرما میں آے ابر کے سکے ورق ورق
آتش کدے کا پڑھنے لگے تخ بچے سبق
پیدا ہو طفل غنچہ تو برد عجوز بھی
آے کہ نال کاٹنے کی میں ہوں مستحق
پہنچے نہ پہنچے لوگ بڑا بائیں ضروریات
دکھلانے دور سے جو فلک آتش شفق
الکن ہیں سب کے سب یہ معلم کو ہی گماں
پڑھتے ہیں کانپ کانپ کے لڑکے جو نام حق

روئے عرق فشاں پہ ہے سرخی شراب کی | شبنم سے ہے لگی ہوئی لو آفتاب کی
ہونے نہ پائی خشک ہی تردامنی مری | محشر میں دھوپ ڈھلنے لگی آفتاب کی
ان کو کبھی خیال ہو میرا یہ وہم ہے | جاگیں مرے نصیب یہ باتیں ہیں خواب کی
دم توڑنے لگا جو ترا مستِ چشمِ ناز | رضواں نے روح کھینچ کے بھیجی شراب کی
محسن بہت ہی سست لکھی تھی یہ غزل | گویا کہ اس زمیں کی مٹی خراب کی

از قصائد

در نعت شریف

الف آدم میں ہے ممدود احمد میں ہے بے مد کا | سبب یہ ہے کہ واں سایہ تھا یاں سایہ تھا قد کا
جو آنکھیں ہوں تو نامِ پاک سے پیدا ہے یکتائی | کہ آغوشِ احد میں جلوہ گر ہے میم احمد کا
وہی سایہ وہی قد تھا کہ تھے ظلِ خدا حضرت | جدا کرنا بہت دشوار ہے حرفِ مشدد کا

بعض نوٹ سہ مولانا حالی نے اس مطلع کی اور نیز جناب محسن کے قصیدۂ نعتیہ کے اس مطلع کی سہ

مٹا لوحِ دل سے نقشِ ناموسِ اب وجد کا | دبستانِ محبت میں سبق تھا مجھکو ابجد کا

بار بار تعریف کی، اور میرے قلم سے یہ دونوں شعر اپنی بیاض کے واسطے تحریر کرا لیے۔

واضح ہو کہ جناب حالی قطع نظر اس کے کہ جو اپنے فارسی اور اردو کے مشہور ناظم و ناثر ہیں

وہ سخن سنجی میں آج اپنا نظیر نہیں رکھتے

مولانا شبلی نعمانی مجھسے فرماتے تھے کہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ کسی استاد کے شعر کی میرے دل میں

بہت عزت ہوئی مگر جب میں نے اسے مولانا حالی کو سنایا اور انہوں نے اس کی پروا نہ کی

تو سخن فہمی [illegible] وہ شعر میری نظر سے گر گیا ۱۲ ثاقب

وہ یادِ ابن ساقیِ کوثر میں ہیوں / شامی کباب ہیں سے جگر ہو یزید کا

ہوں وہ مجنوں جھاڑتا ہوں اُٹھکے میں ایک صبح / رستہ جاروبِ مژہ سے کوچۂ زنجیر کا

حلقۂ گیسو میں پائی نقد دل دیکر جگہ / دیدیا پہلے کرایہ خانۂ زنجیر کا

آوازِ صور سن کے کہا دل نے قبر میں / کس کی برات آئی یہ باجا کدھر بجا

بدل کے شکل ڈراتا ہے کیا مجھے دشمن / مقام خوف نہیں ہو جو شیر پتھر کا

اب سیرِ باغِ وصل کہاں اور ہم کہاں / گولر کا پھول یار کا سیبِ ذقن ہوا

لیلیٰ کے ناقے کو جو کیا ساربان نے تیز / سینے میں لوٹ کر دلِ مجنوں ہرن ہوا

بسمل تڑپ رہے ہیں نکلتا نہیں ہے دم / اک ہاتھ اور بھی نہ وہ قاتل لگا گیا

کہاں جاتا ہے اپنی فکر سے اس چشم کا مضمون / یقین ہے صید ہو، ڈالا ہے گھوڑا ہمنے آہو پر

تیر پڑتی ہے نظر اس ترک کی مجھپر امیر / تُل رہا ہے باز کیا کنجشک کے آزار پر

نشہ کے ڈورے یار کی آنکھوں میں ہیں امیر / یا چند سرخ پوش مکانِ سیاہ ہیں

مشاعرے سے حسیں کیوں نہ جیبیں بھر جاتے / رباعیان مری جو گوشۂ کلاہ میں تھیں

داغ کھا کھا کے کروں اپنی میں اوقات بسر / اس لیے دیتے ہیں چھلا وہ نشانی مجھکو

وہ چاٹ دوں کرے نہ مذمت شراب کی / واعظ کے منہ پہ مہر لگادوں کباب کی

لختِ دل برشتہ نکلتے ہیں چھید کے ساتھ / ہر ہر آہ سیخ ہے گویا کباب کی

وقتِ شنا نزاکتِ جاناں کو دیکھنا / موج آگئی جو لگ گئی ٹھوکر حباب کی

اسی زمین میں جناب محسن کاکوروی نے کسی زمانے میں طبع آزمائی کی تھی، فرماتے ہیں:۔

حالت نہ پوچھیے مرے شیب و شباب کی / دو کروٹیں تھیں عالمِ غفلت کے خواب کی

پہلو میں میرے دل کو نہ اے درد کر تلاش — مدت ہوئی غریب وطن سے نکل گیا

داد محشر کو بتائی میری اُس کی چھیڑ چھاڑ — چھیڑ کر پوچھا مگر کیا ہوا، کیوں کر ہوا؟

ہر جگہ جوش محبت کا نیا عالم ہوا — آنکھ میں آنسو، جگر میں داغ، دل میں غم ہوا

روکنا فرقت میں اشکوں کا نہیں اچھا امیر — چار دن سے کے ضبط میں دیکھو تو کیا عالم ہوا

ہوا شہید تبسم جگر کہ دل یارب — گری تڑپ کے یہ بجلی کدھر، نہیں معلوم

اے برق تو ذرا کبھی تڑپی ٹھہر گئی — یاں عمر کٹ گئی ہے اسی اضطراب میں

گم گشتہ دل کی تا بکجا جستجو کریں — ہاں اور دل ملے تو تری آرزو کریں

خنجر کو چوس چوس کے کہتے ہیں یہ زخم — ظالم ہنر یہ بھرے ہوئے تجھ میں کہاں کے ہیں

وہ اور وعدہ وصل کا قاصد نہیں نہیں — سچ سچ بتا یہ لفظ اُنہیں کی زباں کے ہیں

مزا لے لیکے رگ رگ ہی گلا شمشیر قاتل سے — بر رنگ زخم ہم ہنس ہنس کے رو رکھیں لہو برسوں

پتلیاں تک بھی تو پھر جاتی ہیں دیکھو دم نزع — وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہیں

کانٹوں سے کہو سنبھال لینا — آتا ہے غش ایک برہنہ پا کو

اس دل پہ ہزار جان صدقے — جس دل میں ہو آرزو تمہاری

سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل — کہ آسرا ترے امید وار رکھو بیٹھے

آنکھ کہتی ہے یہ دل سے کہ کرے گی برباد — خواہش وصل تجھے حسرت دیدار مجھے

اب اسی دیوان سے وہ اشعار لکھے جاتے ہیں کہ جن میں ترکیبیں دل آویز اور الفاظ شگفتہ نہیں، اور مضامین شان غزل کے خلاف ہیں یا اور سوز و گداز جو غزل کے لیے ضروری ہے اس کا بھی نشان نہیں —

پہنچ لے گئے ہیں زاغ و زغن کچھ سگ لیے — اٹھا نہ نعش اپنی بعد مرگ بھی دشت فرید

مذاق عام نے اس رنگ سے اپنے آپ کو خوب رنگا اور ہر طرف سے اس پر تحسین و آفریں کے پھول برسائے گئے۔

اعلیٰ جذبات اور خیالات سے استاذ امیر کا کلام مالامال ہے۔ برخلاف اسکے ادنیٰ جذبات اور خیالات مرزا داغ کی شاعری کا سرمایہ ہے۔ داغ نے عشق سے مراد ہوسناکی اور نفس پرستی لی ہے اس لئے ان کی شاعری میں جذبات عالیہ نہیں ہے۔ جذبات عالیہ کا تعلق حسن و عشق سے ہے اور داغ کے اشعار خواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی سے لبریز ہیں، مرزا کی شاعری ادنیٰ ہے، البتہ زبان ان کے مضمون کے لیے جان ہے، زبان کی بے تکلفی اور شوخی عیاشانہ اُن کی شراب کو دو آتشہ کردیتی ہے۔

مگر اب کہ زمانے کے ہاتوں قدیم شاعری کا دفتر آب رسیدہ اور گداختہ ہوچکا ہے، داغ سا شاعر بھی خاک ہندوستان کو نصیب ہونا دشوار ہے[۵]

تو بھولنے کی چیز نہیں خوب یاد رکھ ۔۔۔ اے داغ کس طرح تجھے دل سے بھلائیں ہم

---

[۵] مولانا حالی فرماتے ہیں کہ جناب صدرالدین خاں صاحب آزردہ صاف شعر کو پسند کرتے تھے اور اس لیے اشعار داغ کے مداح تھے " ثاقب۔

لطیفہ۔ پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ مرزا داغ سیاہ فام تھے تخلص کا رنگ بھی ایسا ہی تھا، مزاج میں ظرافت بھی بکمال رشیہ میں تھا۔ اب سنیئے۔

[illegible] میں دیکھو رقعہ ہائے مخدومی جناب [illegible] شیخ [illegible] صاحب رشید نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ تھا کہ حضرت حالی [illegible] موجود تھے مرزا داغ نہیں [illegible] سے [illegible] تے مولانا نے کوئی رقعہ مرزا کو بھیجا اس میں یہ شعر خود [illegible] کا

[illegible] ۔۔۔ چشم میگون لب خنداں دل خرم با دوست

ثاقب

کی سوسائٹی سے مستفید ہوتے تو وہ یقیناً بے مانند اور استادانہ تمہید ہوتے۔ پھر بھی
اکثر شعر ان کے لاجواب ہیں، مثلاً ؎

اُن کو آتا ہے پیار پر غصہ	مجھکو غصے پہ پیار آتا ہے
باغباں کلیاں ہوں ہلکے رنگ کی	چاہیے ہیں ایک کمسن کے لئے
بیمار غم کی حالت پھر تم بھی جانتے ہو	ایک ایک غش کو دیکھو دورہ پھر کو دیکھو
باقی نہ کوئی دل میں امنگ ہے	بارہ برس کے سن میں وہ لاکھوں سن اکر
آنکھوں میں بھی ہے پانی کی چار بوندیں	جس دن سے کھنچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے

یہ سب سہی مگر کوئی شک نہیں کہ لکھنؤ کی شاعری بعد آتش و ناسخ کے جناب
مرحوم سے ہے اور دلی کی شاعری ذوق و غالب کے بعد مرزا داغ سے زندہ تھی
اب شاعری مر چکی اور نام باقی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نظم میں ان کی بلاغت اور استادی کے لیے برہان قاطع
تضمین قصیدۂ استادی مرحومی جناب محسن کاکوروی ہے اس کے پڑھنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ جس پایہ کا قصیدہ ہے اس کی تضمین کا حق حضرت مغفور
ہی کو حاصل تھا۔ اور نثر میں ان کی فصاحت اور قوت بیان کا اندازہ ان
فقروں سے ہوتا ہے کہ جو لطور مثال امیر اللغات میں تحریر فرماتے ہیں، یہ
فقرے نثر بلیغ کے نہایت پاکیزہ نمونے ہیں، اور ہر فقرہ ایک شعر کا ہم
سنگ ہے

داغ — مرزا داغ مرحوم کی شوخ طبیعت نے ایک ایسا رنگ اختیار کیا جس کو
غزل کی جان اور اردو شاعری کی روح و روان کہنا سراسر انصاف ہے

امیر ـ احباب! امیر کو اگرچہ مرزا داغ کے مقابلے میں شہرت کم ہوئی لیکن معنی یاب طبائع میں انہیں کا کلام مقبول ہوا۔ استاد کا دیوان اول مرآۃ الغیب اسیر و ناسخ یا اہل لکھنؤ، سے کے رنگ میں ہے۔ اور صنمخانۂ عشق میں صفائی اور خوبی زبان کی طرف زیادہ توجہ فرمائی ہے۔

حضرت کی طبیعت میں جدت کم ہے اور کلام میں سوز و گداز بھی۔ البتہ شکوہ الفاظ، متانت بیان، اور شاعرانہ لطافت ان کے اشعار میں ایسی ہے کہ جو داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔ وہ اصناف سخن پر قادر اور استاد ماہر ہیں۔ قصائد باشوکت و فرکتے ہیں، اور سخنور باسرمایہ صاحب علم و فضل ہیں۔ داغ ان اوصاف سے معرا ہیں[۵]۔

آخر عمر میں استاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھکر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی اور اُس میں وہ ایک حد تک کامیاب ہوئے تاہم صنمخانۂ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ کی شادابی کو نہیں پہنچی واقعی بات یہ ہے کہ امیر کی استادی میں کوئی کلام نہیں کر سکتا لیکن امیر کا تلمذ، اساتذۂ لکھنؤ کی ہمسری، اہل لکھنؤ کے کلام کا پیش نظر رہنا، اور لکھنؤ کی جہت کا اثر یہ سب امور مانع ترقی و کامیابی ہوئے۔ اگر وہ دلی میں پیدا ہوتے، دلی کے ارباب کمال کی ہمنشینی میسر آتی، اساتذۂ دہلی کا کلام سامنے رہتا اور شاہجہاں آباد

---

[۵] مولانا حالی نے میری اس نگارش کی تائید کی اور فرمایا کہ "امیر کا کلام غلطی سے پاک ہے اور داغ غلطی کر جاتے ہیں" مرتب ۔

شعر کا اثر فطری ہی کیونکہ وہ مصوری اور موسیقی سے مرکب ہی اور یہ دونوں اثر کرنے والے ہیں۔ شاعر جانتا ہی کہ جب وہ شعر کہتا ہی تو عالم تصور میں اول کسی خیال یا مضمون کی تصویر کھینچتا ہی اور پھر شعر گوئی کے وقت فطرتاً زمزمہ پیرائی بھی کرتا ہی یا گنگناتا ہی جس سے طبیعت کو مدد ملتی ہے اور شعر باآسانی موزوں ہو جاتا ہی۔

اسی طرح نثر بھی ایک طرح کی شاعری ہی صرف وزن اور قافیے کی قید سے بری ہی۔ چنانچہ عربی کے خطبے دل آویزی میں نظم کی عشوہ پردازی سے کم نہیں ہیں۔ ظہوری کی رنگین نوائی اور علامی ابوالفضل کی دانش آرائی پر نظم قربان ہوتی ہے، اس بحث پر بہت کچھ خامہ فرسائی کی جاسکتی ہی لیکن ہم اب اصل مقصود یعنی جناب امیر کے کلام کی جانب متوجہ ہونا چاہتے ہیں۔

یہ بالکل سچ ہی کہ جناب امیر اردو زبان کے بڑے پایہ کے استاد، اور اس دور آخر کے باکمال شاعر بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ وہ اس صدی کے میر و مصحفی تھے۔ تمام ہندوستان میں مرحوم کی سخن سنجی اور معنی آفرینی کی دھوم اور اکثر تلامذہ ان کے فیض سخن سے کامیاب اور مراتب استادی پر فائز ہوے استاد کے زمانے میں اگر کوئی انکا مدمقابل تھا تو وہ مرزا داغ تھے۔ پس ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں استادوں نے فن شعر میں کہانتک کامیابی حاصل کی ہی اور ان کے رنگ کلام اور انداز طبیعت میں کیا فرق ہی

چونکہ یہ مجموعہ جناب امیر سے متعلق ہی اس لیے اول ہم ان کے کلام سے بحث کرتے ہیں۔

نسیم آئی ہی شمع مزار گل کرنے   وہ صبح ہونے سے پہلے ہی جل بجھی ہو گی

استاد نے یوں بنا دیا ؎ نسیم اب آتی ہی شمع مزار گل کرنے۔

نظم و نثر جناب امیر مرحوم

شعر | المراد من الشعر قیل ہو عبارۃ عن الکلام الموزون المقفیٰ والقی لبعضہم لفظ المقفیٰ، پس قافیے کی قید کے رفع ہو جانے سے جیسا کہ بعض کا مشرب ہے بلینک ورس بھی داخل شعر ہو جائے گی۔ پھر اس پر متکلم کا بالارادہ موزوں کرنا اضافہ ہوا جس سے بعض آیات کلام الٰہی جو موزوں واقع ہوئی ہیں حد شعر سے خارج ہو گئیں۔

شعرائے فارس کے نزدیک شاعری تخیل کا نام ہی۔ نظامی عروضی سمرقندی چہار مقالے میں لکھتا ہی "شاعری صناعتے ست کہ شاعر بداں صنعت اتساق مقدمات موہومہ کند والتیام قیاس نتیجہ، براں وجہ کہ معنی خورد را بزرگ کند و بزرگ را خورد و نیکو را در لباس زشت و زشت را در حلیۂ نیکو جلوہ دہد۔ و با ایہام قوت ہاے غضبانی و شہوانی برانگیزد تا بداں ایہام طبع را انبساطے وانقباضے بود و امور عظام را در نظام عالم سبب گردد"

ارسطو کے نزدیک شعر عبارت ہی مصوری اور نقالی سے، فرق صرف یہ ہی کہ مصور مادی اشیا کی تصویر قلم سے کھینچتا ہی اور شاعر ہر قسم کے خیالات اور جذبات اور احساسات کو الفاظ سے دکھاتا ہی۔

سے خارج ہیں
واشح ہو کہ تذکرہ تلامذہ بدیعہ میں لالہ جی نے اپنی بدمذاقی سے مضطر خیرآبادی کو بھی حضرت امیر کے ممتاز تلامذہ میں شامل کیا ہے۔ مضطر نے جناب مرحوم کو کلام دکھایا ہے مگر اب وہ استاد سے منحرف ہوگئے ہیں مع ہذا وہ نہایت کم سواد شخص ہیں اور گو ان کی غزل میں دو ایک شعر اچھے بھی ہوتے ہیں تاہم ان کی بہت کم غزلیں ایسی ہوں گی جنمیں شعر مہمل اور مبتذل نہ پاسے جائیں، اور اسی لیئے ہیں سنے اُن کو نواب اور ناظم وغیر ہمانوش نوایانِ بزم سخن کی صحبت کے قابل نہیں خیال کیا۔
مضطر ہی کی ایک غزل کا یہ شعر ہے

دعاے وصل سے کہدو پکار دے پردا
کہ سب گھروں میں بہو بیٹیاں سیانی ہیں

ان کے اس قسم کے اشعار مولوی فرخی صاحب، استاد فارسی نواب حامد علیخاں بہادر نے مجھے سنائے تھے جو انہوں نے اپنی ایک بیاض میں منتخب کرکے لکھ رکھے تھے۔ من شاء فلیرجع الیہ۔

اصلاح جناب مرحوم کلام تلامذہ کو نہایت غور و فکر سے ملاحظہ فرماتے تھے اور جا بجا تھوڑی اصلاح جو ضروری ہوتی تھی دیتے تھے یہ نہیں، کہ شاگرد کا کلام استاد کا ہو جاے۔ افسوس ہے کہ اصلاح کے نمونے اس مجموعے کے لیے نہیں مل سکے ورنہ وہ ایک چیز ہوتی
جناب شوکت بلگرامی کو ایک نمونۂ اصلاح یاد تھا جس میں ایک لفظ کے بڑھا دینے سے شعر کو آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ ریاض نے کہا تھا ؎

نواب قلب علی خاں بہادر نواب تخلص	عربی اور فارسی کی تحصیل طالب علمانہ کی تھی اور قابل باپ کے قابل فرزند تھے ۔ وہ استاد کی

بہت ناز برداری کرتے تھے۔ سنا ہے کہ اصلاح کا یہ طریقہ تھا کہ چوبدار غزل لاتا تھا جناب امیر صلاح دیکر واپس فرماتے تھے، نواب بار بار واپس کرتے تھے اور کوئی لفظ کوئی مصرع کوئی شعر بدلنے کی فرمایش ہوتی تھی، اس طرح ان کی غزل ایک شاہد رعنا بن جاتی تھی۔ اہل بصیرت پر مخفی نہیں ہے کہ یہی وجہ ہے کہ نواب کے کلام کا اور مرآۃ الغیب کی شاعری کا انداز جداگانہ ہے۔ نواب کے اشعار کنگھی چوٹی کے مضامین سے پاک، اور بیشتر سنجیدہ اور بامزہ ہیں۔ کئی دیوان اردو کے اور ایک دیوان پارسی، اور چند فارسی نثر کے رسالے تصنیف فرمائے ہیں۔

نواب صفدر علی خاں صفدر	صاحب دیوان ہیں اور طبیعت مذاق یافتہ پائی ہے
نواب بنیاد حسین خاں جاہ	صاحب دیوان ہیں۔
جلیل مانکپوری	یہ وہی کہتے ہیں جو استاد کہتے ہیں اور استاد شاگرد

کے کلام میں بہت مشابہت ہے۔ صاحب تلامذہ ہیں اور اس شرف کے اہل ہیں

ریاض خیرآبادی	یہ ایک انداز خاص کے مالک ہیں جو داغ سے

مشابہ ہے۔ ان کے چند شعر لوگوں کی زبان پر بطور ضرب المثل کے جاری ہیں جس سے قبول عام کا نشان ملتا ہے۔ طبیعت میں جدت بھی ہے مگر افسوس ہے کہ ان کے بعض شعر ایسے بھی دیکھنے میں آئے جو تہ متانت

دیوان قصائد وغیرہ اردو	صنمخانہ کے بعد اس کے طبع کی نوبت نہیں آئی اس میں قصائد رباعیات، خمسے تضمین اور مختلف نظمیں ہیں
امیر اللغات جلد اول	اردو زبان کا نہایت حاوی و مبسوط و بے مثل لغت جس میں الف ممدودہ کے الفاظ و محاورات ہیں اور چھپ گیا ہے
امیر اللغات جلد دوم	اس میں الف مقصورہ کے الفاظ و محاورات جمع کیے ہیں اور چھپ گئی ہے۔
امیر اللغات جلد سوم	اس میں بائے موحدہ اور مثلثہ اور کچھ تائے فوقانی کے الفاظ و محاورات جمع کئے تھے مگر چھپنے کی نوبت نہیں آئی

اس کے بعد پانچ جلدیں تالیف کے لیے اور تجویز ہوئی تھیں۔

تلامذہ جیسے صاحب استعداد اور با سرمایہ تلامذہ استاذ مرحوم کو ملے ان کے اساتذہ معاصرین میں سے کسی کو ایسے بالیاقت شاگرد میسر نہیں آئے، ان میں سے ہم چند ایسے اصحاب کا ذکر کرتے ہیں جو جناب مرحوم کی توجہ سے پایۂ استادی پر فائز ہوئے اور بہی ان کے سوا اچھے کہنے والے ہیں۔

نواب ناظم فرمانفرمائے رام پور	نہایت با استعداد رئیس تھے۔ فن معقول سے طبیعت کو ایک خاص مناسبت تھی

مولانا فضل حق خیرآبادی سے تلمذ تھا۔ ان کو ابتدا میں مومن مرحوم اور ان کے بعد مرزا غالب سے مشورۂ سخن رہا، آخر میں منشی مظفر علی صاحب اسیر اور جناب امیر کو کلام دکھایا۔ صاحبِ دیوان ہیں۔

۵ تذکرہ انتخاب یادگار و دیباچہ امیر اللغات جلد اول ۱۲ ثاقب

ذکر شاہ انبیا | نعتیہ مسدس ہی مشتمل بر احوال ولادت و رضاعت و فضائل و شمائل و معراج و وفات حضرت نبویؐ یہ بھی قدیم تصنیف ہی

واسوخت اردو شکایت رنجش | یہ چھہ واسوخت سنہ ۱۲۸۴ ہجری کی تصنیف ہیں اور سب نام تاریخی ہیں منشی نولکشور نے جو مجموعہ واسوخت
غبار طبع حسد اغیار صفیر آتش بار
بانگ اضطرار

کا شعلۂ جوالہ کے نام سے طبع کیا ہی اُس میں یہ سب واسوخت داخل ہیں

محامد خاتم النبیین | یہ اردو دیوان نعت میں ہی مشتمل بر قصائد و غزلیات و تخمیس و تضمین سنہ ۱۲۸۹ ہجری میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔ نام بھی تاریخی ہی۔

انتخاب یادگار | شعراے رامپور کا تذکرہ ہی۔ ۳۰۔ ۳۵ جزو کا حجم ہی سنہ ۱۲۹۰ میں تالیف ہوا۔ تاریخی نام ہی۔

نماز کے اسرار | احکام و ادعیۂ نماز کا ذکر ہی۔

زاد الامیر فی دعوات البشیر النذیر | یعنی ادعیۂ مسنونہ سراپا تاثیر

خیابان آفرینش | نام تاریخی ہی اور سنہ ۱۳۰۵ ہجری کی تصنیف ہی۔ جناب رسالت مآبؐ کی ولادت باسعادت کا ذکر ہی۔

مراۃ الغیب | پہلا دیوان عاشقانہ ہی۔

صنم خانۂ عشق | اردو غزلیات کا دیوان ہی سنہ ۱۳۰۳ ہجری میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔

جوہر انتخاب | مفردات اردو کا مجموعہ ہی جس میں منتخب اشعار درج ہیں۔

گوہر انتخاب | دوسرا مجموعہ مفردات اردو کا ہی۔

تصنیفات و تالیفات — جناب مرحوم کی تصنیف و تالیف سے بہت سے رسائل و مسودات غیر مرتب ہرگامہ غدر میں ضائع و برباد ہوئے اور کچھ سنہ ۹۹ء میں مکان مسکونہ میں آگ لگ جانے سے تلف ہو گئے جنکا ہمکو تفصیلی علم نہیں ہے۔ البتہ جو تحریریں ترتیب پاگئیں اور جو کتابیں مکمل ہوکر شائع ہو گئیں ان کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

ارشاد السلطان و ہدایتہ السلطان — یہ دونوں کتابیں جناب مرحوم نے قبل از غدر تصنیف فرماکر واجد علی شاہ بادشاہ اودہ کے حضور میں پیش کی تھیں جن کی جلدمیں سرکار شاہی سے خلعت اور انعام مرحمت ہوا

دیوان غزل و قصائد اردو — یہ ابتدائی کلام تھا اور ایام غدر میں تلف ہوگیا لکھنؤ کی مشاعروں کی طرحی غزلیں اور بادشاہ اودہ کی شان میں قصائد اور مختلف نظمیں تھیں۔ اس دیوان کا نام غیرت بہارستان تھا

سرمۂ بصیرت — الفاظ عربی و فارسی جو خلط زبان اردو اور مستعمل ہیں ان کی تصحیح و تنقیح فرمائی تھی اور کلام اساتذۂ متقدمین اور متاخرین سے سندیں دی تھیں۔ ۴۰ یا ۴۰ جزو کی کتاب ہے۔

بہار ہند — اس میں اردو مصطلحات و محاورات کو ایک جگہ جمع کیا تھا اور سند میں اساتذہ کا کلام درج کیا تھا۔ اسی لغت کو وسعت دیکر امیر اللغات کو مبسوط شکل میں لانے کا قصد تھا۔

نور تجلی، ابر کرم — یہ دو مثنویاں کلام سابق سے مشتمل بر حکایات و روایات اخلاق و معرفت ہیں

بعد بھی انہوں نے ایک غزل کے چند شعر کہے تھے۔ جس کا مقطع جو حقیقت میں امیر مرحوم کی شاعری کا مقطع ہے ان کا انتہائی کلام ہے اور وہ یہ ہے کہ

شاعری میں امیر کی خاطر   میر اپنی زبان چھوڑ گئے

افسوس ہے کہ میر رہے نہ ان کی زبان خالی باتیں رہ گئی ہیں۔ ہائے مجھے استاذ مرحوم کا یہ کہنا کسی طرح نہیں بھولتا کہ ؎

ہے آج جو سرگذشت اپنی   کل اس کی کہانیاں بنیں گی

جناب حافظ عبدالجلیل صاحب مارہروی نے جو حضرت استاذ کے احباب میں سے ہیں کیا خوب تاریخ وفات کہی ہے جس سے ان کے حالات و اخلاق پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ چونکہ تاریخ مذکور بدیر وصول ہوئی اس لئے یہاں درج کی جاتی ہے

رفت امیر شاعراں منشی امیر احمد امیر   آنکہ نغز و شعر اندر ذات او بود اجتماع

زیب اوج فصاحت فی سکنش شد امیر   گوہر شستہ در مخزن جواہر از ارتفاع

نقش بند کاف و نون از قدرتش در ذات او   حسن صورت حسن سیرت ہر دو نمود اجتماع

با معانی الف ہم شوخی نیرنگی عطا گردید   ما سوائے خیر ناگفتہ شنید گوش نے سماع

شد چند دستار شاگردان فیض   یافت ستہ [illegible] از التماع

اندہ [illegible] کہ باشد [illegible]   می بینا قاصب [illegible] انقطاع

لیک با طمن [illegible]   گو نمی فہمند کنش دم [illegible]

زحمت مرض [illegible]   الغذا در میاں جسم و جاں شد انتزاع

منکر نغمے کہ بادانی ملازم ہم گہے   جز بالفاظ ادب ہر گز نہ شد زو استماع

مولد و ہم منشا او بود شہر لکھنؤ   حیدرآباد دکن شد جائے دفن اضطجاع

در حق ارباب حاجت سعی فرمی نمود   اندرم ہم از قلم ہم از قدم ہم از ذراع

در فنون مختلف تصنیف ہا بگذاشت   بہر حصہ لیما آمدہ در انطباع

آخر از تش قضا گردید دامن گیر حال   در پی عزم دکن افتاد و بربست متاع

الغرض از منزل مقصود رفتہ شد امین   ظاہراً حاصل نیامش نیز بجا اندفاع

ہم للانسان ابدیش ما تمنی انتہا مش   زایہ زاتیہ ایں یا بداند فارع

تو زدہ تاریخ انا بہ تا دی الاخرہ   لیل یکشنبہ ابنائی گفت الوداع

مصرع تاریخ رحلت حسب مالش قد ان جلیل

ہاں نیابد ہیچ کس بہ دفن خود اطلاع

۱۳ ۶ ۱ ۸

امیر کیسے شعر کہتا ہی یہ سنکر امیر مرحوم پہلے تو بہت انکار کرتے رہی مگر شفیق باپ کے محبت آمیز اصرار سے مجبور ہو کر عرض کیا کہ گھر میں سب لوگ کہا کرتے ہیں کہ برسات گزری جاتی ہی اور بارش نہیں ہوتی ہی مضمون کو کہا ہی اور اس تمہید کے بعد یہ شعر جو حضرت نے اسی زمانہ میں تصنیف فرمایا تھا عرض کیا کہ ؎

ابر آتا ہی ہر بار برستا نہیں پانی   اس غم سے ہی یارو میرے شکوں کی روانی

یہ سن کے شفیق باپ نے تعریف سے دل بڑھایا کہ ہیں شعر تو بہت صاف ہی اور مضمون بھی سچا لیکن تمہارا سن ابھی اس مشغلہ کے لیے موزوں نہیں پہلے اچھی طرح پڑھ لکھ لو اس کے بعد شعر کہنا۔ یہ روایت اس زمانہ کی ہی جب منشی صاحب پندرہ برس کے تھے ممکن ہی کہ اس کے قبل انھوں نے اور بھی شعر کہے ہوں لیکن عموماً لوگوں کو جوان کی شاعری کا حال معلوم ہوا وہ اسی واقعے سے اس لیے اگر ہم اس شعر کو امیر کا ابتدائی کلام کہیں تو بیجا نہیں۔ یہ جو کہتے ہیں کہ بچے کے پاؤں پالنے میں معلوم ہوتے ہیں بالکل سچ ہی اگر ہم اس شعر کی خوبی معلوم کرنا چاہیں تو اس کی آسان تدبیر یہ ہی کہ اسی مضمون کو اسی بحر و قافیہ میں موزون کر کے دیکھیں میرا خیال ہی کہ اس امتحان کے بعد ہر شخص کو یہ کہنا پڑے گا کہ ہمالے تکوسرت از بہار سش پیدا ست۔ پندرہ برس کے لڑکے کا خیال تو آپ سن چکے اب دیکھیے کہ بہتر برس کا مشاق سخن کیا کہتا ہے ۱۳۱۸ ہجری کا واقعہ ہی کہ جب امیر مرحوم نے حیدرآباد کا سفر کیا جو حقیقتاً ان کا سفر آخرت تھا تو راہ میں ایک مسدس اعلحضرت حضور نظام کی مدح میں تصنیف فرمایا تھا جو چھپ چکا ہی اور وہی انکا آخر کلام سمجھا جا سکتا ہی۔ لیکن حقیقتاً اس کے

اور انتہائی کلام شائع کیا ہے جس سے ان کی شاعری اور موزونی طبع کی فی الجملہ کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ وہ ہم اس جگہ بجنسہ نقل کرتے ہیں۔

امیر کا ابتدائی اور انتہائی کلام

ہر چیز کی ابتدا چونکہ بہت خفیف ہوتی ہے اس لیے لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے لیکن جب وہ باتیں منتہائے کمال کو پہنچ جاتی ہیں اس وقت ہماری آنکھیں ان ابتدائی خفیف باتوں کو ڈھونڈھتی ہیں جنہوں نے ان کو معراج کمال پر پہنچایا۔ اس کا خیال تو اکثر لوگ کرتے ہیں کہ "یہ بچپنا ہے تو اس کا شباب کیا ہوگا" لیکن ایسے لوگ بہت کم نکلیں گے جو عمر رفتہ کی یاد تازہ رکھیں اور اس سے سبق لیں۔ چونکہ میرا افسردہ اور مرا ہوا دل اسی لیے بنایا گیا ہے کہ گزرے ہوؤں کی یاد میں رویا کرے اور اُن کے انجام کو سوچا کرے اس لیے سوا اس کے اور کوئی مضمون مجھے ملتا ہی نہیں کہ ان کی باتیں کروں اور سر دھنوں اس کے قبل اردوئے معلیٰ کے کسی پرچہ میں "انیس کا ابتدائی اور انتہائی کلام" نذر ناظرین کر چکا ہوں اور آج ایک دوسرے مسیحائے سخن یعنی حضرت امیر مینائی مرحوم و مغفور کا ابتدائی اور انتہائی کلام سناتا ہوں۔

میرے جلیل القدر دوست حافظ جلیل حسن صاحب جلیل بیان فرماتے تھے کہ حضرت کو بچپن ہی سے شاعری کا چسکا تھا یہ خبر جب ان کے والد ماجد کو پہنچی تو ایک دن شب کو جبکہ منشی صاحب مرحوم بیٹھے پاؤں دبا رہے تھے اُن کے والد ماجد نے پوچھا "میاں ہم نے سنا ہے کہ تم شعر کہتے ہو ذرا ہم بھی سنیں کہ ہمارا

سال ایں سانحہ شوکت پرسید ۔ بانش گفت بصد سینہ زنی
من غمزدہ چگویم در باب ۔ حال و سالش زغریب الوطنی

وفات استاذ پر جناب شوکت نے ایک مسدس بھی کہا تھا جس کے آخر میں سال وفات اس طرح نظم کیا تھا ۔

ہاتف غم سال مینائی بخواند ۔ آن قدح بشکست وآں ساقی نماند
۱۳۱۸ھ

تاریخ وفات از حضرت جلال لکھنوی ۔

کجا امیر کجا سر زمین ملک دکن ۔ کہاں تھا مسکن، ہر فن کہاں ہوا ہے نصیب
جلال لکھ دو یہ تاریخ ان کی رحلت کی ۔ امیر ہوگئے حیدر آباد میں غریب

جامع مکتوبات ۱۸۹۹ء میں بمقام رامپور حاضر خدمت استاذ ہوا تھا اثنائے گفتگو میں مجھ سے ارشاد فرمایا کہ عنقریب حیدر آباد کا قصد ہے راہ میں بمقام آگرہ میرے پاس قیام ہوگا اور قبل روانگی اطلاع دی جائے گی ۔ مگر پھر معلوم ہوا کہ جب آگرہ کے اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی سے بوجہ ضعف نہیں اترے اور بلا توقف سیدھے حیدر آباد ہوئے ۔

جب رحلت استاذ کی خبر ہندوستان میں منتشر ہوئی تو اہل فن پر حسرت و افسوس کا عالم طاری ہوا اور بزم سخن بزم ماتم بن گئی امیر گوشہ ملک سے اظہار غم کی آوازیں بلند ہوئیں ۔ سینکڑوں مضامین تعزیت اخبارات اور رسائل میں چھپے اور ارباب سخن نے کثرت سے تاریخ ہائے وفات لکھ کر اپنا رنج و غم ظاہر کیا ۔ اور ایک مجموعہ بہت سی تاریخوں کا کتابی صورت میں شائع کیا گیا ۔ اردوئے معلیٰ میں جناب شوکت نے ایک مضمون بعنوان امیر کا انتقال

مرزا داغ کو کمال پریشانی اور اضطراب ہوا اور اسی عالم سراسیمگی میں یہ حسرت انگیز مطلع اُن کی زبان پر آیا ؎

خاک اس سے عشق نے چھنوائی تھی　　دشت میں مجنوں کی مٹی لائی تھی

اور تین تاریخیں وفات استاد میں نظم فرمائیں جنکے مادہ ہائے سال رحلت یہ ہیں۔

ہے دعا ہی داغ کی تاریخ بھی　　قصر عالی پائے جنت میں امیر
آج اس غم کی یہ کہی تاریخ　　اب ہوا آہ دل پہ داغ امیر
مل گئی تاریخ دل سے داغ کے　　آہ لطف شاعری جاتا رہا

اور راجہ راجایان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شاد تخلص وزیر اعظم دولت آصفیہ نے یہ قطعۂ وفات نظم کیا۔

رازدار جہاں امیر رفتہ فریاد　　گفتہ رضواں کہ گشت فردوس آباد
گفتیم دعائیہ چنیں سال وفات　　محمود بود آخرت او اے شاد

حضرت شوکت نے تاریخ کہی

مفتی بود کہ در علم و عمل　　یافت فتواش قبول حسنی
منشی بود کہ انشا می کرد　　نوک کلکش تر و تازہ چمنی
اوست مینائی و جامی از وے　　وام کردہ ہمہ شیریں سخنی
رشک بردہ فلک مینائی　　ہم لقب دیدہ وحید الزمنی
سنگ زد بردل مینائی ما　　کار چرخ ست ہمہ سنگ زنی
ابتدا او بہ بریدش ز وطن　　عاقبت گشت ز پیماں شکنی

اراکین و عمائد شہر کا استقبال کیلئے ہجوم تھا اور وہ سب بڑی شان و آبرو کے ساتھ جناب مرحوم کو شہر میں لائے۔ احباب حیدرآباد کی جانب سے مہمانداری کا اصرار ہوا مگر استاد نے نواب مرزا خانصاحب داغ کے اصرار بیحد سے انہیں کی مہمانی قبول فرمائی اور انہیں کے مکان میں فروکش ہوئے اور مروت و ہمدمی نے کسی دوسری جگہ رہنے کی اجازت نہیں دی۔ لیکن ہنوز صعوبات سفر اور کسل راہ سے ہوش بجا نہوئے تھے کہ زمانہ فسوں ساز نے چال چلا اور جناب مرحوم ایک مہینے نو روز مبتلائے آلام رہکر ۷۳ برس ۱۰ ماہ کے سن میں بتاریخ ۱۹ جمادی الاخر ۱۳۱۸ھ ہجری مطابق ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء بمقام حیدرآباد دکن نہضت فرمائے خلد بریں ہوئے۔ افسوس! وہ نورانی پیکر جان فن و ہنر زیر خاک اور وہ صحبت دل آرا و جان پرور خواب فراموش ہوگئی۔ کسی نے "لسان صدق فی الآخرین" تاریخ رحلت کہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حالت مرض میں نواب فصیح الملک مرزا داغ اور پنڈت رتن ناتھ سرشار ۱۳۱۸ ہجری تیمارداری میں مصروف رہے۔ اور مہاراجہ کشن پرشاد وزیر بھی کئی بار مزاج پرسی اور عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اس عیادت کے شکریئے میں جناب مرحوم نے چند رباعیاں حالت مرض میں مہاراجہ صاحب کو لکھکر بھیجی ہیں ایک یہ ہے۔

ہے آپ کا اخلاق جو ہمدرد مرا ۔۔۔ رشک دم عیسیٰ ہے دم سرد مرا
فرماتے ہیں ہر روز عیادت میری ۔۔۔ درماں مرے حق میں ہوگیا درد مرا

حضور نظام کو جب اس حادثے کی خبر ہوئی تو بہت رنجیدہ ہوئے اور بار بار اظہار تاسف کیا۔

مرحوم نے ایک نظم جو اثنائے راہ میں بندگانِ عالی کے لیے لکھی تھی پڑھکر سنائی جو اس قدر مطبوع طبع اشرف ہوئی کہ بکمال شوق خود ہاتھ بڑھا کر لے لی، اور ہمرکاب چلنے کے لیے اصرار فرمایا۔ استاذ نے بلطائف الحیل ٹالنا چاہا مگر حضور کے سامنے کیا پیش جا سکتی تھی۔ مجبوراً کہنا پڑا کہ میں ریاست رام پور کا نمک پروردہ قدیم ہوں بغیر حصول اجازت یہ مبادرت و جسارت نہیں کر سکتا۔ وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ آغاز گرما میں بعد حصول اجازت شرفیاب حضوری ہونگا۔ اور اپنے عوارض و ضعف کی بھی شکایت کرتے ہوئے ہمراہی سے معذوری ظاہر کی

اس موقع پر بنارس میں جو مسدس بندگانِ عالی کے سامنے پڑھا تھا اُس کا ایک بند ہم کو ملا ہے فرماتے ہیں:۔

یہ سخن وہ ہی جو ہے روحِ سخن جانِ سخن   تاج سلطاں کی ہے کیوں نہو سلطانِ سخن
شان دربار یہ کہتی ہے بڑھے شانِ سخن   ہاں سخنور ہی گو ہے یہی میدانِ سخن

ہوں سب اشعار رسیلے کہ بنارس یہ ہے
شش جہت میں ہو یہ شہرہ کہ مسدس یہ ہے

بنارس سے واپس ہونے پر ایفائے وعدہ کا خیال ہوا اور بڑی مشکل سے اجازت حاصل کرنے کے بعد تہیہ سفر کیا اور خلف اوسط منشی لطیف احمد صاحب اختر اور تلمیذ رشید حافظ جلیل حسن صاحب مانکپوری اور چند ملازمین کو ساتھ لیکر حیدر آباد روانہ ہوئے۔ چونکہ اہالی حیدر آباد کو استاذ کی روانگی کی اطلاع مل چکی تھی اس لیے ۱ جمادی الاول ۱۳۱۸ ہجری کو حیدر آباد دکن کے اسٹیشن پر

فرماتے ہیں - ؎

دلی سے رام پور میں لایا جنوں کا جوش ویرانہ چھوڑ آئے ہیں ویرانہ تر میں ہم

دربار مسائل معقول و منقول اور شعر و سخن کے فروع و اصول کا جولان گاہ تھا۔ مشاعرے بھی ہوتے تھے اور نواب و امیر اس انجمن کے میر مجلس تھے نواب نہایت با استعداد اور نقاد سخن تھے استاد مرحوم سے مشورہ سخن تھا اور نواب کی ناز برداری اور قدر افزائی نے ان کو رام پور کا پابند کر رکھا تھا۔ اور یہی کو وہ اپنا وطن سمجھتے تھے۔ ۴۳ برس رام پور استاد کا مسکن رہا

نواب کی رحلت، حضور نظام سے ملاقات، سفر حیدرآباد، وفات حسرت آیات

نواب کے انتقال کے بعد جنرل عظیم الدین خاں بہادر مرحوم مدار المہام رامپور نے امیر اللغات کی سرپرستی فرمائی اور استاد اس کی ترتیب میں مصروف رہے مگر نواب کی مفارقت اور بزم سخن کا درہم برہم ہو جانا ان کے دل پر نہایت شاق تھا چنانچہ اسی دلکش صحبت کی یاد میں فرماتے ہیں

کہاں ہم اے امیر اب اور کہاں داغ وہ جلسے ہو چکے خلد آشیاں تک

اسی دوران میں حضور نظام والی دکن کی طرف سے متواتر تحریکیں طلب میں شروع ہوئیں، استاد کی جانب سے امروز فردا ہوتا رہا۔ اور ضعف پیری اور برس بول کے دورے بھی مانع سفر رہے لیکن حضور نظام جناب امیر کو نہیں بھولے اور بالآخر انھوں نے آغاز سنہ ۱۹۰۰ء میں کلکتے تشریف لے جاتے ہوئے باصرار تمام لکھا کہ ہم سے بنارس میں ملو۔ چنانچہ استاد بنارس میں شرف حضوری سے بہرہ ور ہوئے۔ نظام نہایت عزت و احترام سے پیش آئے۔ جناب

اس دیوان کے علاوہ جو کلام حضرت امیر اور استاد مرحوم کا دیکھا ہوا ہے وہ بھی نعت سے خالی نہیں ہے۔

جب نواب ناظم نے رحلت کی اور ۱۲۸۲ھ ہجری میں نواب کلب علی خاں بہادر مسند نشین ہوئے تو ان کو فن شعر میں باپ سے بھی زیادہ انہماک اور شغف تھا اور رام پور اُن کے عہد مبارک میں رشک شیراز و صفاہان ہو رہا تھا صلحا، علما، شعرا، خوش نویس، غرض ہر فن کا کامل نواب کی قدر دانی اور فیض گستری سے کامیاب تھا۔

جو لوگ نظر دوربیں رکھتے ہیں اور زمانہ شناس ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں کہ اکبر اعظم کے دربار کا ہلکے رنگ کا خاکا بہادر شاہ ظفر کا عہد اور مٹی ہوئی دلی کا نشان خلد آشیانی رام پور تھا۔ آداب دربار، مجالس سخن، محافل دانش و فن میں فر و شوکت سلاطین مغلیہ کی جھلک رام پور ہی میں پائی جاتی تھی۔

شعرا میں اسوقت حیا، اسیر، بحر، قلق، داغ، جلال، منیر، عروج، تسلیم کے سے اساتذۂ فن نواب کے خوان بذل و احسان سے فیض پذیر تھے۔

مرزا غالب بھی کبھی کبھی آکر مہینے دو دو مہینے نواب کے مہمان رہتے تھے۔ اک بار رام پور سے رخصت ہوتے ہوئے کہتے ہیں ؎

آج ہم حضرت نواب سے بھی مل آئے	اب ہے دلی کی طرف کوچ ہمارا غالب

اسی غزل کا یہ شعر ہے۔

دیدۂ خوں بار ہے مدت سے ولے آج ندیم	دل کے ٹکڑے بھی کئی خون کے شامل آئے

مومن مرحوم بھی رام پور آئے تھے، وہ نواب ناظم کا عہد تھا، چنانچہ

بھی تلف ہو گیا۔

غدر کے فرو ہونے کے بعد ۱۲۷۵ھ ہجری میں نواب یوسف علیخاں بہادر متخلص بناظم فرمانروائے ریاست رام پور نے جو مومن، غالب اور اسیر کے شاگرد تھے حضرت مرحوم کا آوازۂ سخن سنکر کمال آرزو اور عزت کے ساتھ رام پور طلب فرما کر حاکم دیوانی حسن کا لقب مفتی عدالت تھا مقرر کیا، اور آخر میں ان سے مشورۂ سخن بھی فرمانے لگے۔

نواب ناظم کا پہلا دیوان جو عرصہ ہوا چھپا تھا اور اب کم یاب ہے وہ مرزا غالب کا دیکھا ہوا ہے

شادابی خیال، نوے ترکیب، جدت مضمون، لطافت زبان اور متانت بیان اس دلفریب کا زیور ہے۔ دیوان نہیں معنی زار خوبی اور نگارستان محبوبی ہے اس دیوان میں ایک یہ بات مرزا کے اردو کلام سے زیادہ ہے کہ اغلاق نہیں مگر خیال اچھوتا، زبان پاکیزہ، طرز ادا دل نشین ہے۔ یہ سخن سرائی معنی آرائی سزاوار صد ہزار آفرین ہے۔[۱]

خاکسار کو جولائی ۱۹۰۸ء میں خوابیدگاں نزہت گاہ تقدس کی توجہ اور (رباعی)، فرخندہ جہان بے مثالی + ممدوح اہانی و اعالی + پیرانۂ صدق و مایۂ فضل + شمس العلما جناب حالی۔ کا اشتیاق زیارت پانی پت لے گیا۔ میں ایک روز یہ مسودہ ان کو سنا رہا تھا۔ جب اس مقام پر پہنچا تو مولانا نے فرمایا کہ "نواب مصطفٰے خان صاحب شیفتہ فرماتے تھے کہ "ایک روز مرزا غالب نے مجھے یہ مطلع سنایا" میں نے بہت تعریف کی تو فرمایا کہ "بھیا میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا"۔ مطلع،
خوشی جینے کی کیا مرنے کا غم کیا + ہماری زندگی کیا اور ہم کیا۔ ۱۲ ثاقب۔

گردش بخت کہاں سے ہمیں لائی ہے کہاں | منزلوں وادیٔ غربت سے وطن دور رہا
اک عمر ہوگئی کہ اقامت سفر میں ہے | نقشہ مگر وطن کا ابھی تک نظر میں ہے
شام غربت میں یہ ہر روز خیال آتا ہے | اے خدا ہم بھی کبھی صبح وطن دیکھیں گے

تعلق ریاست رام پور اگرچہ ابتدا ہی سے طبیعت موزوں واقع ہوئی تھی اور فکر سخن سے دل بستگی تھی مگر بعد تحصیل و تکمیل علوم درسیہ اُستاذ مرحوم کو شعر کی جانب میلان خاطر زیادہ ہوا اور حضرت اسیر کا تلمذ اختیار فرمایا اُستاد اسیر سلطان عالم واجد علی شاہ کے مصاحب خاص تھے اس لیے جناب امیر بھی دربار شاہی میں پہنچے۔ وہ پہلے پہل سنہ ۱۲۶۹ ہجری میں باریاب دربار شاہی ہوئے اور دو کتابیں "ارشاد السلطان وہدایۃ السلطان" تصنیف فرماکر پیش کیں اور خلعت فاخرہ اور انعام سلطانی سے شرف حاصل کیا۔ مع ہذا چونکہ بادشاہ خود سخن سنج اور سخن شناس تھے، حضرت نے اُستاذ کی یہ قدردانی بھی فرمائی کہ شاہی مشاعروں میں شریک کئے گئے۔

ہر چند زمانہ شیخ ناسخ و خواجہ آتش کو رخصت کر چکا تھا مگر ان دونوں باکمالوں کے بہت سے شاگرد جو بجائے خود استاد تھے لکھنؤ میں موجود تھے اور مشاعروں سے کوئی دن خالی نہ جاتا تھا۔ جناب مرحوم بھی طرحی مشاعرہ پر غزل لکھکر پڑھتے تھے اور اساتذہ فن سے داد سخن لیتے تھے۔ بادشاہ کی مدح میں بھی بلیغ قصائد لکھکر سناتے تھے۔ اس طبع آزمائی اور مشق سخن کے زمانے میں ایک ضخیم وجسیم دیوان غزلیات و قصائد اردو کا مدون ہوگیا تھا لیکن انتزاع سلطنت اودھ اور حوادث دارو گیر غدر اور بربادی لکھنؤ کے ساتھ جان اور سامان و اسباب سب غارت ہوا اور

سخن کرتی تھی جیسا کہ ان کے اکثر اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔ رام پور آنے سے پیشتر لکھنو میں سلطان عالم واجد علی شاہ کے دربار سے تعلق ہوگیا تھا اور وہاں کے مشاعرے اور قیصر باغ کے جلسے جناب مرحوم کے پیش نظر تھے جن کو ہمیشہ یاد کیا کئے جب کبھی لکھنو کا ذکر آجاتا تھا تو ایک ٹھنڈی سانس بھرتے تھے اور آنکھوں میں آنسو بھر لاتے تھے اور کس طرح اس لکھنو کو یاد کرتے جس کے در و دیوار عیش و عشرت کے زندہ مرقعے تھے۔ اس غزل کو دیکھیے ؎

کس کے چمکے چاند سے رخسار قیصر باغ میں	چاندنی ہے سایہ دیوار قیصر باغ میں
فی الحقیقت یہ بھی کم گلزار جنت سے نہیں	حوریں پھرتی ہیں سر بازار قیصر باغ میں
لوٹتا پھرتا ہے مارے خوشی کے صبح و شام	وجد میں ہے سایہ دیوار قیصر باغ میں
لحن نغموں میں ہو سعدی کی گلستاں کا جواب	بلبلیں کھولیں اگر منقار قیصر باغ میں
زیر شاخ گل اگر سبزہ کبھی سونے لگا	شور بلبل نے کیا بیدار قیصر باغ میں
تشنگان شوق میں شیریں لبوں کے میہماں	بٹ رہا ہے شربت دیدار قیصر باغ میں
کہہ رہی ہے چینو بر قامتوں سے فاختہ	آؤ بھی پھر علم بردار قیصر باغ میں
اے دل مایوس بے برگی سے افسردہ نہ ہو	لائے گا نخل تمنا بار قیصر باغ میں
دور ہوں گی کلفتیں مت جائیں گی سب کا تشنگیر	لالہ ہے بے داغ گل بے خار قیصر باغ میں
سایہ بال ہما کیا ڈھونڈتا ہے اے امیر	بیٹھ زیر سایہ دیوار قیصر باغ میں

اور بادشاہ کو اس طرح یاد کرتے ہیں ؎

ہے لکھنو کی جان تو سیکھتے ہیں امیر	خاک لگے میری آنکھ کو اب لکھنو پسند

اور بھی جا بجا یاد وطن میں اشک ریزی کی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

کی اس محنت پژدہی اور معنی آفرینی کی داد دی اور مسرت ظاہر کی اور فرمایا
کہ یہ نظم و نثر اصل میں یونہی طرح تھی -
ایک وقت جب میں نے استاد سے کہا کہ مرزا بیدل کے اکثر شعر سمجھ میں نہیں
آتے تو فرمایا کہ سچ تو یہ ہے کہ یہ خوبی بیدل ہی کے کلام میں ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا
اور اچھا معلوم ہوتا ہے -
مرزا داغ کی ایک غزل کو پسند فرمایا اور خود بھی اس زمین میں گوہر افشانی کی
اور مقطع میں مرزا کے کلام کی اس طرح داد دی ؎
امیر اچھی غزل ہے داغ کی جسکا یہ مصرع ہے ۔ بھویں تنتی ہیں خنجر ہات میں ہے تنکے بیٹھے ہیں
کسی کی برائی سننا گوارا نہ تھی اور تعریف سے خوش ہوتے تھے
آخر زمانہ میں ایک وسیع سرکاری مکان میں سکونت تھی جو پرانی کھنڈسار
کے نام سے مشہور ہے - زنانہ مکان ملحق تھا اور باہر نہایت وسیع صحن اور متعدد
مکانات تھے ۔ وسط صحن میں ایک بنگلیا نبار کی تھی بیشتر اسی میں نشست رہتی
تھی ۔ دن کو شغل اصلاح اور تصنیف و تالیف رہتا تھا اور کچھ وقت ملاقات احباب
میں صرف ہوتا تھا - شب کو بقدر ضرورت استراحت فرماتے تھے باقی وقت
ذکر و عبادت کے لیے مخصوص تھا
رام پور کے قیام دراز کی وجہ سے لکھنؤ کی آمد و رفت اور تعلقات بہت
کم ہوگئے تھے اور وہاں وطن کی سی کیفیت اور تعلقات پیدا ہوگئے تھے نیز نواب
خلد آشیاں کلب علی خاں بہادر کی توجہ اور قدر دانی سے ہر طرح کا سامان راحت
و دل بستگی ستانے کے لیے رام پور میں مہیا تھا مگر پھر بھی وطن کی یاد ان کو

گولوں کو آگ دیجئے نا چھچھوندر کو چھوڑیئے — ایسی بزرگ شب میں یہ کیا واہیات ہے

تمام عمر زبان کو کسی کی ہجو سے آلودہ نہ کیا اور نہ کسی سے اپنی ہجو کرائی۔ بُرا کہا نہ برا سنا۔

مزاج میں انصاف بہت تھا کبھی نفسانیت یا سخن پروری کو کسی امر میں دخل نہ دیتے تھے اور امر حق کو نہایت شکرگزاری سے تسلیم کر لیتے تھے۔

امیر اللغات کی تالیف میں سارے ملک سے رائے طلب کی اور جو رائے جس نے دی اور وہ صائب ہوئی بلا تامل اس کو مان لیا۔ ہر جگہ محاورات کی سند میں دوسرے اساتذہ کے اشعار پیش کئے اپنا ایک شعر بھی کہیں نہیں لکھا۔ چنانچہ سر سید مرحوم نے اپنے ریویو میں اسکا ذکر بھی کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ "ہمارے نزدیک جناب مصنف کو یہ تکلیف اٹھانی ضرور نہ تھی کیونکہ وہ خود ہی سند ہیں" ان کو دوسروں کے کلام سے سند لانے کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔

جامع مکتوبات نے ایک مرتبہ استاد کے حضور میں جناب قبلہ محسن کاکوروی علیہ الرحمتہ کی سخن آفرینی اور بلاغت کلام کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ان کا کلام ایک عالم ہے خیالات نادرہ کا، کہ اس کو دیکھکر انسان حیران ہوتا ہے۔ اور انکا ہر شعر معراج بلاغت ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ حضرت محسن نے زمانہ غدر سے پیشتر کاکوری میں مرزا بیدل رضوان اللہ علیہ کے کرم خوردہ کلام کو ترتیب دیکر جہاں جہاں کیڑا لگ گیا تھا اُن مقامات پر اپنی فکر صائب سے فقرے اور شعر ضم کیے تھے۔ اسطرح جب وہ کل کلام درست فرما چکے تو شب کو جناب مولانا نے مرزائے مرحوم کو عالم رویا میں دیکھا اور اس بحر مواج نکتہ پروری نے مولانا

زبانی ناقل ہیں کہ استاذ غدر کی تباہی سے پریشان اور خستہ حال ہو گئے تھے احباب مصر تھے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کی ملازمت اختیار فرمالیں۔ چونکہ اس زمانے میں علماء کے لیے صدر امین اور صدر الصدور ہونا دشوار نہ تھا بلکہ ایسے کاملین کے لیے یہ عہدے مخصوص ہو گئے تھے اس لئے بارسوخ احباب نے جج صاحب کو اس امر پر بآسانی رضامند کر لیا کہ وہ آپ کے واسطے صدر امینی کی رپورٹ کر دیں اور جناب امیر کے درپے ہوئے کہ آپ کچہری میں چلکر جج صاحب سے مل لیجئے۔ استاذ کو انکار شدید تھا مگر جب دوستوں نے نہ مانا تو حضرت نے فرمایا کہ میں اس شرط پر چلتا ہوں کہ عدالت میں پہنچکر جو آواز سب سے پہلے میرے کان میں آئیگی اس سے درباب اختیار و انکار ملازمت تفاول کروں گا چنانچہ احباب نے اس کو قبول کر لیا اور حضرت جی کو تشریف لے گئے۔ کچہری کے احاطے میں داخل ہوئے تھے کہ سنا ایک چپراسی آواز دے رہا ہے کہ "گیا دین حاضر ہے" یہ سنکر اُستاد اُنہیں پاؤں واپس آئے اور دوستان ہمراہی سے فرمایا کہ جب نوکری میں دین گیا وہ ملازمت میرے بس کی نہیں ہے۔

اس سے ان کی احتیاط، تورع اور خیالات مذہبی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ابتدائے عمر ہی سے وہ صاحب صلاح و تقوی تھے۔

لطیفہ آتش بازی سے نفرت تھی۔ ایک بار شب برات کے موقع پر اطفال کے اصرار سے جو عیدی تصنیف فرمائی تھی اس میں شعر آخر قطعہ کا یہ تھا ؎

ہیں ہاری اور اپنی خوش سلیقگی سے اسی مختصر ذخیرہ کو ترتیب دیکر ایک دلکش
[illegible] ظاہر کیا ہی۔

[illegible] نے اس کتاب میں اول جناب ممدوح کی مختصر لائف قلمبند کی ہی
[illegible] آزادی کے ساتھ رویو کیا ہی اور ان کے دونوں
[illegible] کا مقابلہ فصیح الملک مرحوم کے دیوانوں سے کرکے دونوں استادوں
[illegible] کلام میں جو فرق دیکھا ہے و بغیر کسی قسم کے حیف و میل کے پبلک پر ظاہر کیا
ہے اور پست و بلند دونوں قسم کے اشعار کے نمونے دونوں صاحبوں کے
کلام سے التقاط کرکے ناظرین کو دکھائے ہیں۔

اگرچہ بدقسمتی سے ہمارے ملک کے اہل قلم میں ابھی تک نکتہ چینی کا تحمل اور اس
کی برداشت پیدا نہیں ہوئی لیکن اگر ان کو رفتہ رفتہ اس کا عادی نہ کیا جائے
تو امید نہیں کہ ہماری تصنیف و تالیف کے [illegible] صواب کبھی پبلک پر ظاہر
ہو سکیں۔

اس کے بعد انھوں نے اس مقدمہ [illegible] بنے ہوئے [illegible]
کتاب کا نام [illegible] عنوان دلالت کرتا ہے بعض جناب کے بزرگوں کی جریب
کے خطوط جس قدر بہم پہنچے ان کو ایک خا[illegible] نہیں رکھتے تھے
انسان کے اخلاق اور جذبات کا [illegible] پاکیزہ سیرت [illegible]
کتابت سے ہو سکتا ہے ایسا کسی اور چیز سے نہیں ہوتا۔ اسی [illegible] مغفور کی
کو [illegible] ملاقات قرار دیا گیا ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب [illegible] لائی کے
عنصری خاک میں پنہاں ہو گیا اور اس سے ملنے کا [illegible] ذریعہ [illegible]